بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلباء کے لئے ایک نادر علمی تحفہ

مفتاح النجاح حل سوالات

(جلد ثالث)

تالیف و ترتیب

مفتی محمد عبد القوی پیر قادری

ایم فل، ایل ایل ایم۔ شہادۃ القانون والفقہ الاسلامی (مدینہ یونیورسٹی)

نام کتاب .... مفتاح النجاح

جلد .... سوم

نام مولف ... المحدث العصر مفتی محمد عبد القوی

تعداد طباعت .... 2100 (اکیس صد)

طباعت .... بار اول

سن طباعت ۱۴۲۷ھ

ہول سیل ڈیلر

مکتبہ رحمانیہ

۱۸- اردو بازار لاہور

ہماری کتب لینے کے پتے

پاکستان میں :-

مکتبہ دار العلوم ۔ قدیر آباد ۔ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ اسحاقیہ ، جونا مارکیٹ ۔ کراچی ۲

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ گنج بخش روڈ لاہور

اسلامی کتب خانہ ، علامہ بنوری ٹاؤن ۔ کراچی

کتب خانہ حاجی نیاز احمد صاحب ۔ اندرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان

مکتبہ شرکت علمیہ ۔ بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان

نوی کتاب گھر متصل جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی ۲۵

قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ ۔ کراچی

دینی کتب خانہ ۔ مالاکنڈ روڈ ۔ شیر گڑھ ۔ مردان

ادارہ تالیفات اشرفیہ ۔ بوہڑ گیٹ ۔ ملتان

فاروقی کتب خانہ ۔ " " "

کتب خانہ حاجی مشتاق ۔ اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

کتب خانہ حاجی غلام نبی " " "

کتب خانہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انڈیا میں :-

۱۔ مکتبہ دار العلوم ، دیوبند یوپی ۔ بھارت

۲۔ مکتبہ رضائے مصطفےٰ ، بریلی ۔ بھارت

مکتبہ امدادیہ ، سہارن پور ۔ یوپی ۔ بھارت

بنگلہ دیش میں :-

۱۔ کتب خانہ امدادیہ ، چوک بازار ۔ ڈھاکہ

۲۔ الجامعہ الاسلامیہ ، پوٹیا ۔ چٹاگانگ

سعودی عرب :-

۱۔ مکتبہ امدادیہ ۔ باب العمرہ ۔ مکۃ مکرمہ

۲۔ مکتبہ الحجاز ۔ باب المجیدی ۔ مدینہ منورہ

انگلینڈ میں :-

۱۔ دار العلوم العربیہ الاسلامیہ ، ہولکمب بری ۔ انگلینڈ

۲۔ مولانا مفتی محمد اسلم ۔ داؤ حرم مسجد چیپل واک ۔ ایس پارک ، انگلینڈ

۳۔ بھائی محمد اشرف کشمیری ساؤتھ ہال مسجد ۔ لندن

۴۔ بالم مسجد ۔ لندن

﴿الانتساب﴾

اپنے جدامجد شیخ شریعت پیر ملتانی (خاصے والے شیخ)...... کے نام

جن کی علمی و عملی تربیت......اور دعاء سحر گاہی...... نے

نیز

اہل چشت، اہل بہشت اپنے اولوالعزم اسلاف، اکابر، مشائخ اور اولیاء...... کے طفیل

مجھ ایسے کم مایہ کو اس قابل بنایا کہ......ضیوف الرحمٰن طالبان دین متین

اور سادات اساتذہ حدیث وفقہ کے حضور ایک مفید تالیف پیش کر سکا۔

الاهداء

میں اپنی اس تالیف کو ان عظیم محسنین امت، سادات فقہاء اور حضرت محدثین ملت ....

کے حضور ..... پیش کرتا ہوں ..... جن کی ..... محدثانہ و محققانہ روایت و درایت ......

اور فقیہانہ فقاہت و تعمق نے امت مسلمہ کے قلوب و اذھان کو

فرامین نبوت ﷺ اور سنت رسالت ﷺ کے نور سے منور فرمایا......

خصوصاً

امام الائمة قائد السنة رئيس الطائفة

سیدنا امام علیؓ بن ابی طالب

امام الفقہاء صاحب النعلين والسواک و الوسادة

سیدنا امام عبد اللہؓ بن مسعود

امام المحدثین امین العلوم النبويه واللدنيّة

سیدنا امام ابو ہریرہؓ بن صخر

مخدوم الامة محبّ النبی ومحبوب الرسالة

سیدنا امام انسؓ بن مالک

اور ان چاروں رؤساء وائمہ کے محدثانہ و فقیہانہ عظمت معراج کے امین

اور روایت و درایت کے مظہر کامل

استاذ الائمه امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

رضی الله تعالى عنهم وارضاهم

فہرست

حضرت مولف کے حالات زندگی

صاحبزادہ مولانا مفتی محمد عبدالقوی صاحب شب جمعہ ۲۷ ذوالحجہ سن ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔..... شیخ المشائخ خواجہ مفتی محمد عبدالقدوس صاحبؒ پیر ملتانی (جدامجد حضرت مولف موصوف) نے تاریخی نام **''نور خورشید''** اور **''غلام قادر''** نکالے۔

حضرت مولف چار سال چار ماہ کے ہوئے تو امام الطائفہ حضرت خواجہ حافظ جمال اللہ محدثؒ ملتانی کے مزار اقدس کے پہلو میں نورانی قاعدہ کا آغاز کیا۔۔اور دارالعلوم کے شعبہ حفظ وتجوید سے منسلک رہ کر پانچ سال میں حفظ قرآن مع تجوید مکمل کیا..... حضرت مولف کا خاندان چونکہ تئیس (۲۳) پشتوں سے حافظ قرآن/ عالم حدیث وفقہ اور مصلح ملت اسلامیہ چلا آ رہا ہے۔ ......اس لئے حضرت مولف نے اپنے ہی خاندان کے مشائخ اور اکابر سے درس نظامی کی اکثر و بیشتر کتب پڑھیں۔.....ابتدائی دو سال میں فارسی کی معروف اصلاحی اور اخلاقی کتب پڑھنے کے بعد تیسرے سال ملتان بورڈ میں فاضل فارسی کا امتحان دیا۔ اور بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ جس وقت کہ حضرت مولف موصوف کی عمر ابھی تیرہ (۱۳) برس تھی۔

حضرت مولف نے عربی کتب کا آغاز امام المعقول، محدث ہند، فقیہ اعظم، حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی (مولف نبراس وکتب کثیرہ وفلکیات) کی مزار پرانوار کے سرہانے جانب بیٹھ کر اپنے جدامجد حضرت پیر ملتانی سے کیا ...... پانچ (۵) سال کے تعلیمی وتادیبی دورانیہ میں موقوف علیہ تک کی کتب کو دارالعلوم عبیدیہ کے قابل اساتذہ اور اپنے خاندان کے مقتدر اہل علم اور پرمغز فقہاء اور محدثین سے پڑھا۔..... بعد ازیں فنون کی کتب عالیہ عرصہ تین سال تک مدرسہ قاسم العلوم اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں پڑھیں۔..... ہر سال سہ ماہی/ ششماہی اور سالانہ امتحانات میں تمام طلباء سے زیادہ نمبر لے کر انعامات جلیلہ سے سرفراز ہوئے دورہ حدیث شریف آغاز سال میں جامعہ خیر المدارس ملتان اور بعد میں (بفرمان قائد جمعیت مولانا مفتی محمود صاحب) مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا..... دورہ حدیث شریف اور شہادۃ العالمیہ (ایم اے عربی وعلوم اسلامیہ) میں نمایاں حیثیت حاصل کر کے پورے پنجاب میں اول اور

وفاق میں سوئم آئے اور انعام واکرام کے مستحق ٹھہرے۔

فارغ التحصیل ہوتے ہی محترم صاحبزادہ صاحب قاضی کورس میں شرکت کیلئے فیصل آباد تشریف لے گئے۔
یہ کورس زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں حکومت پاکستان اور حکومت سعودیہ کے باہمی اشتراک سے شروع ہوا تھا۔
اس قاضی کورس میں درخواست دہندہ علماء/ وکلاء اور پروفیسرز حضرات کی تعداد چار سواسی کے لگ بھگ تھی۔شفوی امتحان کے بعد اکہتر (۷۱) افراد کا انتخاب عمل میں لایا گیا پانچ ماہ کی اس ٹریننگ کے دورانیہ میں تین امتحانات ہوئے۔جس کے نتیجے میں اکتیس (۳۱) فاضل منتخب کئے گئے۔جنہیں مزید تعلیم کیلئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (مدینہ یونیورسٹی) بھیجنے کا انتظام کیا گیا تھا...... حضرت صاحبزادہ صاحب ان تمام امتحانات میں پہلی یا دوسری حیثیت حاصل کر کے نمایاں رہے۔مدینہ منورہ یونیورسٹی میں مصر، اردن، سعودی عرب اور برصغیر پاک و ہند کے معروف مفکرین اور سکالرز نے تین ماہ تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے...... تقسیم اسناد اور تقسیم انعامات کیلئے مدینہ منورہ کے گورنر امیر عبدالمجید آل سعود تشریف لائے...... اور اس تقریب کے مہمان خصوصی حرم نبوی شریف کے امام مدینہ طیبہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس محترم قاضی شیخ عبداللہ الزاحم تھے۔

حضرت مولف موصوف بہت سے بزرگوں کی دعوات صالحہ کے مرکز اور ان کی مبشرات کا حاصل رہے۔
برصغیر کے معروف خطیب رئیس احرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری دارالعلوم میں حضرات مشائخ ملتان کی ملاقات وزیارت کیلئے بکثرت تشریف لایا کرتے تھے جب ابھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر تین سال کے لگ بھگ تھی۔ایک دفعہ حضرت رئیس احرار، سید السادات سید پیر مبارک شاہ صاحب بغدادی کی بیمارپرسی کیلئے تشریف لائے ...... حضرت صاحبزادہ صاحب کو کافی دیر تک اپنی گود میں بٹھا کر ماتھے کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: اس بچہ کی آنکھ مجھے ایک مدبر اور ایک فقیہ کی آنکھ محسوس ہو رہی ہے یہ بچہ اپنے زمانہ کا عظیم محدث وفقیہ بنے گا۔

......سید السادات حضرت پیر مبارک شاہ صاحب بغدادی بھی اکثر اسی طرح کے جذبات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔
اور یہ نوید سناتے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب میرے اولوالعزم مشائخ کے علم وحکمت کا عکس جمیل ثابت ہوں گے......تحفظ ختم نبوت کے عظیم رہنما مولانا تاج محمود فیصل آبادی جو مجلس ممتحنہ کے ایک رکن تھے، جو قاضی کورس کے امیدواران سے شفوی امتحان لے رہے تھے نے فرمایا: کہ میں نے دوران امتحان ہی اس نوجوان کو پرکھ لیا ہے۔

یہ ایک جوہر قابل ہے۔ خدا ان کی عمر دراز فرمائے۔ اور دین حنیف کی علمی، فقہی اور محدثانہ خدمات کیلئے انہیں منتخب فرمائے۔

حضرت مولف موصوف نے دینی استعدادات کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں بھی نمایاں حیثیات حاصل کی ہیں ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک کے دو سالہ دورانیہ میں میٹرک، ایف اے اور بی اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

...... ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۳ء تک کا زمانہ حضرت مولف موصوف کے علمی، اصلاحی، تحقیقی اور معالعاتی سفر کا ہے...... ان آٹھ (۸) سالوں میں ممالک اسلامیہ اور براعظم یورپ، افریقہ اور امریکہ کے بیالیس (۴۲) ممالک کا متعدد بار سفر پیش آیا۔...... مملکت سعودیہ کے فرمانروا خادم حرمین شریفین شاہ فہد کی دعوت پر ۱۴۰۸ھ اور ۱۴۱۱ھ کو شاہی اعزازات واکرامات کے تحت حج مقبول کی سعادت حاصل کی۔...... اسلامی امہ کے مقتدر علماء کرام اور مذہبی مفکرین کی انٹرنیشنل تنظیم ''رابطہ عالم اسلامی'' کی دعوت پر دنیا بھر میں منعقدہ کئی اسلامی اور مذہبی کانفرنسوں میں حاضری اور مقالہ بیانی کی سعادت میسر رہی۔

ایران اور عراق کی باہمی غیر نتیجہ خیز خون ریز جنگ کے زمانہ میں عراق کے حکمران جناب صدام حسین کی ضیافت پر بغداد شریف میں دو مرتبہ ''انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس'' میں شرکت کا موقع ملا۔...... وزارت تعلیم، جامعہ ازہر مصر/ وزارت اوقاف اردن/ کویت/ متحدہ عرب امارات کی جانب سے مہمان نوازی کا شرف کئی بار میسر آیا۔

...... ترقی یافتہ ممالک میں سے انگلستان/ ناروے/ سویڈن/ ڈنمارک/ بلجیئم/ فرانس/ جرمنی/ ہالینڈ/ کنیڈا اور جنوبی افریقہ میں منعقدہ متعدد دینی اور تحقیقی انٹرنیشنل کانفرنسوں میں شرکت کے ساتھ ساتھ وہاں رہنے والے اہل اسلام اور اہل عرب علماء اور مذہبی سکالرز سے ملاقات وزیارت کا تسلسل بحمداللہ تا حال جاری ہے۔

...... آج کے اس مشینری دور میں انسان نے اپنے نقطہ نظر کو عام کرنے کیلئے جہاں تصنیف کتب اور اخبارات ورسائل کے اجراء کا سہارا لیا ہوا ہے...... وہاں ریڈیو اور ٹیلیویژن کا اپنا ایک خاص مقام ہے۔ چنانچہ علماء کرام نے ان ہر دو قومی ذریعہ ابلاغ میں بھرپور حصہ لیا ہے...... حضرت مولف موصوف اس سلسلے میں بھی پیش پیش رہے ہیں ریڈیو پاکستان/ پاکستان/ انڈیا/ عرب/ یورپ/ افریقہ اور امریکہ کے معروف ٹیلی ویژن سٹیشنز اور مختلف ذرائع ابلاغ حضرت مولف موصوف کے کئی انٹرویوز، تقاریر اور تبصرے نشر کر چکے ہیں۔

...... اور اہل نظر حضرات سے بھرپور انداز میں داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب جام شورو یونیورسٹی حیدرآباد (سندھ) کے شعبہ پی ایچ ڈی (P.HD) میں داخل ہیں۔
......ایم فل (M.PHL) کا مرحلہ مکمل کر لینے کے بعد ان دنوں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "امام ترمذی کے اساتذہ کی محدثانہ اور فقہیانہ خدمات" کی ترتیب وتدوین میں مصروف ہیں۔

...... حضرت مولف موصوف نے سابقہ سال معروف عارف وصاحب کشف شخصیت حضرت سیدنا موسیٰ پاک شہیدؒ گیلانی کی نہایت وقیع اور معروف نصابی تالیف "تيسير الشاغلين" کی عربی عبارات کی تعریب وتدوین فرمائی جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے ......اور ملتان کے ایک معروف اشاعتی ادارے کی جانب سے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔...... پاکستان اور عالم عرب کے معروف اخبارات اور جرائد میں حضرت مولف موصوف کے مضامین اور مقالات عموماً طبع ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی تعداد ان گنت ہے۔

...... یہ تمام تحقیقی مقالات "مقالات المفتی" کے نام سے زیر طبع ہیں۔

حضرت مولف موصوف نے جہاں تعلیمی، تدریسی، تالیفی اور تحقیقی میدان میں بحمد اللہ نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں وہاں سیاسی، سماجی، رفاہی اور اصلاحی میادین میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کیا ہے ...... آپ، علماء ومشائخ پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی سنئیر نائب صدر ، پاکستان دینی مدارس بورڈ کے صدر ، پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ حکومت پاکستان کے رکن ، اسلامی عدالت ملتان کے بانی اور کئی رفاہی اداروں کے سرپرست ہیں (جس کی بابت اجمالی تعارف اگلے صفحات پر موجود ہے) ......ملک بھر میں قیام امن اور اتحاد امت کیلئے آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ صوبائی اور ضلعی امن کمیٹی، اتحاد بین المسلمین کمیٹی حکومت پنجاب کے ممبر ہیں۔

.... یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند اور دیگر تمام ممالک اسلامیہ میں اسلام بطور دین رحمت حضرات اولیاء کرامؒ اور مقتدر مشائخ عظامؒ کے ذریعے متعارف ہوا ہے......انہیں مصلحین امت اور عارفین شریعت کی روحانی اصلاحی، فکری اور انقلابی تعلیمات کو عام اور رائج کرنے کیلئے ایک انٹرنیشنل ادارہ بنام "نشاۃ ثانیہ اکیڈمی" اور ایک اشاعتی ادارہ "مكتبة الخضر" حضرت مولف موصوف کی زیر سرپرستی سرگرم عمل ہے۔ ...... یہ دونوں ادارے ان زندہ دلان قوم اور انقلاب آفرین افراد کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔۔ جو پاکستان اور عالم اسلام کو فرقہ واریت کی سیاہ رات اور فرقہ واریت زدہ علماء اور عوام کو نفرت وتعصب کے بھنور سے نکال کر امت مرحومہ کو خالص مسلمان بنانا

چاہتے ہیں۔ جس اخلاص اور مثالی جذبات سے اس تحریک نے مثبت عمل کا آغاز کیا ہے انشاء اللہ العزیز یہ تحریک اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا نکتہ آغاز ثابت ہوگی۔ ...... نیز یہ اولوالعزم افراد امت مرحومہ کے داخلی اور خارجی انتشار اور مذہبی فرقہ وارانہ سوچ کو امت محمدیہ کیلئے ایک پر خطرنا سور سمجھتے ہوئے اخلاص و جذبہ وحدت کے تحت سرگرم عمل ہیں۔...... یقیناً یہ تحریک مستقبل میں اچھے نتائج کی حامل ہوگی۔

اخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولف موصوف کے علم وعمل، فکر ونظر اور تحقیق وتالیف میں مزید ترقی اور برکت عطا فرمائیں...........(آمین)

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فاضل مولف کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی بجائے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ کہ ہر قاری، حضرت مولف کی ذہانت اور نکتہ رسی کا اندازہ زیر نظر علمی کاوشوں سے بخوبی لگا سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین خاندان عبیدیہ رحمانیہ کو مزید دینی خدمات اور اصلاحی مجاہدات کا حوصلہ اور توفیق بخشے.........(آمین)

(مولانا) محمد سعید ضیاء

استاذ حدیث جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان

۱۵ دسمبر سن ۲۰۰۵......۱۲ ذوالقعدہ سن ۱۴۲۶ھ

حضرت مؤلف کے اجمالی کوائف / حالات

۱۔ نام : محمد عبدالقوی **۲۔ معروف نام** : صاحبزادہ مولانا مفتی عبدالقوی **۳۔ نسبت** : قادری

٤۔ خاندانی پس منظر : ایک مذہبی، روحانی اور صاحب فتویٰ خاندان سے تعلق ہے خاصے والے پیر اور مفتی ملتان کے معروف ناموں سے اس خاندان کی شناخت ہے یہ فقہی اور روحانی خاندان بغداد شریف سے حلب حلب سے غزنی، غزنی سے اُچ (ریاست بہاولپور) اور اُچ سے ملتان پہنچا اب تین سو سال سے اس خاندان کی تئیس (۲۳) پشتیں جنوبی پنجاب میں علمی، فقہی اور روحانی حوالوں سے امت مسلمہ کی قیادت، سرپرستی اور رہنمائی کر رہے ہیں.... اب بھی اس خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ خاندان امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کا مستند، معتمد اور متفق علیہ علمی، فقہی اور روحانی خاندان ہے.....اور ہر مکتب فکر کے جید علماء اور معروف مفتیان کرام اس خاندان سے علم میراث، عربی ادب، فارسی لغت، علم عروض اور تحقیق فتاویٰ میں متعلم اور فیض یافتہ ہیں..... نیز اس خاندان کا ہر مرد وزن عرصہ سات سو سال سے حافظ قرآن اور قاری قرآن ہے۔

۵۔ علمی کوائف : حافظ قرآن.....فاضل فارسی (ملتان بورڈ).....درس نظامی .....دورہ حدیث شریف اور شهادہ العالمیہ.....متخصص حدیث، فقہ اور علم میراث......میٹرک، ایف اے اور بی اے.....شهادہ القانون و الفقہ الاسلامی (مدینہ منورہ یونیورسٹی/فیصل آباد یونیورسٹی).....ایم فل (جامشورو یونیورسٹی سندھ).. پی ایچ ڈی (اعزازی.....وفاق المدارس بنگلہ دیش)۔

٦۔ علمی مصروفیات : مفتی (دار العلوم میں بحیثیت نائب مفتی، عرصہ ۲۵ سال سے) .... قاضی (اسلامی عدالت، عرصہ آٹھ سال سے) معنف و مولف ....مدرس و استاذ حدیث خطیب کالم نویس۔

۷۔ عملی مصروفیات : صدر پاکستان دینی مدارس بورڈ ....ممبر پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ حکومت پاکستان ممبر صوبائی اور ضلعی امن کمیٹی .... مرکزی سنیئر نائب صدر علماء و مشائخ پاکستان مسلم لیگ چیئرمین انٹرنیشنل اسیر فاؤنڈیشن صدر متحدہ شریعت کونسل پاکستان۔

۸۔ علمی سفر : ۱۹۸۵ء سے اب تک بیالیس (۴۲) اسلامی اور دیگر ممالک کا متعدد بار علمی و عملی سفر۔

۹۔ زبان دانی : سرائیکی (مادری زبان) اردو (ملکی زبان).... انگریزی فارسی عربی۔

عرض مؤلف

الحمدُ لله الذی خلقَ الانسان والصلاۃُ والسلام علی رسوله صاحبِ الجودِ وعمیم الاحسان وعلی اصحابه الذین هم معیار و بُرهان للصداقة والا یقان ومَن تبِعَهم باحسان من المحدثین اولی الضبط والاتقان ومن الفقهاء اولی الفقاهة والعرفان الی یوم الحشر و المیزان ....وبعد.........

رحمٰن ورحیم اور رؤف وقدیر ذات کے فضل وکرم سے ''مفتاح النجاح جلد اول'' اور ''جلد دوم'' کو اس قدر قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔کہ پاکستان کے ایک معروف اشاعتی ادارہ نے اِن دونوں جلدوں کو ایک سال میں تین تین مرتبہ شائع کر کے طلباء اور اساتذہ حدیث وفقہ کی طلب کو پورا کیا.....اور یوں وہ اب تک اکیاون (۵۱) مرتبہ، اسے چھاپ کر منظر عام پر لا چکے ہیں..........جبکہ صوبہ سرحد کے ایک، دو اشاعتی ادارے بھی نہایت خاموشی کے ساتھ، طلباء اور اساتذہ کی مطالعاتی ضروریات کو کئی سال سے پورا کر رہے ہیں.....آج سے چند سال قبل ''مفتاح النجاح'' کے طفیل مجھے یہ سعادت میسر آئی.....کہ میری تالیف.....''مفتاح النجاح''.....کی دونوں جلدوں کا اہل تحقیق علماء نے پشتو اور بنگالی میں ترجمہ کر کے ''افغانستان'' اور ''بنگلہ دیش'' کے طلباء اور علماء کے علمی ذوق کی تکمیل کی۔

محترم طلباء اور مقتدر علماء کا بذریعہ تحریر مجھ سے ہمیشہ یہ شکوہ رہا کہ ''مفتاح النجاح کی جلد سوئم کی آمد میں مسلسل تاخیر ہو رہی ہے''.....''دورہ حدیث شریف کے طلباء اور علماء سراپا منتظر ہیں''......''آپ کرم فرمایئے ! اور جلد سوئم کی اشاعت کو بلا تاخیر یقینی بنایئے''.....اسی طرح پاکستان کے معروف اشاعتی اداروں کی جانب سے بھی.....اسی طرح کا اصرار جاری رہا کہ.....''طلباء اور علماء کے تقاضے کے باعث جلد سوئم کو فی الفور شائع کیا جائے''۔

میری کم علمی اور کم ضروری مصروفیات کے باعث اس مفید تالیف کی اشاعت میں مسلسل تاخیر ہوتی رہی.....احساس ندامت البتہ ضرور موجود رہا۔ نظر وفکر مضطرب رہے.....ہاں اس عظیم اور مفید علمی کام کی جانب علم وعقل خراماں خراماں چلتے ضرور رہے۔سست رفتاری اور بے بضاعتی کے باعث جو تاخیر ہوئی اس پر ہم عزیز طلباء اور اہل علم سے معذرت خواہ ہیں۔

حضور انور ﷺ کی شانِ رحمت وکرم کے طفیل ہماری تالیف ''مفتاح النجاح'' کو یہ سعادت حاصل رہی۔کہ آج کے فرقہ واریت کے سیاہ دور میں ہماری تالیف مینارہ نور ثابت ہوئی..... بلا تفریق مسلک تمام طلباء، علماء اور اساتذہ نے

اسے شریک مطالعہ رکھا ۔۔۔ اس سے بہت کچھ سیکھا ۔۔۔ اور اسے امت مسلمہ بالخصوص طالبان حدیث کیلئے ،علم وتحقیق کا عظیم ذخیرہ قرار دیا ۔۔۔ زبانی اور تحریری طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ''اس فکری انتشار اور مسلکی جیالا پن کے دور میں ایک ایسی تالیف منظر عام پر آئی ہے۔ جو علم وتحقیق کے ساتھ ساتھ اتحادِ اُمت اور وحدتِ ملت کا حسین گلدستہ ہے'' ہر مسلک کے دارالحدیث اور کمرہ تدریس میں ایک ہی تالیف ،اپنے نورانی اَنوارات بکھیر رہی ہے ۔۔۔۔۔ اور ایک ہی طرح کی محدثانہ اور فقیہانہ تحقیقی خوشبو ہے جو ہر مکتب فکر کے طالب اور استاد کے ذہن وقلب کو معطر کر رہی ہے ۔۔۔۔ جسے نہایت پختہ ایمان اور کمالِ عقیدت ومحبت کے تناظر میں تالیف کیا گیا ہے ۔۔۔۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ یہ متفقہ تالیف ،چودھویں اور پندرھویں (بیسویں واکیسویں عیسوی) صدی کے حالات ،کیفیات اور ماحول سے بے خبر ہوکر ۔۔۔ دوسری سے تیرھویں صدی ہجری کے اولوالعزم محدثینؒ ،ساداتِ مشائخ اور حضراتِ اَولیاؒء کی علمی ،اِصلاحی اور اَخلاقی تعلیمات واقدامات کی روشنی میں تحریر کی جائے۔

اب جلد سوئم کے ابتدائی چند صفحات ،طلباء اور علماء کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔۔۔۔ اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ جلد سوئم کا ہر نیا ایڈیشن کم از کم سو (۱۰۰) صفحات کے اضافہ کے ساتھ طبع ہوا کرے گا ۔۔۔۔ اور یوں جلد سوئم ایک بھر پور تالیف کی صورت میں طلباء اور علماء کے مطالعہ میں معاون ثابت ہو سکے گی ۔۔۔۔ (انشاءاللہ)

نیز ۔۔۔۔ یہ جلد سوئم ،آنے والے چند سالوں میں ''مفتاح الصحاح'' کے نام سے کتب احادیث کی ایک ایسی مکمل ،جامع اور مفید شرح ہوگی ۔۔۔۔ جس میں کتب احادیث کے مکمل متون ،اَسناد ،تراجم اور خصائص کا حل موجود ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ طلباء ،علماء اور اساتذہ حدیث اپنی مستجاب دعاؤں میں مجھے ضرور شامل حال رکھیں گے ۔۔۔۔ اب تک کی سستی پر معذرت قبول کرتے ہوئے اس خطا پر معافی اور آئندہ کے عزم پر استقامت کی دعا کرتے رہیں گے۔

جس کے طفیل میں انشاءاللہ حدیث شریف اور ائمہ حدیث کے علوم ومعارف کی خدمت کرتا رہوں گا۔

یہی میری طالب علمانہ زندگی کا حاصل ۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔ میرے علم وقلم کی معراج ہے۔

من مذهبي حب الحديث وشرحه ۔۔۔ وللناس فيما يعشقون مذاهب

والسلام ۔۔۔۔ ناآشناء عصر محمد عبدالقوی

دارالعلوم عبیدیہؒ۔قدیرآباد۔ملتان۔۰۳۰۰۔۷۱۹۴۳۴۴ ۔۔۔۔ ۰۶۱۔۴۵۱۱۸۷۱
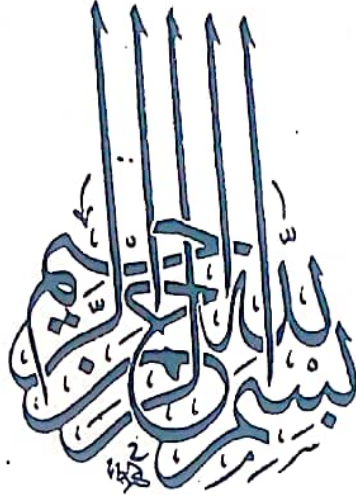
حالات مصنّفین صحاحِ تسعہ

فہرست مضامین

حالات امام مالکؒ

۱۔ **نام** ۔ مالکؒ ۲۔ **معروف نام** : امام مالکؒ

۳۔ **کنیت** :۔ ابوعبداللہ ٤۔ **لقب** :۔ امام دارالہجرۃ

۵۔ **نسب** :۔ مالکؒ بن انسؒ بن مالکؒ بن ابی عامر........ بن غیمان۔

امام مالکؒ کے پرداداحضرت ابوعامرؓ بن عمرو کی ولادت قرن نبوت ﷺ میں ہوئی آپ صحبت رسالت ﷺ اورتمام غزوات میں شرکت کے سبب جلیل القدر صحابی ہیں۔ امام مالکؒ کے دادا جناب مالکؒ اور والدگرامی سیدنا انسؒ تابعی ہیں کتب احادیث میں بیسیوں احادیث مقدسہ آپؒ دونوں کے نام نامی سے مروی ہیں۔

٦۔ **نسبت** :۔ حضرات مؤرخینؒ نے امام مالک کی تین (۳) نسبتیں بیان کی ہیں :

(i) اصبحی (ii) اندلسی (iii) مدنی

(i) **اصبحی** :۔ آپ کوقبیلہ اصبح سے نسبت کی وجہ سے اصبحی کہا جاتا ہے جو یعرب بن قحطان کی ایک شاخ ہے۔اور یہ قبیلہ اصبح ملک یمن کے معززترین قبائل میں سے ہے۔

دوسری (۲) تحقیق میں آپ کے جدامجد **حارث** کا ذواصبح لقب تھا اسلئے اصبحی کہلائے۔

(ii) **اندلسی** : اُندلس ،سپین (ہسپانیہ ،یورپ) کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جہاں آپ کا خاندان ، مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاو کرامۃ) کی طرف ہجرت کرنے سے قبل آباد تھا۔

(iii) **مدنی** : آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اس لئے مدنی کہلائے۔

۷۔ **حلیہ** :۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ امام مالک بھاری بدن ،دراز قد ،خوبصورت جسم اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔آنکھیں بڑی ناک بلند ،داڑھی بغیر خضاب کے سفید اور گھنی تھی جبکہ سرمبارک پر بال برائے نام تھے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے جس پر حسبنا اللہ نعم الوکیل کندہ تھا۔ مونچھیں بطور سبالہ رکھی ہوئی تھیں۔ مونچھیں منڈانے کو مثلہ سے تعبیر فرماتے تھے سر پر عمامہ باندھتے اور دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے رکھتے

۸۔ **ولادت** : امام موصوف کی ولادت 93ھ میں ہوئی۔اس کے علاوہ 94ھ اور 95ھ

کے اقوال کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ دراية الموطا میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ عام معمول سے مختلف شکم مادر میں تین (۳) سال (بحالتِ حمل) رہے۔

۹۔ **وفات**: آپ کی وفات 179ھ میں ہوئی۔البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔مشہور قول کے مطابق بروزاتوار آپ بیمار ہوئے۔ تقریباً تین (۳) ہفتے مرض الوصال میں گزارنے کے بعد بروز اتوار گیارہ (۱۱) ربیع الانور 179ھ کو چھیاسی (۸۶) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جس تمنا میں اپنی تمام عمر گزاری تھی، وہ پوری ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔آج بھی مزاراقدس معروف اور مرجع عام وخاص ہے۔ اس کے علاوہ ۱۰ اور ۱۴ ربیع الاول کی تاریخیں بھی علماءِ امت سے منقول ہیں۔ قطعہ ولادت اوروفات کو یوں بیان فرمایا گیا ہے

؎ فخرالائمة مالکؒ نعم الامام السالک مولدہ نجم الہدیٰ و وفاته فاز مالک.

۱۰۔ **اساتذہ**:- سیدنا امام مالکؒ نے زیادہ تر مدینہ منورہ کے سادات مشائخؒ ومحدثینؒ اور اپنے خاندان کے اکابرو اسلافؒ (كان بيته بيت علم وفضل) سے استفادہ کیا جن کی تعداد نوسو (۹۰۰) تک جا پہنچتی ہے۔ جن میں سے تین سو (۳۰۰) سادات تابعینؒ ہیں اور چھ سو (۶۰۰) حضرات تبع تابعینؒ۔ چند اسماء درج ذیل ہیں

i. **امام القراء سیدنا نافعؒ** (مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ کی سند سلسلۃ الذہب ہے)

ii **امام ابن شهاب زهریؒ** iii. **سیدنا سعید بن مسیبؒ**

iv. **سیدنا امام جعفر صادقؒ** v. **سیدنا عبدالله بن دینارؒ**

vi. **حضرت یحیٰ بن سعیدؒ** vii. **سیدنا سلمه بن دینارؒ**

viii. **سیدنا هشام بن عروهؒ** ix. **سیدنا ایوب سجستانیؒ**

x. **سیدنا ابن المنکدرؒ** xi. **سیدنا ابو الذنادؒ**

علامہ زرقانی نے ان شیوخ کی تعداد ۹۵ نقل کی ہے جن سے امام مالکؒ نے مؤطا میں احادیث مقدسہ نقل کی ہیں۔

۱۱۔ **تلامذہ**:- مدینہ منورہ میں ستر (۷۰) سال تک آپ مسند تدریس پر فائز رہے۔امام دار الہجرۃ کے لقب سے علمی شہرت پائی۔ بے شمار (ایک ہزار سے زائد) سادات فقہاءؒ ومحدثینؒ نے آپ سے اکتساب فیض کیا امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: حدث عنه امم لايكادون يحصون . چند مقتدر تلامذہ درج ذیل ہیں:

i.	امام سفیان ثوریؒ	ii.	حضرت سعید بن منصورؒ
iii.	امام عبداللہ بن المبارکؒ	iv.	سیدنا امام اوزاعیؒ
v.	قاضی امام ابو یوسفؒ	iv	امام لیث بن سعد مصریؒ
vii.	سیدنا امام شافعیؒ	viii.	امام محمد بن حسن شیبانیؒ
ix.	امام سفیان بن عیینہؒ	x.	امام یحیٰ بن سعید القطانؒ
xi	امام ابن وھبؒ	xii.	سیدنا ابو علی حنفیؒ
xiii.	امام ابوالولید طیالسیؒ	xiv	علامہ ابن جریجؒ ۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں : کہ امام مالکؒ سے ان کے مشائخ، معاصرینؒ، ائمہؒ اور تلامذہؒ نے اس قدر کثرت سے احادیث مقدسہ روایت کیں۔ جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔

۱۲۔ **مسلک امام** :- امام مالکؒ بالاجماع ''مجتہد امام'' ہیں۔ اہل سنت مالکی مسلک کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ ادب وعقیدت اور عشق ومحبت کے باب میں آپ تمام اہل سلاسل اور ارباب حقیقت کے 'امام الکل'' ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں درایت (فقہ) اور روایت (حدیث) دونوں کے لاثانی اور مسلّم امام تھے۔

۱۳۔ **کمالات ومحاسن** :- امام مالکؒ خالص عربی النسل تھے۔ آپ کا خاندان یمن میں آباد تھا۔ سب سے پہلے آپ کے پردادا مشرف باسلام ہوئے۔ پھر آپ کے دادا (جو جلیل القدر تابعی اور صحاح ستہ کے راوی ہیں) نے مدینۃ النبی ﷺ کی طرف ہجرت فرمائی اور یہیں (مدینہ منورہ میں) امام مالک کی ولادت باسعادت ہوئی

i۔ **بچپن** :- امام مالک کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا بے حد شوق تھا۔ آپ انتہائی غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ مکان کی چھت کو توڑ کر اس کی کڑیاں بازار میں فروخت کیں اور طالب علمی کے مصارف برداشت کئے۔ حضرات مؤرخینؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے سولہ (۱۶) سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ حاصل کر لئے تھے۔

ii. **ذھانت** : آپ کا حافظہ خوب تھا۔ امام مالکؒ خود فرماتے ہیں : کہ جس تحریر کو میں ایک بار پڑھ لیتا وہ مجھے یاد ہو جاتی۔ اور ساری زندگی نہ بھولتی۔ آپ کی ذھانت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سولہ (۱۶) سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد آپ فقہاءؒ مدینہ کے مشورہ سے مدینۃ الرسول ﷺ میں

بعمر سترہ (۱۷) سال مسند افتاء و قضاء اور تدریس حدیث وفقہ پر فائز ہوئے۔

iii. **عشقِ رسول ﷺ** : حضرت امام مالک کی جملہ زندگی عشق نبی ﷺ سے معمور تھی۔ آپ کی ایک ایک (۱) ادا سے ہمیں عشق ومحبت کا درس ملتا ہے۔ دوران سبق حضور اکرم ﷺ کا نام نامی جیسے ہی لیا جاتا آپؒ عقیدت ومحبت سے اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور وجدانی کیفیت میں یہ الفاظ فرماتے :

قال صاحب هذا القبر الشریف ﷺ هكذا . (سبحان اللہ)

iv. **طریقہ تدریس** : حضرات مؤرخینؒ نے لکھا ہے کہ آپ کی مجلس درس نہایت پر کیف اور باوقار ہوتی تھی۔ درس حدیث سے قبل غسل فرما کر عمدہ اور نیا لباس زیب تن فرماتے۔ قیمتی خوشبو لگا کر مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لاتے دوران درس پہلو نہ بدلتے۔ سیدنا عبداللہؓ بن مبارک نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن دوران درس کئی مرتبہ آپ کا چہرہ انور متغیر ہوا۔ تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے۔ لیکن آپؒ نے درس حدیث کو موقوف نہ فرمایا بلکہ اسی انہماک وعقیدت کے ساتھ حضور انور ﷺ کے نورانی اقوال کو تلامذہ کے سامنے نقل فرماتے رہے۔ ہم نے تغیر لون کا سبب دریافت کیا ؟ فرمانے لگے کہ ایک (۱) بچھو نے سولہ (۱۶) مرتبہ ڈنگ مارا اسی وجہ سے رنگ متغیر ہوتا رہا۔

v. **عقیدت مدینہ طیبہ** : امام مالک کو مدینۃ الرسول ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ قضاءِ حاجت کیلئے حدود مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے۔ خوراک کم تناول فرماتے۔ حتی کہ تین، تین روز تک قضاء حاجت کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ساری زندگی مدینہ منورہ میں کسی جانور پر سواری نہیں کی اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے : انا استحی ان أطأ تربة فیها قبر رسول الله ﷺ بحافر دابة جس مبارک شہر میں حضور انور ﷺ کا روضہ اطہر ہو اسکی مٹی کو سواری کے سموں سے روندوں اس عمل سے مجھے حیا آتی ہے سادات مؤرخینؒ نے لکھا ہے کہ آپ کبھی بھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے تاکہ وصال، مدینہ منورہ میں ہو اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔ آپؒ کے نزدیک مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنا حرم مکی سے افضل ہے۔ یہی اہل نسبت وفلاح، اہل چشت وبہشت مفتیان کرامؒ ومشائخ عظامؒ کا تحقیقی فتوی ہے اور اہل تقوی کا نورانی عمل

و للہ در القائل الفائزؓ و السالک الناجحؒ فنحن منهم وله الحمد و الشکر۔

vi. **بشارت شارع ﷺ** : جمہور محدثینؒ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی : یوشک

الناس ان یضربوا اکباد الابل فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینة (عنقریب لوگ طلب علم میں اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں گے۔ لیکن پھر بھی انہیں مدینہ منورہ کے عالم سے بہتر کوئی عالم نہ مل سکے گا) کا مصداق حضرت امام دار الھجرہ سیدنا امام مالکؒ ہیں۔

vii. **حلم و حوصلہ** :- حضرات محدثینؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ نہایت حلیم الطبع اور متواضع تھے ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر جعفر بن سلیمانؒ سے کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوا۔ گورنر نے امام مالک کو اپنے قول سے رجوع کرنے کی تاکید کی۔ امام مالکؒ نے فرمایا: میری رائے کتاب وسنت کے حوالہ سے زیادہ قوی اور صحیح ہے۔ لہذا آپ اپنے قول سے رجوع کریں۔ گورنر نے اس انکار پر آپ کو ستر (۷۰) کوڑے لگوائے اونٹ پر بٹھا کر مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں تشہیر کروائی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع جناب خلیفۂ وقت کو ہوئی تو اس نے گورنر سے قصاص دلوانے کی پیش کش کی۔ جسے حضرت امام مالکؒ نے یہ فرما کر رد کر دیا! کہ جب مجھے مارنے کیلئے کوڑا اٹھایا جاتا تھا۔ تو میں، جناب گورنر اور ان کے ملازمین کو معاف کر دیتا تھا۔

viii. **معمولات زندگی** :- سیدنا امام مالکؒ تمام عمر کرایہ کے مکان میں رہے۔ یہی مکان پہلے سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے زیر رہائش رہا۔ آپ عموماً ٹوپی زیب سر فرماتے۔ مسجد نبوی ﷺ میں اس جگہ تدریس کیلئے جلوہ افروز ہوتے جہاں سیدنا فاروق اعظمؓ اپنے دور خلافت میں جلوہ فرما ہوتے تھے۔ امام مالک فتویٰ دینے اور تحریر کرنے سے قبل اس آیت کی تلاوت فرمایا کرتے: ان نظن الا ظنّاً ومانحن بمستیقنین (الآیہ).

ix. **کرم نبوتؐ** :- سیدنا امام مالک فرماتے ہیں: مابت لیلۃً الا رأیت فیھا رسول اللہ ﷺ نیز سادات ائمہ اربعہؒ میں سے صرف حضرت امام مالک کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ کی اپنی مدون و مرتب کردہ کتاب امت مسلمہ کے ہاتھوں اس وقت موجود ہے بقیہ سادات ائمہ کی تصانیف ان کے تلامذہ کی مرتب کردہ ہیں جیسا کہ کتاب الاثار للامام الاعظم ابی حنیفةؒ، مسند امام شافعیؒ، مسند امام احمدؒ بن حنبل.

۱٤۔ **کرامات وفضائل**: حضور انور ﷺ کا حضرت امام مالک کی علمی وروحانی شان اور خدمت حدیث وفقہ کی بابت **پشینگوئی** فرمانا۔ (یوشک ان یضرب الناس....اعلم من عالم المدینه)

(۲) حضرت امام کا سترہ (۱۷) سال کی عمر میں مسند حدیث وفقہ پر جلوہ افروز ہونا۔ نیز ستر (۷۰) سے زائد

حضرات فقہاءؒ و محدثینؒ اور سادات تابعینؒ مدینہ منورہ کا آپ کو متفقہ طور پر **مفتی مدینہ** متعین فرمانا۔

(۳) دنیا بھر سے اہل علم کا حضرت امام کی خدمت میں حصول علم کیلئے حاضر ہونا۔ **(مرجع خاص و عام)**

(۴) اہل مدینہ اور شہر مدینہ سے **کمال عقیدت** و محبت اور بے مثال قابل رشک احترام و اکرام۔ تین (۳) تین (۳) روز تک قضاء حاجت کا تقاضا نہ ہونا اور تین روز بعد قضاء حاجت کیلئے حرم مدینہ سے باہر تشریف لے جانا۔

(۵) ساری زندگی سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے رہائشی مکان میں بحثیت کرایہ دار سکونت پذیر رہنا اور اسی **کرایہ کے مکان سے جنازہ مبارکہ** کا اٹھایا جانا۔

(۶) مسجد نبوی ﷺ میں سیدنا فاروقؓ **اعظم کی نشست گاہ** پر جلوہ فرما ہونا وہیں بیٹھ کر حدیثؐ فقہ کی تعلیم دینا۔ یہ وہ مقدس جگہ تھی جہاں حضور انور ﷺ ماہ رمضان میں **بحالت اعتکاف استراحت** فرمایا کرتے تھے

(۷) **ہر رات** حضور انورؐ کا خواب میں **شرف زیارت** بخشنا (مابت لیلة الا رأیت فیها رسول الله ﷺ)

(۸) دوران درس عموماً بحالت کیف یوں گویا ہوتے خدا کی قسم! جو اس وقت میں دیکھ رہا ہوں آپ نہیں دیکھ رہے۔

(۹) علامہ ابن خلقانؒ بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ ساری زندگی، حتی کہ نہایت بڑھاپے کے زمانہ میں بھی **کسی سواری پر سوار نہ** ہوئے اسلئے کہ اس مقدس ترین شہر مدینہ طیبہ میں حضور انور ﷺ آرام فرما ہیں

(۱۰) امام مصعبؒ کے والد امام عبداللہؒ راوی ہیں کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں حضرت امام مالک کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ایک (۱) دیہاتی تابعی تشریف لائے پوچھا! تم میں ابو عبداللہ مالک کون ہیں؟ حاضرین نے امام مالک کی جانب اشارہ کیا۔ اس دیہاتی تابعیؒ نے سلام کیا، گلے ملا، آپ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے حضرت امام مالکؒ کے سینے سے لپٹ گیا اور کہا خدا کی قسم! میں نے گذشتہ رات **اسی جگہ، اسی ہیئت میں آنحضرت ﷺ** کو دیکھا ہے۔ امام مالکؒ اس کرم نبوت ﷺ پر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا: حضور انور ﷺ کا یہ مجھ طالب علم پر کرم، اس علم نبوت ﷺ کی برکت سے ہے۔ جو میرے سینہ میں موجود ہے۔

(۱۱) سیدنا عبداللہؒ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے دوران درس امام مالک کے چہرہ کو **سولہ (۱۶) مرتبہ بچھو** کے ڈسنے سے سرخ و سفید ہوتے دیکھا لیکن آپ نہایت اطمینان و ادب سے احادیث بیان کرتے رہے۔

(۱۲) امام محمدؒ بن ربیع ناقل ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ہمراہ لڑکپن میں حج کیا ایک روز میں مسجد نبوی میں سویا

ہوا تھا۔بحالت خواب دیکھا کہ حضور انور ﷺ حضرات شیخین کے همراه میری جانب تشریف لا رہے ہیں میں نے سلام پیش کیا۔عرض کی۔کہاں کرم فرما رہے ہیں ؟ فرمایا ابو عبداللّٰه مالکؒ کے ہاں۔

(۱۳) امام مالک پر مختلف حکمرانوں نے ناروا زیادتیاں کیں مگر آپ استقامت کے ساتھ حق پر جمے رہے حکمرانوں نے جب معافی طلب کی فرمایا آنحضرت سے نسبی تعلق کے سبب میں نے آپ لوگوں کو معاف کر دیا تھا۔

۱۵۔ اصحاب فضل کے تعریفی اقوال :- (ا)امام شافعیؒ فرماتے ہیں : لو لا مالکؒ و سفیانؒ لذهب علم الحجاز اگر امام مالکؒ اور سیدنا سفیانؒ بن عیینہ مدینہ منورہ میں محدثانہ خدمات سرانجام نہ دیتے تو حجاز مقدس سے علم حدیث رخصت ہو جاتا۔

نیز آپ کا فرمان ہے : اذاجاء الاثر فمالکؒ النجم واذاذ کر العلماءؒ فمالکؒ النجم الثاقب

ii. سیدنا حمادؒ بن سلمہ فرماتے ہیں : لو قیل لی اختر لامة محمد من یاخذ ون عنه العلم لرأیتُ مالکؒ لذٰلک موضعاً و محلّاً . اگر مجھے کسی ایسی شخصیت کے چناؤ کا اختیار دیا جائے۔جس سے امت محمدیہ علم وفضل سیکھے۔میں اس منصب کے لئے یقیناً سیدنا امام مالک کو منتخب کروں گا۔

iii. امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں سیدنا ابن شہاب زہریؒ کے تلامذہ میں حضرت امام مالکؒ سب سے فائق ہیں

iv. حضرت عبدالرحمٰنؒ بن مہدی کا فرمان ہے : کہ امام سفیان ثوریؒ روایت حدیث کے ، امام اوزاعیؒ قواعد سلف کے ۔ جبکہ سیدنا امام مالکؒ ان دونوں فنون (روایت وقواعد) کے امام ہیں .

موطا امام مالکؒ

۱۶۔ موطا کا تعارف: عموماً شراح کے ہاں جس کتاب حدیث کو سب سے پہلے باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے مدوّن کیا گیا وہ موطا امام مالک شریف ہے۔ علامہ ابوبکر بن العربی مالکی فرماتے ہیں کہ فن حدیث میں موطا امام مالکؒ ہی نقش اول ہے اور صحیح بخاریؒ کی حیثیت نقشِ ثانی کی ہے۔

احقر کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام اعظمؒ نے سب سے پہلے احادیث کا ایک مجموعہ کتاب الاثار کے نام سے امت مسلمہ کے سامنے پیش فرمایا۔ "وہی علم حدیث کا پہلا (۱) مجموعہ ہے"۔

جمہور محققین کی تحقیق کے مطابق: سیدنا امام اعظمؒ نے جہاں علم فقہ اور علم کلام کی بنیاد ڈالی اور فقہ وعقائد کے عظیم الشان فنون کو مدون کیا۔ وہاں علم حدیث میں ایک اہم ترین خدمت یہ سرانجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہا، روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف کتاب الاثار کے نام سے ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کرائی۔ علامہ سیوطیؒ اسی تحقیق کی تائید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اول من دون علم الشریعة و رتبه ابوابا ثم تبعه مالکؒ بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق اباحنیفةؒ احد" امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا۔ نیز اسے ابواب پر مرتب کیا پھر امام مالکؒ بن انسؒ نے موطا کی ترتیب میں انہیں کی پیروی کی اور اس میدان میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔ (تبییض الصحیفہ)

تذکرہ المحدثین کے مصنف نے اس تحقیق کو جس دلیل پر مسترد کیا ہے وہ انتہائی بے جان، فرسودہ، ضعیف اور لایعبأ بہ کے درجہ میں ہے۔ اگر مؤلف علامہ سیوطی کی عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے یقیناً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا اور وہ اپنے اس قول "کہ علم شریعت علم حدیث سے عام ہے" سے رجوع فرما لیتے۔

ارباب علم وتحقیق سے یہ بات مخفی نہیں کہ عبارت کے مندرجہ ذیل دو (۲) جملے صراحتاً ان کی بے جان دلیل کا رد فرما رہے ہیں۔ i. فرتبه ابوابا ii. ثم تبعه مالکؒ بن انس فی ترتیب الموطا

یقیناً ترتیب ابواب سے کتاب الاثار کے ابواب فقہیہ کی ترتیب مراد ہے۔

ii موطا امام مالک کے ساتھ تشبیہ سے مقصود بھی علم حدیث کی کتاب اول ''کتاب الاثار'' ہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ علم شریعت سے مراد : علم حدیث ہے نہ کہ غیر علم حدیث۔ مجھے یقین ہے کہ مؤلف اپنی اصلاح فرماتے ہوئے رجوع الی الحق فرمالیں گے۔ (اس کی مکمل تحقیق **میری تالیف** میں ملاحظہ فرمائیں)

۱۷۔ **موطا کی وجہ تسمیہ** : موطا : لفظ وطئ سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی : روندنے، تیار کرنے، اتفاق کرنے، ہموار کرنے اور نرم و سہل بنانے کے ہیں الموطا من وطّاه ای هیأه ودمثه وسهله ووافقه ان معانی کے اعتبار سے حضرات شراح نے بہت سے اقوال بیان فرمائے ہیں۔ درج ذیل دو (۲) اقوال راجح ہیں :

i **موطا** : لفظ مواطاة سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی موافقت اور اتفاق کرنے کے ہیں امام مالکؒ نے اپنی تالیف کو سادات فقہاءؒ مدینہ کی خدمت میں پیش کیا تو تمام نے موافقت فرمائی۔ اسلئے تالیف کا نام : موطا معروف ہوگیا۔ حضرت سیدنا امام مالکؒ خود فرماتے ہیں عرضت کتابی هذا علی سبعین فقیهاً من فقهاء المدینة فکلهم واطانی علیه ۔ میں نے اپنی اس تالیف کو مدینہ منورہ کے ستر (۷۰) سادات فقہاء کرامؒ کی خدمت میں پیش کیا تو تمام نے میری موافقت فرمائی۔

ii **موطا** : توطیة سے اسم مفعول ہے جس کے معنی آسان، درست اور ہموار کرنے کے ہیں۔ چونکہ امام مالکؒ نے اس کتاب کو طالبین علم حدیث کے لئے آسان کیا ہے اسلئے اس کا نام موطا مشہور ہوگیا۔

امام رازیؒ سے دریافت کیا گیا کہ کتاب مذکور کا نام موطا کیوں رکھا گیا ؟ جواب دیا : امام مالکؒ نے کتاب مذکور کو مرتب فرما کر لوگوں کیلئے آسانی پیدا کی ہے۔ اسلئے اس کا نام : موطا لوگوں میں معروف ہوگیا۔

۱۸۔ **کتب حدیث میں موطا کا مقام** :- رواۃ کے پانچ (۵) طبقات ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک موطا طبقۂ اولیٰ میں ہے۔ بلکہ آپ اور بہت سے اہل علم موطا کو تمام کتب احادیث سے اصح اور افضل سمجھتے ہیں۔ ii علامہ کشمیریؒ کی تحقیق میں موطا کا درجہ جامع ترمذی کے بعد ہے iii امام الہند علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ (مولف نبراس) اور ہمارے سادات مشائخ چشت اہل بہشتؒ کے ہاں موطا شریف، سنن نسائی کی طرح صحیح مسلم کے بعد تیسرے (۳) درجہ میں ہے۔

۱۹۔ **روایات کی تعداد** :- روایات موطا کی تعداد ایک ہزار سات سو بیس (۱۷۲۰) ہے۔ جن

میں سے چھ سو (۶۰۰) احادیث مسند مرفوع ہیں۔ دوسو بائیس (۲۲۲) مرسل، چھ سو سترہ (۶۱۷) آثار موقوفہ اور دوسواسی (۲۸۰) سادات تابعینؒ کے فتاویٰ ہیں۔

۲۰۔ خصوصیات موطا:- (i) **جدید احادیث:-** موطا شریف میں چار (۴) احادیث مقدسہ ایسی ہیں جن کا متن ہمیں دوسری کتب احادیث میں نہیں ملتا۔

ii. امام مالکؒ صرف ان مسائل فقہیہ کو بیان فرماتے ہیں جن کی **باب** سے **مناسبت** ہوتی ہے۔

iii. مسائل فقہیہ بیان کرنے کے بعد اپنا **اجتہادی فرمان** بھی نقل فرماتے ہیں۔

iv. **اجماع اہل مدینہ:** سادات اہل مدینہؒ کے اجماع کو بالا ستیعاب ذکر فرماتے ہیں اور اس کیلئے السنة التي لا اختلاف فيها عندنا کا جملہ استعمال فرماتے ہیں۔

v. جن مسائل میں سادات ائمہؒ مدینہ کا اختلاف ہو انکی طرف هذا احسن ما سمعنا سے اشارہ کرتے ہیں

vi. **بلاغات:-** موطا شریف میں بلاغات بکثرت موجود ہیں۔ امام مالکؒ بہت سی احادیث میں سے بعض کا انتخاب فرماتے ہوئے بلغنی کا صیغہ بیان کرتے ہیں۔

۲۱۔ موطاکے نسخے مع اسماءِ رُواۃ:- امام مالکؒ موطا شریف کو مدون کرنے کے بعد تقریباً تیس (۳۰) سال تک اس کا درس دیتے رہے جس کی وجہ سے موطا میں اضافہ بھی ہوا اور ترمیم بھی۔

شاہ عبدالعزیز دھلویؒ فرماتے ہیں کہ موطا کو تقریباً ایک ہزار (۱۰۰۰) سادات محدثینؒ نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے اس وقت بیس (۲۰) نسخے پائے جاتے ہیں۔ اوران میں سے چار (۴) نسخے مشہور ہیں :

i. **نسخہ یحیٰ بن یحیٰ مصمودیؒ:** یہ نسخہ برصغیر پاک و ہند اور مشرق وسطیٰ میں موطا امام مالکؒ کے نام سے سادات علماءؒ و محدثینؒ میں مشہور ہے۔

ii. **نسخہ امام محمدؒ الشیبانی:** یہ نسخہ موطا امام محمدؒ کے نام سے اہل علم میں معروف ہے اس نسخہ میں چند ایسی خصوصیات ہیں جو ہمیں کسی نسخہ میں نہیں ملتیں۔

iii. **نسخہ علامہ ابن وہبؒ:** یہ امام مالکؒ کے مشہور اور اجلہ تلامذہ میں سے ہیں۔

iv. **نسخہ علامہ احمد بن قاسمؒ:** آپ فقہ مالکیؒ کے مشہور امام ہیں۔ آپؒ نے مسائل فقہیہ کو

نہایت حسن وخوبی سے ایک ضخیم کتاب کی شکل میں مدون فرمایا ہے جو المدونہ الکبری کے نام سے مشہور ہے۔

۲۲۔ **شروح موطا** - موطا امام مالک فن حدیث کی مشہور کتابوں میں سے ایک (۱) ہے۔اس لئے اس پر بے شمار حضرات علماءؒ و محدثینؒ نے قلم اٹھایا ہے۔جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

i **شرح الموطا** :- یہ علامہ خطابی کی تصنیف لطیف ہے۔متاخرین علماءؒ نے اس کتاب سے بہت سا علمی مواد حاصل کیا ہے۔ ii. **تفسیر الموطا** :- یہ علامہ عبدالملکؒ مالکی کی تصنیف ہے۔جس کا انداز بیان متقدمین علماء کی طرح مختصر۔مگر جامع ہے۔ iii. **الاستذکار** :- یہ علامہ ابن عبدالبرؒ مالکی کی تالیف ہے۔ iv. **تنویر الحوالك** :- یہ علامہ جلال الدینؒ سیوطی کی ایک عمدہ کاوش ہے۔

v **المحلی باسرار الموطا** :- یہ علامہ سلام اللہؒ دھلوی کی تالیف ہے۔جو حضرت الشیخ شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔ vi. **المسوی** :- یہ شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ کی تصنیف ہے۔

vii. **المصفی** :- یہ بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی تالیف ہے۔جو فارسی زبان میں تحریر کی گئی ہے۔

۲۳۔ **شرف افضیلت** :- حضرات محدثین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اصح الکتب کا اعزاز صحیح بخاری کو حاصل ہے یا موطا شریف کو ؟ ۔

جمہور محدثینؒ کے نزدیک اصح الکتب کا مصداق صحیح بخاری ہے۔اور درجۂ **اولیت** صحیح بخاری ہی کو حاصل ہے

اہل تحقیق کی رائے یہ ہے کہ موطا شریف صحت میں صحیح بخاری سے افضل ہے۔

اہل فن کے ہاں پہلا قول راجح ہے۔کیونکہ i. **موطا شریف** میں مراسیل 'بلاغات اور منقطع احادیث بکثرت موجود ہیں۔جو یقیناً **اولیت** کے منافی ہیں۔

ii. **موطا شریف** پر اصح الکتب کا اطلاق سادات علماءؒ و محدثینؒ نے اس زمانہ میں کیا۔جس زمانہ میں صحیح بخاریؒ تالیف نہ ہوئی تھی۔

حالات امام محمدؒ

۱۔ **نام** :- محمدؒ ۲۔ **معروف نام** : امام محمدؒ

۳۔ **کنیت** :- ابوعبداللہ ٤۔ **لقب** : الامام الحافظ المجتهد الربانی

۵۔ **نسب** :- محمدؒ بن حسنؒ بن فرقد۔ محمدؒ بن حسنؒ بن عبداللہ کی روایت شاذ ہے، درست نہیں۔

٦۔ **نسبت** :- الشیبانی : الکوفی ۔ نسبت شیبانی کے بارے میں دو (۲) آراء ہیں :

i. شیبان عرب کا ایک معروف قبیلہ ہے۔ اسی قبیلہ سے نسبی تعلق کے سبب آپ **شیبانی** کہلائے۔

ii. قبیلہ شیبان کی طرف امام صاحب کی نسبت، نسبت ولائی ہے۔ کیونکہ آپ کے والد بنوشیبان کے غلام تھے۔

کوفی : آپؒ سکونت، تعلیم اور درس و تدریس کے حوالے سے **کوفی** کہلائے۔

۷۔ **ولادت** :- حضرت امام محمد کی ولادت بمقام واسط 132ھ میں ہوئی۔

بعض سادات مؤرخینؒ نے سن ولادت 135ھ بیان کیا ہے۔ جو مرجوح ہے۔

۸۔ **وفات** :- آپ کی وفات 189ھ میں بعمر ستاون (۵۷) سال بمقام ری ہوئی۔ آپؒ کے وصال کے دو (۲) یوم بعد امام کسائی بمقام ری فوت ہوئے۔ جس پر ہارون رشیدؒ بادشاہ نے کہا : دفن بالری الفقه و اللغة ہم مقام ری میں **حدیث و فقہ اور ادب کے ائمہ کو تہ خاک** دفنا کے تہی دامن لوٹ رہے ہیں

۹۔ **اساتذہ** :- امام محمدؒ نے حدیث، فقہ، کلام، لغت اور عربیت کے مشہور ائمہؒ سے اکتساب فیض کیا۔ جن میں سے نہایت مقتدا شخصیات یہ ہیں : i. **رئیس الفقہاء سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ**

ii. **امام المحدثین امام مالکؒ** iii. **امام سفیان ثوریؒ**

iv. **سیدنا امام اوزاعیؒ** v. **قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ**

vi. **سیدنا مسعر بن کدامؒ** vii. **علامہ عمرو بن دینارؒ**

viii. **سیدنا زمعہ بن صالحؒ** ix. **سیدنا بکیر بن عامرؒ**

x. **امام سفیان بن عیینہ مکیؒ** xi. **سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ**

۱۰۔ تلامذہ :- امام محمدؒ چونکہ حدیث، فقہ، لغت اور عربیت کے مستند اور مسلّم امام تھے۔ اس لئے اطراف عالم سے تشنگان علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے حسب منشا فیض پاتے۔ چند مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں :

i. **امام الامصار امام شافعیؒ** ۔ آپؒ حدیث وفقہ کے مسلّم امام ہیں۔ فقہ شافعی کے مبدأ ہیں۔

ii. **امام ابو سلیمان جوزجانیؒ** ۔ آپ مؤلفین صحاح ستہ کے استاد ہیں اور صحاح ستہ میں دو تہائی احادیث وروایات آپؒ ہی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ مروی ہیں۔ یوں صحاحِ ستہ حضرات حنفیہ کا علمی ودرسی فیضان ہے

iii. **علامہ ہشام رازیؒ** iv. **محدث قاسم بن سلامؒ** ۔ آپ امام اور معروف مجتہد ہیں۔ تمام سادات مصنفین صحاحِ ستہ کے استاد ہیں۔

v. **امام ابو حفص کبیرؒ** ۔ ان سے امام بخاریؒ اور دیگر بہت سے محدثین نے فقہ حنفی کے اصول وجزئیات کا علم حاصل کیا۔ یوں امام محمدؒ، امام بخاریؒ کے دادا استاد اور امام اعظمؒ پردادا استاد ہیں۔

vi. **سیدنا علی بن مسلم طوسیؒ** vii. **سیدنا خلف بن ایوبؒ** ۔

۱۱۔ حالات زندگی :- امام محمدؒ کے آباؤاجداد دمشق کے قریب حرستہ نامی ایک گاؤں (ملک شام) میں سالہا سال تک سکونت پذیر رہے۔ آپ کے والد سیدنا حسنؒ نے عراق کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہیں امام محمدؒ پیدا ہوئے۔ یہیں بچپن، لڑکپن اور آغاز شباب کے حسین وپر بہار ایام گذارے۔

i. **بچپن** :- امام محمدؒ نے ابتدائی بیس (۲۰) سال کوفہ میں گزارے۔ آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز کوفہ ہی میں ہوا۔ حرمین شریفین کے بعد کوفہ، بغداد، دمشق اور بصرہ چونکہ علم وفضل کے عظیم مراکز تھے اسلئے تمام علوم متداولہ آپ نے کوفہ ہی کے سادات مشائخ سے حاصل کئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب **رئیس الفقہا، امام المحدثین امام اعظم ابو حنیفہؒ** اپنی خداداد فقہی اور اجتہادی صلاحیتوں سے اہل عرب وعجم کو مستفیض فرما رہے تھے۔ اسی علمی اور روحانی دور کی بابت علم حدیث کے معروف امام سیدنا خلفؒ بن ایوب فرماتے ہیں : **من همه الدين فالكوفة اليه قريبة** (جسے علم دین کے حصول کا فکر ہو اس طالب دین کیلئے شہر کوفہ قریب ہے)

امام محمدؒ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چار (۴) سال تک محو تعلم رہے۔ علوم دینیہ خصوصاً فقہ اور حدیث میں کامل طور پر استفادہ کیا۔ حدیث وفقہ میں خوب مہارت حاصل کی۔ جب

حضرت امام اعظمؒ کا وصال ہوا تو امام محمد کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔

اس کے بعد آپؒ امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور یہیں فقہ حنفی میں تخصص کیا۔

ii **ذھانت** :- امام محمدؒ نے جب پہلی بار حضرت امام اعظمؒ کے درس حدیث میں حاضری دی۔ آپؒ نے فرمایا : محمد ! پہلے قرآن مجید حفظ کریں۔ پھر میرے درس میں حاضر ہوں۔ ابھی سات (۷) دن ہی گزرے تھے کہ دوبارہ امام محمدؒ درس حدیث میں حاضر ہوئے۔ سیدنا امام اعظمؒ نے فرمایا : میں نے آپ کو درس حدیث میں شمولیت سے قبل حفظ قرآن کے بارے کہا تھا۔ نوعمر ذہین بچے محمدؒ نے کہا : بحمداللہ **سات (۷) دنوں میں** میں نے **قرآن مجید حفظ** کرلیا ہے۔ **و لله در الشاب المراهق و البطل الجليل** .

iii **حسن و جمال** :- رب کائنات نے جہاں امام موصوف کو باطنی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہاں آپ ظاہری حسن و جمال سے بھی خوب مالا مال تھے۔ سیدنا امام اعظمؒ نے آپ کے چہرے کی شگفتگی دیکھ کر فرمایا : محمد ! تم دوران درس مسجد میں کسی ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھا کرو تا کہ آپکے ہمعصر ساتھیوں میں نظری اضطراب پیدا نہ ہو۔ سیدنا امام اعظمؒ نے امام محمدؒ کے والد ماجد سے فرمایا : ان کے سر پر استرا پھروا دیں تا کہ خوبصورتی میں کمی ہو جائے جبکہ بال منڈوانے سے امام محمدؒ کے حسن میں مزید نکھار پیدا ہو گیا۔ جس پر علامہ ابونواسؒ نے فی البدیہ فرمایا۔

حلقوا رأسه ليكسوه قبحا   **غيرة منهم عليه و شحا**

كان في وجهه صباح و ليل   **نزعوا ليله و ابقوه صبحا**

iv **علمی سفر** :- سیدنا امام اعظمؒ کے وصال کے بعد امام محمد تحصیل علم حدیث کیلئے مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہاں تین (۳) سال سے زیادہ عرصہ تک سیدنا امام مالک کی خدمت میں رہے۔ ان سے بے شمار احادیث مقدسہ کا سماع کیا۔ جنہیں آپؒ نے **موطا امام محمدؒ** میں نقل کیا ہے۔

v **زھد و تقوی**: امام محمد کا آخری عمر میں یہ معمول تھا کہ آپ **رات کو تین (۳) حصوں میں منقسم** فرماتے پہلے حصہ میں **عبادت**، درمیان میں **نیند** اور آخر میں فقہ و حدیث کا **مطالعہ و تصنیف کتب** اسلئے جہاں آپ حاضرین و معاصرین میں علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز تھے وہاں آپ کی عبادت بھی ضرب المثل تھی امام محمدؒ بن مسلمہ کا قول ہے کہ ایک محدث نے امام محمدؒ سے پوچھا ! آپ سوتے کیوں نہیں ؟ فرمایا :

میں کس طرح سوؤں جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم اہل علم پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔

۱۱۔ **وفور علم :** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے امام محمدؒ کے ہاں قیام کیا میں نماز فجر تک نوافل پڑھتا رہا اور حضرت امامؒ پہلو بدلتے مصروفِ فکر وعلم رہے۔ نماز فجر کی اذان ہونے پر آپ نے باتجدیدِ وضو نماز فجر کی امامت فرمائی۔ مجھے حیرت ہوئی۔ نماز کے بعد میں نے اپنی حیرت کا تذکرہ آپ سے کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا : میں نے آخری پارہ کی تین (۳) سورتوں سے ایک ہزار فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ نیز فرمایا : آپ اپنے لئے مصروفِ عمل رہے اور میں پوری امت مسلمہ کیلئے مصروف فکر وعلم رہا۔

امام الہند علامہ پرہارویؒ کی تحقیق میں امام محمدؒ نے جو فقہی مسائل قرآن وحدیث سے استنباط کیے ہیں ان کی تعداد دس لاکھ ستر ہزار ایک سو بیاسی (۱۰۷۰۱۸۲) ہے۔

اس طرح کے ہزاروں حقائق اہل علم سے کتب احادیث و فقہ میں منقول ہیں جن سے امام محمدؒ کے وفورِ علم، تعمق فقاہت اور ازدیادِ معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً آپ تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ کے امام تھے۔

۱۱۱۔ **تدریس وتالیف :** امام محمدؒ بیس (۲۰) سال کی عمر میں مسندِ تدریس پر براجمان ہوئے مرکز علم شہر کوفہ میں آپؒ طالبانِ حدیث وفقہ کو مُسندِ امام اعظمؒ اور مؤطا امام مالکؒ کا درس دیتے۔ آپؒ کے درسِ حدیث میں اس کثرت سے طلباء اور علماء شریک ہوتے کہ آپکے دینی مدرسہ کے مضافاتی راستے بند ہو جاتے۔

علامہ کوثریؒ کی تحقیق میں عالم اسلام کا کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جہاں کے اہل علم افراد نے حضرت امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض نہ کیا ہو۔ نیز امام محمدؒ کی تالیفات کی حیثیت حدیث وفقہ میں مرجع اور ماخذ کی ہے۔ آپؒ کی تالیفات عالم اسلام کیلئے عظیم علمی ذخیرہ اور ملی اثاثہ ہیں۔

۱۲۔ **کرامات و فضائل :** آپ نے علم حدیث کے حصول پر نصف وراثت یعنی پندرہ (۱۵) ہزار درہم خرچ کیئے۔ (۲) امام شافعیؒ کے بقول : امام محمدؒ ولایت وروحانیت میں تمام مقتدر محدثینؒ وعلماء سے والا وبالا ہیں۔ نیز تلاوت قرآن حکیم کے وقت حاضرین وسامعین مجلس یوں محسوس کرتے : کہ قرآن مجید اسی لمحے امام محمد کی تلاوت و قرائت کے مطابق لوح محفوظ سے نازل ہو رہا ہے۔

(۳) امام محمد بعمر بیس (۲۰) سال جامع مسجد کوفہ میں حضرات محدثینؒ کے اجتماعی فیصلے سے استاذ حدیث مقرر ہوئے

(۴) بقول امام ابوعبیدؒ : میں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا عالم امام محمدؒ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

(۵) امام ابورجاءؒ فرماتے ہیں کہ ہم ائمہ حدیث کے ہاں : **دوسری صدی کے ابدال** امام محمدؒ ہیں

(۶) امام حدیث محمُّویہؒ فرماتے ہیں : کہ میں نے بعداز وصال، خواب میں آپ کی زیارت کی۔ کیفیت برزخ کی بابت پوچھا۔ جواب دیا : کہ رحمان ورحیم رب نے فرمایا : اے ابوعبداللہ محمد! ہم نے دنیا میں تجھے علوم نبوت ﷺ کا امین و محافظ بنایا تھا اب آخرت میں نعم جنت و **درجات علیین** عطا کر رہے ہیں۔ امام محمُّویہ فرماتے ہیں : میں نے امام ابویوسفؒ کے بارے سوال کیا۔ جواب دیا : ان کی شان مجھ سے بالا ہے۔ سیدنا امام اعظمؒ کے بارے فرمایا : وہ تو بہت ہی والا و بالا، اعلیٰ علیین اور خلد بریں میں جلوہ افروز ہیں۔

۱۲۔ اصحاب فضل کے تعریفی اقوال :- امام محمدؒ کے معروف ومقتدر تلامذہ، معاصرینؒ اور سادات شیوخ نے امام محمد کو بے پناہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپ تمام اہل علم کے ہاں علم حدیث کے بلند پایہ امام فقہ کے ماہر اور تفسیر، لغت اور عربی ادب کے مستند استاد ہیں۔ چند اقوال درج ذیل ہیں :

i. سیدنا امام شافعیؒ فرماتے ہیں : ما رأیت افصح من محمدؒ بن الحسن .

ii. دوسری روایت میں فرماتے ہیں : ما رأیت اعقل من محمدؒ بن الحسن .
میں نے محمدؒ بن حسن سے زیادہ کسی شخصیت کو فصیح اور ذہین نہیں دیکھا۔

iii. امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے آپ نے فرمایا : اذا کان فی المسئلة قول ثلاثة(۳) لم یسمع مخالفتهم .فقیل له من هم ؟ قال ! ابوحنیفهؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ بن الحسن . فابو حنیفهؒ ابصرهم بالقیاس و ابویوسفؒ ابصر الناس بالآثار و محمدؒ ابصر الناس بالعربیة جس مسئلہ پر تین (۳) ائمہ ھدیٰ متفق ہو جائیں۔ اس میں دوسرے علماء کی بات رد کر دی جائے۔ آپؒ سے سوال ہوا وہ تین ائمہ کون ہیں ؟ فرمایا : **امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ** اور **امام محمدؒ** ۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ فقاہت واجتہاد میں، امام ابویوسفؒ احادیث وآثار میں اور امام محمدؒ عربیت و لغت میں عرب وعجم کے مقتدر علماءؒ ومحدثینؒ سے فائق ہیں

(آج کل کے غیر فقیہ، غیر مقلدوں اور نامعقول علاّموں کیلئے امام عزیمت وحدیث کا یہ فرمان دعوة ہدایت ہے)

iv. سیدنا یحیٰ بن صالحؒ فرماتے ہیں : امام محمدؒ امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

۷ امام احمدؒ بن حنبل سے پوچھا گیا آپ نے مسائل فقہیہ کہاں سے سیکھے ؟ فرمایا : امام محمدؒ کی کتابوں سے
ایک روایت میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں : ابھم من الملنکة محمد فی فقھه و الکسائیؒ فی نحوہ و الاصمعیؒ فی شعرہ ۔ نیز سیدنا امام شافعیؒ نے فرمایا : امن الناس فی الفقه محمد بن الحسن
کہ فقاہت و درایت میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمدؒ کا ہے۔ حافظ سمعانیؒ نے امام شافعیؒ کے یہ الفاظ
اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں : اعاننی اللّٰه برجلین بابن عیینة فی الحدیث و بمحمد فی الفقه
امام ذہبیؒ لکھتے ہیں : کان من البحور علما و فقھا ۔ کہ علم وفقاہت میں امام محمدؒ بحرِ بےکراں تھے

۱۴۔ تعداد احادیث :۔ مؤطا امام محمدؒ میں کل احادیث کی تعداد ایک ہزار ایک سو اسی (۱۱۸۰) ہے جن میں سے ایک ہزار پانچ احادیث (۱۰۰۵) سیدنا امام مالکؒ سے ' تیرہ (۱۳) امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ' چار (٤) سیدنا امام ابو یوسفؒ سے اور ایک سو اٹھاون (۱۵۸) احادیث ، دیگر محدثینؒ سے مروی ہیں۔

۱۵۔ تصانیف :۔ مؤرخینؒ نے تصانیف کی تعداد ۹۹۹ بیان کی ہے جن میں سے زیادہ تر تصانیف فقہ حنفی کیلئے اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ متاخرین فقہاءؒ نے ان کتب سے بہت حد تک استفادہ کیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے

i. **موطا امام محمدؒ** : یہی کتاب حدیث ' جس کا ذکر خیر اور بیان عظمت جاری ہے۔

ii. **کتاب الاثار** :۔ فن حدیث میں آپکی یہ دوسری تالیف ہے جس میں سات سو اٹھارہ (۷۱۸) اثار اور ایک سو چھ (۱۰۶) احادیث ہیں۔ آثار کی کثرت کے سبب کتاب کا نام **کتاب الاثار** ہی معروف ہوا۔

iii. **مبسوط** :۔ یہ امام محمدؒ کی سب سے زیادہ ضخیم تصنیف ہے۔ جو چھ (٦) جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں گیارہ ہزار (۱۱۰۰۰) کے قریب مسائل فقہیہ مذکور ہیں۔ اسے کتاب الاصل بھی کہتے ہیں۔

iv. **جامع کبیر** :۔ حضرت امام محمدؒ کی علم فقہ میں یہ دوسری (۲) کتاب ہے۔ جس میں فقہی مسائل کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ سادات متاخرینؒ نے اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے اسکی شروح پچاس (۵۰) کے قریب تالیف کی گئی ہیں۔ فقہاء نے اصول فقہ کے زیادہ تر مسائل اسی سے اخذ کئے ہیں۔

v. **جامع صغیر** :۔ یہ بھی فقہ کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک اہم تالیف ہے اور اس میں مرقومہ ایک ہزار پانچ سو بتیس (۱۵۳۲) مسائل کو احادیث نبویہ ﷺ اور فرامین صحابہؓ سے مؤید کیا گیا ہے۔ نیز یہ

کتاب عالم اسلام کے اکثر دینی مدارس اور تعلیمی یونیورسٹیوں میں اب تک شامل نصاب رہی ہے۔

vi. **سیر کبیر** :- اس کتاب میں مغازی، سیر، جہاد اور صلح کے مسائل تالیف کئے گئے ہیں۔ سادات فقہاءؒ ومحدثینؒ کے نزدیک اس موضوع پر اس سے عمدہ کتاب نہ ہی تالیف کی گئی ہے۔ اور نہ ہی منظر عام پر آئی ہے۔ امام حدیث وفقہ امام سرخسیؒ نے بہت ہی اچھے انداز میں اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔

vii. **سیر صغیر** viii. **زیادات** : یہ دونوں (۲) کتب سیر اور مغازی ہی کے موضوع پر تالیف کی گئی ہیں۔ معروف امام حدیث امام اوزاعیؒ نے ان دونوں کتب کی بہت تعریف کی ہے۔

مبسوط سے **زیادات** تک کی چھ (۶) کتب فقہ حنفی میں ظاھر الروایہ کے عنوان سے نقل کی جاتی ہیں۔

ix. **کتاب الحج** x. **کتاب الحیل** xi. **کتاب النوادر** ۔

۱۶۔ موطاین میں موازنہ :- امام مالکؒ سے موطا کے ناقلین کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) سے زائد ہے۔ لیکن دنیائے علم وفضل اور دینی و تدریسی حلقوں میں اس وقت صرف دو (۲) نسخے مشہور ہیں :

i. یحیٰ بن یحیٰ مصمودی کا نسخہ جو **موطا امام مالکؒ** کے نام سے مشہور ہے۔

ii. نسخہ امام محمدؒ بن الحسن جسے **موطا امام محمدؒ** کہا جاتا ہے۔

اس نسخہ کو مندرجہ ذیل متعدد وجوہ سے **موطا امام مالکؒ** پر فوقیت حاصل ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ امام محمدؒ بالاجماع یحیٰؒ بن یحیٰ سے فن حدیث اور علم فقہ میں اوثق اور ارجح ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبیؒ کا فرمان گزرا کان الامام محمدؒ من البحور ۔ نیز فرماتے ہیں وکان قویا فیما روی عن مالکؒ

۲۔ امام محمدؒ امام مالک کی خدمت میں تین (۳) سال سے زائد عرصہ تک رہے۔ جب کہ امام یحیٰ امام مالک کی خدمت میں اُس سال حاضر ہوئے۔ جو آپ کا سن وصال ہے۔ یقیناً طویل الصحبہ راوی کی روایات قلیل الصحبہ ناقل سے راجح اور قوی ہیں۔

۳۔ امام محمدؒ نے موطا کی تمام احادیث کو براہ راست امام مالکؒ سے سنا ہے اسی لئے وہ **موطا امام محمدؒ** میں امام مالکؒ سے روایت کرتے ہوئے اخبرنا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں جبکہ امام یحیٰؒ موطا کا کامل طور پر بلا واسطہ سماع نہ کر سکے۔ جیسا کہ اعتکاف کے بعض ابواب وغیرہ۔ اسلئے وہ ایسے مواقع پر عن مالکؒ کا کلمہ استعمال

فرماتے ہیں۔ ۴۔ علماء جرح وتعدیل کے نزدیک موطا کے متعدد مقامات پر امام یحیٰؒ کو نقل روایات میں غلطی لگی ہے اس لئے بعض محدثینؒ نے لکھا ہے : قلیل الحدیث وله اوهام ۔ جب کہ امام محمد بالاجماع کثیر الضبط والاتقان راوئ حدیث ہیں۔

۵۔ موطا امام مالکؒ میں صرف وہ احادیث مروی ہیں جو امام مالکؒ سے منقول ہیں۔ جبکہ **موطا امام محمدؒ** میں حضرات شیخینؒ (سیدنا امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ) اور دیگر سادات محدثینؒ سے روایت شدہ احادیث بھی موجود ہیں۔ یقیناً کثرت احادیث بھی افضلیت کتاب کی علامت ہے۔

۶۔ بعض مقامات پر موطا امام مالکؒ میں ترجمۃ الباب کے ذیل میں نہ ہی کوئی حدیث مرفوع مروی ہے اور نہ ہی کوئی اثر موقوف۔ جبکہ **موطا امام محمدؒ** میں کوئی ترجمۃ الباب بھی حدیث مرفوع یا اثر موقوف سے خالی نہیں۔ یقیناً ترجمۃ الباب کا مؤید بالاحادیث یا بالآثار ہونا۔ ایک (ا) گونہ افضلیت کی دلیل ہے۔

۱۷۔ موطا امام محمدؒ کے نام سے معروف ہونے کی وجہ :- موطا امام محمدؒ میں چونکہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور دوسرے محدثینؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ نیز مسلک حنفیہ کو بالاستیعاب نقل فرماتے ہیں۔ اس لئے کتاب مذکور موطا امام محمدؒ کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۸۔ خصوصیات موطا :- i. **حسن ترتیب** :- موطا امام محمدؒ کی ترتیب نہایت عمدہ ہے۔ طالب علم اور استاذ حدیث کو ترجمہ و حدیث الباب تلاش کرنے میں آسانی رہتی ہے۔

ii. **عدم موضوع** :- موطا شریف میں کوئی حدیث موضوع نہیں۔ البتہ کچھ ضعیف احادیث مذکور ہیں۔ لیکن وہ بھی تعدد اسانید کے سبب حسن لغیرہ کے درجہ میں ہیں۔

iii. **بیان مسلک** :- حدیث الباب کو بیان کرنے کے بعد امام محمدؒ اپنا مسلک بیان فرماتے ہیں نیز اپنے شیخ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے فرمان کو بطور تائید پیش فرماتے ہیں۔

iv. متعدد مقامات پر امام ابراہیم نخعیؒ (جو فقہ حنفی کا مدار ہیں) کا مسلک بھی نقل فرماتے ہیں۔

v. **عدم تکرار** :- موطا شریف میں تکرار احادیث سے اعراض کیا گیا ہے۔

vi. **استیعاب اخبرنا** :- اپنے سادات مشائخ سے احادیث روایت کرتے ہوئے اخبرنا کا

صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔جس سے کتاب کی اہمیت سند کے اعتبار سے مزید بڑھ جاتی ہے۔

vii. اکثر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اسم گرامی کے بعد **والعامة من فقهائنا** کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔ جس سے عراق اور کوفہ کے سادات فقہاءؒ مراد ہوتے ہیں۔ viii. کہیں حضرت امام مالکؒ کا مسلک بھی نقل فرماتے ہیں

ix. موطا امام مالک کی طرح موطا امام محمد میں بھی **بلاغات** خاصے موجود ہیں۔

x. **ینبغی کذا :** فرما کر اس سے کبھی واجب اور سنت مؤکدہ مراد لیتے ہیں۔جیسا کہ **هذا حسن** اور **لایجب** کے کلمات امام محمدؒ کے نزدیک خصوصی معانی پر محمول ہیں۔

۱۹۔ وجہ شہرت نسخۂ یحییٰ :- امام یحییٰ حضرت امام مالکؒ کے وصال کے بعد جب عازم اندلس ہوئے۔تو اندلس کے گورنر نے امام یحیی کو عہدۂ قضا کی پیشکش کی جو آپ نے مسترد کر دی۔ نیز حاکم وقت نے یہ شرط عائد کی کہ قاضی اس عالم وفقیہ کو متعین کیا جائے گا جو امام یحیی کے تلامذہ اور معتمدین میں سے ہوگا۔امام یحییٰ ان تلامذہ کو منصب قضا پر فائز کرواتے جو **موطا** آپ سے سبقاً پڑھ لیتے۔ اس وجہ سے اندلس، مغرب، مراکش اور عرب کے علماء میں اسی نسخہ کو شہرت ملی۔جو بعد میں شاہ ولی اللہؒ کے واسطہ سے برصغیر پاک و ہند میں متعارف ہوا۔

۲۰۔ طبقات فقہاءؒ ومقام امامؒ :- مسائل شرعیہ اور احکام فقہیہ میں علم ونظر اور فکری وقلبی صلاحیتوں کے موافق اپنی خداداد توانائیوں کو صرف اور کھپا دینے میں حضرات فقہاءؒ اور سادات مجتہدینؒ کے سات (۷) طبقات ہیں۔جن میں سے ابتدائی **تین (۳) طبقات** درج ذیل ہیں :

i. وہ ائمہ ھدیٰ اور مرجع فقہ وحدیث جنہوں نے ماخذ دین یعنی قرآن وحدیث، اجماع وآثار، قیاس واستحسان کو مدنظر رکھتے ہوئے قواعد واصول فقہ کو مدون فرمایا۔ نیز ان وضع کردہ اصول وکلیات کے پیش نظر امت مسلمہ کی ھدایت ورہنمائی کیلئے زندگی کے تمام مراحل وشعبہ جات میں، قدم بہ قدم پیش آمدہ جزئیات وفروع کی شرعی حیثیت متعین فرمائی۔ یہاں تک کہ سفر زندگی میں اگر افراد بنی آدم کو اجتماعی یا انفرادی زندگی میں، کسی لمحہ کوئی مشکل کبھی پیش آئی تو اس کا حل ان جزئیات و قواعد میں علی وجہ الاتم موجود ہے۔ یہ ائمہ **"سراج الامه امام اعظمؒ ابوحنیفه"۔ "امام دار الهجرة امام مالکؒ" "امام شریعه امام شافعیؒ"۔ "امام عزیمت امام احمدبن حنبل"** ہیں۔ یہ ائمہ ھدیٰ : **مجتهد فی الشرع** اور **مجتهد**

مطلق کے القابات سے یاد کیے جاتے ہیں۔

ii. وہ ائمہ علم وحکمت جو اصول فقہ وحدیث میں تو کسی امام مذکور کے مقلد ہوتے ہیں۔لیکن مسائل فروعیہ میں بعض اوقات اپنے امام کے قول کی موافقت نہیں فرماتے بلکہ اپنے امام کے وضع کردہ اصول وکلیات کے پیش نظر بعض مسائل میں ان کی ذاتی رائے کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اور وہ کچھ فروعی احکام میں اپنے شیخ وامام کے مقلد نہیں رہتے۔ جیسے **امام الفقه والقضا، امام ابو یوسف**ؒ ، **امام الحدیث والاثار امام محمد**ؒ **امام الحکمت والقیاس امام زفر**ؒ ۔ یہ حضرات **مجتهد فی المذهب** ہیں۔ سیدنا امام محمدؒ سادات مجتہدین کے اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

iii. وہ ائمہ رشد وہدایت جو اپنے امام ومتبوع کے بیان کردہ اصول وجزئیات کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اپنے مقتداء وپیشوا کے فرمودہ فرامین کے مطابق تاحیات خود بھی قائل وعامل رہتے ہیں ۔ اور امت مسلمہ کو بھی انہی کی پیشوائی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔البتہ وہ مسائل جن میں کوئی واضح اور صریح حکم امام موصوف کی جانب سے نہ ہو۔ تو یہ ائمہ ایسے مسائل کی حضرت امام کے وضع کردہ اصول وکلیات کی روشنی میں تخریج فرماتے ہیں۔ جیسے **امام طحاوی**ؒ ، **امام سرخسی**ؒ ، **امام خصاف**ؒ ، **امام کرخی**ؒ اور **شمس الائمه امام حلوانی**ؒ یہ مقتدر ائمہ **مجتهد فی المسائل** کے نام سے موسوم ہیں۔

۲۱۔ اصطلاحات خاصه :- امام محمدؒ موطا میں نقل احادیث کے بعد اپنی رائے بیان فرماتے ہوئے عموماً پانچ (۵) طرح کے کلمات استعمال فرماتے ہیں : (۱) هذا حسن (۲) هذا جميل (۳) هذا مستحسن (۴) لا بأس به (۵) ينبغي كذا ۔ یہ کلمات امام محمدؒ کے نزدیک خصوصی معانی پر محمول ہیں تفصیل درج ذیل ہے : امام محمدؒ حسن ، جميل یا مستحسن فرما کر وجوب کی نفی فرماتے ہیں اس پر دلیل امام محمد کا یہ فرمان ہے کہ هذا حسن و ليس بواجب یعنی جو عمل احادیث بالا سے ثابت ہو رہا ہے وہ واجب نہیں۔ بلکہ حسن، جمیل یا مستحسن (سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ یا مستحب) ہے۔

لابأس به : اس جملہ سے مسئلہ الباب کے جواز کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔جبکہ متاخرین فقہاء کے ہاں اس جملہ کا استعمال کراہت تنزیہی کیلئے ہے۔

ينبغي كذا : یہ جملہ سنت مؤکدہ اور وجوب کیلئے امام محمدؒ استعمال فرماتے ہیں۔

حالات امام بخاریؒ

۱۔ **نام** : محمدؒ ۲۔ **معروف نام** : امام بخاریؒ

۳۔ **کنیت** : ابوعبداللہؒ

۴۔ **نسب** : محمدؒ بن اسماعیلؒ بن ابراہیمؒ بن مغیرہؒ بن بردزبہ بن بذ ذبہ۔

۵۔ **خاندانی تعارف** :- امام بخاریؒ کے مورث اعلیٰ سکڑ دادا جناب **بردزبہ** اور انکے آباؤ اجداد مجوسی مذہب کے پیروکار (آتش پرست) تھے۔ پارسی خاندان سے ان افراد کا تعلق تھا۔ فارس (ایرانی) حکومت کے اہم عہدوں پر یہ لوگ متعین رہے۔ اور ان سب کی موت **پارسی دین** (آتش پرستی) پر ہوئی۔

بردزبہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''کاشتکار اور زمینی کارندے'' کے ہیں۔

بردزبہ کے بیٹے حضرت **مغیرہؒ** اس خاندان کے پہلے فرد ہیں جو بخارا کے گورنر حضرت یمان جعفیؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اہل تاریخ نے حضرت **مغیرہؒ** کے حالات سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

حضرت مغیرہؒ کے فرزند حضرت **ابراھیمؒ** ایک سادہ لوح کاشتکار مسلمان تھے۔ اہل بخارا کی اصلاح و تربیت میں حضرت ابراہیم کا ایک غیر معمولی کردار ہے۔ تفصیلی حالات سے کتب تاریخ خاموش ہیں۔

حضرت ابراہیمؒ کے فرزند ارجمند اور امام بخاریؒ کے والد بزرگوار **امام اسماعیلؒ** دوسری صدی ہجری کے معروف محدث وفقیہ تھے۔ مالی طور پر نہایت مستحکم تھے۔ حدیث وفقہ کے طلباء و اساتذہ کیلئے آپ کا روحانی و مادی دسترخوان ہر آن بچھا رہتا تھا۔ امام ابن حبانؒ نے امام اسماعیل کو طبقہ رابعہ کے مشہور محدثین میں شمار کیا ہے۔

آپ نے امام مالکؒ اور امام حمادؒ سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ آپ معروف حنفی فقیہ ومحدث امام عبداللہ بن مبارکؒ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اور حضرت امام کی شفقت ولطف کو اپنے لئے علمی و عملی حوالے سے عظیم سرمایہ فرمایا کرتے تھے۔ علامہ احمد بن حفصؒ راوی ہیں کہ میں **امام اسماعیل** کی خدمت میں حالت نزع کے وقت زیارت وعیادت کیلئے حاضر ہوا۔ آپ فرمارہے تھے : **لا اعلم فی جمیع مالی درھما من شبھة** ۔ کہ میرے رزق میں ایک پائی بھی مشکوک ومشتبہ مال کی نہیں۔ اس شان ولایت کے اظہار وسماع پر علامہ احمدؒ بن حفص

فرمانے لگے مجھے اپنی علمی وروحانی حیثیت **امام اسماعیل** کے تقوی وولایت کے سامنے بہت معمولی کمتر معلوم ہونے لگی

۶۔ **نسبت**:- امام بخاریؒ کی دو (۲) نسبتیں اہل علم میں معروف ہیں :

(i) **بخاری** بخارا کے مشہور تاریخی شہر میں ولادت کے سبب آپ **بخاری** کہلائے۔

(ii) **جعفی** امام بخاریؒ کے جدامجد حضرت مغیرہؒ بخارا کے پہلے مسلمان گورنر جناب یمان جعفی کے دست حق پرست پر اسلام لائے۔اس نسبت ولائی کے سبب امام بخاریؒ اور آپ کا تمام خاندان **جعفی** کہلایا۔ اہل عرب کا نومسلموں کے بارے میں یہ دستور تھا۔کہ جوفرد جس مسلمان کے ہاتھ پر اسلامی **بیعت** کرتا اس نو مسلم کو اسی شیخ کے قبیلے کی طرف منسوب کردیتے تھے۔

۷۔ **لقب** : علم حدیث کے شیوخ اور ائمہؒ نے کتب احادیث میں امام بخاری کو تین (۳) عظیم الشان القابات سے یاد فرمایا ہے (i) **امیر المومنین فی الحدیث** (ii) **ناصر الاحادیث النبویہ ﷺ** (iii) **ناشر المواریث المحمدیہ ﷺ**۔

۸۔ **ولادت** : امام بخاریؒ بروز جمعہ تیرہ (۱۳) شوال ۱۹۴ھ بمطابق 19 جولائی 809ء بعداز نماز جمعہ ، بمقام بخارا پیدا ہوئے۔

۹۔ **وفات** : امام بخاریؒ نے **بعمر** ۶۲ سال یکم شوال ۲۵۶ھ بمطابق 31 اگست 870ء عیدالفطر سنیچر کی رات بعداز نماز عشاء بمقام خرتنگ (یہ سمرقند کے مضافات میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے) وصال فرمایا۔ ایک محدثؒ نے حضرت امامؒ کی تاریخ ولادت، تاریخ وفات اور مدت عمر کو ایک شعر میں یوں نظم فرمایا ہے :

میلاده صدق و مدة عمره فیها حمید و انقضیٰ فی نور

عیدالفطر کے دن بعداز نماز ظہر آپ کی تدفین ہوئی۔ علامہ غالبؒ بن جبرائیل تدفین کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : و وضعناه فی حفرته فاح من تراب قبره رائحة طيبة كالمسك.

کہ امام بخاری کی قبر مبارک سے کستوری جیسی خوشبو اٹھی اور ہم شرکاء تدفین نے محسوس کی۔

علماء تاریخ روایت کرتے ہیں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بخارا، تاشقند، سمرقند اور ماوراء النہر کے باسی عرصہ دراز تک شادی بیاہ اور دیگر دلربا تقریبات میں خوشبو کیلئے امام بخاریؒ کے مرقد مبارک سے مٹی لے جایا کرتے

تھے۔ یہاں تک کہ حضرات علماءؒ کے مشورے سے امام بخاری کی مزار پرانوار کے اردگرد لکڑی کی چاردیواری بنادی گئی جوآج مقبرے کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ جبکہ روحانی وعلمی اولاد شمار سے باہر ہے۔

۱۰۔ اسماء شیوخ:- امام بخاریؒ نے ایک ہزار (۱۰۰۰) سے زائد حضرات محدثینؒ اور سادات فقہاءؒ سے قرآن وسنت کا علم حاصل کیا۔ امام بخاریؒ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) اساتذہ کرام سے احادیث مقدسہ کو روایت کیا ہے۔ نیز حضرت امام نے 205ھ سے 215ھ تک علوم متداولہ اور علم حدیث کے حصول وسماع کیلئے کئی غیر ملکی سفر فرمائے۔ جن میں ملک مصر اور شام دو (۲) مرتبہ، عراق، بصرہ وکوفہ چار (۴) مرتبہ اور حجاز مقدس میں ایک مرتبہ آپ تشریف لے گئے۔ چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں

i. **سیدناامام احمد بن حنبلؒ**
ii. **سیدناامام یحی بن معین حنفیؒ**
iii. **سیدناامام علی بن مدینیؒ**
iv. **امام اسحاق بن راھویہؒ**
v. **امام قتیبہ بن سعیدؒ**
vi. **علامہ یحی بن یحی نیشا پوریؒ**
vii. **علامہ عبداللہ بن رجابصریؒ**
viii. **علامہ مکی بن ابراھیم بلخیؒ**
ix. **علامہ محمدبن عیسیٰ بغدادیؒ**
x. **علامہ خلاد بن یحیٰ کوفیؒ**

۱۱۔ اسماء تلامذہ:- امام بخاریؒ سے ان گنت علماء، فقہاءؒ اور محدثینؒ نے صحیح بخاری کا سماع فرمایا ہے عالم اسلام کے تمام ممالک سے لاتعداد محدثینؒ حضرت امامؒ کے درس میں شامل ہوتے اور آپ سے احادیث مقدسہ کو روایت اور نقل کرنے کی اجازت لیتے۔ جن کی تعداد نوے (۹۰) ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔

چند مشہور و صاحب تصنیف سادات محدثینؒ وفقہاءؒ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

i. **امام مسلمؒ بن حجاج**
ii. **امام ابو عیسی ترمذیؒ**
iii. **امام احمد نسائیؒ**
iv. **امام ابو زرعہ رازیؒ**
v. **امام ابن خزیمہؒ**
vi. **علامہ ابو حاتم رازیؒ**
vii. **علامہ ابو القاسم بغویؒ** ۔

نیز عالم اسلام میں موجود صحیح بخاری کے متعدد نسخوں کے ناقلین حضرات ۔ جن کی تعداد بارہ (۱۲) ہے۔

۱۲۔ حلیہ :- سیدنا امام بخاریؒ درمیانہ قد وقامت، نحیف جسم اور نورانی چہرے کی حامل شخصیت تھے۔ داڑھی مبارک گنجان تھی۔ معاشرتی زندگی انتہائی سادہ اور بودو باش میں نہایت صفائی پسند تھے۔ چہرہ انور کو دیکھتے ہی انسانی نگاہ ادب وعقیدت اور عشق ومحبت سے جھک جاتی تھی۔ دستر خوان نہایت وسیع تھا اور سخاوت خاندانی ورثہ میں آپ کو ملی تھی۔ بعض شراح حدیث نے لکھا ہے کہ امام بخاری پیدائشی نابینا تھے۔ جو درست نہیں بلکہ بچپن میں بعمر پانچ (۵) سال آپ کی بینائی ختم ہوئی۔ والدہ ماجدہ کی دعاء سے آپ بینا ہوئے (تفصیل آ رہی ہے)

۱۳۔ مسلک :- احادیث مقدسہ کو نقل اور جمع کرنے میں امام بخاری کا نام نامی حضرات محدثینؒ میں نہایت ممتاز اور گراں قدر ہے۔ البتہ اجتہاد وفقاہت میں حضرات علماءؒ نے درج ذیل دو (۲) آراء قائم فرمائی ہیں :

i. **مقلد** :- اکثر علماءؒ نے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد لکھا ہے اور حضرات شوافع نے حضرت امام کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کے بہت سے تراجم فقہ شافعی ہی کی تائید کرتے ہیں۔ نیز امام بخاریؒ کے کچھ اساتذہ بھی شافعی المسلک ہیں۔ بعض اہل تحقیق نے امام بخاری کو **حنفی فقیہ و محدث** بتلایا ہے۔ اور اپنی تائید میں ان بہت سے مسائل فتاوی اور تراجم کو پیش فرمایا ہے جن میں سادات احنافؒ اور امام بخاری کی رائے ایک ہے۔ ایسے یک رائی اصول وجزئیات کی تعداد دو (۲) رائی مسائل سے کہیں زیادہ ہے نیز امام بخاریؒ کے معروف اساتذہ میں دو تہائی سے زائد اساتذہ، امام اعظمؒ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں **یا** ان معروف محدثین کا مسلک وہی مسلک احق ہے جسے مسلک حنفیہ سمجھا اور کہا جاتا ہے۔

ii. **مجتہد** :- متاخرین کے ہاں امام بخاریؒ مسائل فقہیہ میں درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ مسائل مستنبطہ میں فقیہانہ اجتہاد سے کام لیتے ہیں۔ معروف مقولہ ہے : **فقه البخاری فی تراجمه۔**

احقر کے نزدیک حضرت امامؒ مسائل فقہیہ میں بخارا وسمرقند کے لاکھوں اولوالعزم علماءؒ ومحدثین کی طرح فقہ حنفی کے متبع ومقلد تھے۔ جیسا کہ آج تک کا یہ علاقہ اور سلطنت فارس وروس کا یہ عظیم خطہ فقہ حنفی کا مرکز ومستقر ہے۔ البتہ روایت احادیث اور روایت کردہ احادیث کے تراجم وابواب میں آپ اجتہادی تفرد فرماتے رہتے تھے۔ جسے حضرات محدثینؒ اور فقہاءؒ میں سے کسی ایک نے نہ حضرت امامؒ کے زمانہ میں قبول کیا اور نہ ہی ان تیرہ صدیوں میں کسی فقیہ اور صاحب درایت محدث وعالم نے اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت امامؒ کے تلامذہ میں امام مسلمؒ امام ترمذیؒ

اور امام نسائی نے اپنی اپنی کتب میں (احادیث مقدسہ کے ضمن میں) سادات فقہاءؒ کے اسماء گرامی اور ان کے مسالک کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ تو اس فہرست میں حضرت امام بخاری کا نام نامی کہیں مذکور نہیں۔ لہذا حضرت امام بخاریؒ روایت حدیث اور خدمت حدیث میں تو درجہ اجتہاد وامامت پر فائز ہیں۔ البتہ اسلام کی عملی انفرادی زندگی اور معاشرت کے اجتماعی ضابطہ حیات میں آپ اپنے زمانے کے دیگر معروف اور صاحب تصانیف سادات محدثینؒ وفقہاء کی طرح **فقہ حنفی کے مقلد و** متبع تھے۔

(اس موضوع پر حضرت **مؤلف موصوف کا رسالہ** قابل مطالعہ ہے)

۱۴۔ **علمی وعملی کمالات**:- امام بخاریؒ کی باسٹھ سالہ (۶۲) تاریخ حیات پر نظر ڈالنے سے ایک حقیقت جو ہر ذی شعور عالم وطالب حدیث کے ذہن میں راسخ ہوتی ہے وہ یہ! کہ رب دین اسلام نے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی، وحی غیر متلو کی حفاظت اور محبوب کریم حضور انور ﷺ کے اقوال وافعال کے تحفظ نیز ان کے جمع و تدوین کیلئے امام بخاریؒ کے وجود مسعود کو غیر معمولی حافظہ اور خارق عادت کرامات عطا فرما کر دنیا میں بھیجا جو غیبی طاقت، **حفاظت قرآن** میں آج کے دن تک کارفرما ہے۔ وہی قدرت کاملہ **بیان قرآن** یعنی سنت مطہرہ، سیرت مقدسہ اور احادیث مبارکہ کے تحفظ میں بھی کارفرما ہے۔ یقیناً ان علینا جمعہ و قرآنہ کے تکمیل عہد کے بعد ثم ان علینا بیانہ کا وعدہ بھی وفا ہوا۔ اس ایفائے عہد کیلئے خالق نبوت ورسالت نے جن قدسی صفات ائمہؒ ومحدثین کا انتخاب فرمایا۔ ان میں امام بخاریؒ نامور ہیں۔ اسی لئے امام بخاری کی سیرت پاک از ولادت تا وصال حسین کرامات اور عظیم خرق عادات کا قابل رشک مجموعہ ہے۔

سیدنا امام بخاریؒ اور اسی طرح دیگر سادات محدثینؒ کے علمی وعملی کمالات ہر صاحب بصیرت عارف اور ہر دیدۂ بینا عالم کو یہی درس دے رہے ہیں کہ جس طرح وحی غیر متلو (قرآن مجید) کا نزول رب العالمین کی جانب سے ہے ویسے ہی اس کی حفاظت، اس کا ابلاغ، اس کا بیان، اس کی عملی تصویر اور قیامت تک کی انسانیت کیلئے اس کا تحفظ اور اس پر عمل بھی خالق ارض وسماء کی جانب سے ہے۔ جس کی روشن دلیل امام بخاری کی درج ذیل تاریخ حیات ہے:

i. **بچپن**: امام بخاریؒ ابھی کم سن تھے کہ آپ کے والد امام اسمٰعیلؒ انتقال فرما گئے۔ آپ کی پرورش آپکے ننھیال میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ ایک نیک سیرت، پارسا طینت مستجاب الادعیہ خاتون تھیں۔ پانچ (۵) سال کی عمر

میں امام بخاری کی بینائی سلب ہوگئی بہت سے معالجین سے علاج کرایا گیا لیکن بینائی سے محرومی رہی۔آپ کی والدہ ماجدہ بر آن دست بدعا رہتیں۔ایک رات سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا دیدار خواب میں نصیب ہوا آپ نے بحالت خواب یہ نوید سنائی : قد رد الله علی ابنک بصره اللہ تبارک وتعالیٰ نے (امام الانبیاء ﷺ کے اقوال وافعال کی حفاظت کیلئے) آپ کے بیٹے (محمد) کی آنکھوں کو بصیرت و بصارت سے نواز دیا ہے۔خواب کی صبح جب امام بخاریؒ بیدار ہوئے آپ بینا تھے۔ اسی روز آپ نے تعلیم کا آغاز کیا۔ابھی آپ کی عمر دس (۱۰) برس کی تھی کہ آپ بخارا کے تعلیمی اداروں سے علوم متداولہ سبقاً پڑھ چکے تھے۔ امام بخاریؒ کا دوران تعلیم ہی قلبی ذہن علم حدیث کی جانب تھا۔اسلئے آپ نے دس (۱۰) سے پندرہ (۱۵) برس کی عمر کے دوران سیدنا عبداللہ بن مبارک حنفی اور امام وکیعؒ کی تمام مؤلفہ حدیث وفقہ کی کتابوں کو یاد کرلیا تھا۔علامہ قسطلانی نے علامہ بیکندیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ کو بچپنہ میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) احادیث یاد تھیں۔ اپنی عمر کے سولھویں (۱۶) سال سے امام بخاریؒ نے مزید احادیث مقدسہ کے حصول کیلئے کئی علمی سفر فرمائے۔ اجمالی خاکہ یوں ہے :

ii. **علمی سفر** :- امام بخاریؒ نے پہلا سفر اپنی والدہ ماجدہؒ اور بھائی علامہ احمد بن اسماعیلؒ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی جانب کیا۔دو سال کے قیام کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔چار (۴) سال تک مدینہ منورہ کے معروف سادات محدثین سے احادیث مقدسہ کا سماع کیا۔نیز اسی قیام کے دوران "قضایا الصحابہؓ والتابعینؒ" اور "التاریخ الکبیر" کو تالیف کیا۔اس سفر کے بعد امام بخاریؒ نے کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، شام اور حرمین شریفین کے کئی اسفار فرمائے۔ تمام اساتذہ حدیث کی زیارت کی اور ان سے احادیث مقدسہ کا عظیم ذخیرہ حاصل کیا جسے کاغذ وقلم میں محفوظ کرنے کی بجائے آپ نے قلب وفکر میں محفوظ فرمایا۔آپ کے اساتذہؒ حضرت امامؒ کے قوت حافظہ اور غیر معمولی ذہانت کے نہ صرف قائل ہوئے۔ بلکہ اس کا اظہار انہوں نے تمام طالبان حدیث کے سامنے کیا۔جس سے امام بخاریؒ کے قوت حافظہ کے واقعات عرب وعجم کی تمام یونیورسٹیوں کے اساتذہؒ وطلباء کے ورد زبان بن گئے۔

iii. **ذهانت و حفظ** :- ایک (۱) روز ملک بخارا کے مشہور استاد حدیث علامہ داخلیؒ نے دوران درس ایک حدیث کی سند یوں بیان کی : حدثنا سفیانؒ عن ابی الزبیرؒ عن ابراهیمؒ ۔ امام بخاریؒ فوراً چونکے اور فرمایا : ان اباالزبیر لم یرو عن ابراهیمؒ کہ حضرت ابوزبیر کا سماع حضرت ابراہیمؒ سے ثابت نہیں۔ علامہ داخلیؒ ناراض

ہوئے اپنی بات پر اصرار کیا لیکن جب اپنے مسودہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا اعتراض درست تھا۔

اب حدیث مذکور کی صحیح سند کیا ہے ؟ تمام طالب حدیث اور خود استاد محترم علامہ داخلی نے امام بخاریؒ سے پوچھا۔ آپ نے فوراً جواب دیا : حدثنا سفیانؒ عن زبیرؒ بن عدی عن ابراھیمؒ ۔ کہ حضرت سفیانؒ کے استاد کا نام امام ابوزبیر نہیں ۔ بلکہ امام زبیرؒ بن عدی ہے ۔ حضرت استاد اور تمام شریک فقہاء و محدثینؒ نے امام بخاریؒ کے قوت حفظ اور تبحر علم کی تحسین فرمائی ۔ جبکہ آپ کی عمر ابھی گیارہ (۱۱) برس کی تھی ۔

سیدنا امام بخاریؒ کے حفظ و ذہانت کی یہ شان تھی کہ جس سند و متن حدیث پر ایک مرتبہ نظر ڈال لیتے یا کسی استاد حدیث سے ایک (۱) مرتبہ متن حدیث کو بمع سند کے سن لیتے تو وہ تادم زیست آپ کو یاد رہتی اور اسے نہ بھول پاتے

اسی سلسلے کا ایک واقعہ حضرات محدثینؒ نقل کرتے ہیں ۔ کہ امام بخاریؒ ملک بصرہ کے اساتذہ حدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ایک یونیورسٹی میں حضرت امامؒ نے سولہ (۱۶) دن تک قیام فرمایا۔ ہزاروں احادیث اساتذہ دار العلوم سے سنیں ۔ تمام طلباء، اساتذہ کی بیان کردہ احادیث مقدسہ کو زیب قرطاس کرتے ۔ لیکن امام بخاریؒ ان احادیث کو لکھنے کی بجائے سن کر ذہن میں محفوظ فرما لیتے ۔ ایک روز اساتذہ اور دار العلوم کے تمام طلباء نے امام بخاریؒ سے درخواست کی : کہ آپ ان سولہ (۱۶) دنوں میں بیان شدہ پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) احادیث مقدسہ کو بمع سند کے روایت فرمائیں ۔ امام بخاریؒ نے ایک ہی نشست میں وہ ہزاروں احادیث متن و سند کے ساتھ بیان کر دیں ۔ جو طالبان حدیث سولہ (۱۶) روز سے اپنے اوراق میں نقل کر رہے تھے ۔

ایسے ہی امام بخاریؒ جب ملک بغداد میں تشریف لائے تو طلباء علم حدیث نے امام بخاریؒ کے قوت حفظ کا امتحان لیتے ہوئے ایک صد احادیث کے متن اور سند کو بدل ڈالا ۔ امام بخاریؒ کو جب وہ احادیث اور ان کی اسناد سنائی گئیں تو آپ نے احادیث مقدسہ کو صحیح متن اور درست سند کے ساتھ بیان فرما کر اپنی خداداد صلاحیت اور قوت حفظ کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح کے متعدد واقعات " کہ امام بخاریؒ نے اساتذہ حدیث اور سادات محدثینؒ کی سند و متن کے حوالے سے اصلاح فرمائی " اس حقیقت کے اعلان و اظہار کیلئے ہیں کہ رب کائنات نے مجھے حفاظت حدیث کیلئے پیدا فرمایا ہے اور میں نے احادیث مقدسہ کو صحیح سند و متن کے ساتھ قیامت تک آنے والے اہل اسلام تک پہنچانا ہے

iv. **زھد و تقوی :-** امام بخاریؒ سال بھر کے عمومی دنوں میں روزے سے رہتے ۔ درس حدیث سے

فارغ ہونے پر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ رمضان المبارک میں روزانہ ایک ختم قرآن کا اہتمام تھا۔ تصور عظمت رسالت ﷺ میں عموماً گریاں رہتے اور عشق رسالت ﷺ کو ایمان کی بنیاد فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی باغیچہ میں نماز ظہر کی سنتوں کی ادائیگی کیلئے قیام فرمایا۔ ایک زنبور (بھڑ) نے آپ کے جسم کو سترہ (۱۷) حصوں پر کاٹا۔ آپ نماز میں مشغول رہے۔ تلامذہ نے عرض کی آپ نے نماز توڑ کر کیوں نہ اس بھڑ کو نکال پھینکا ؟ فرمانے لگے : كنت في سورة احببت ان اتمها ۔ سیدنا امام بخاریؒ کم گو اور انتہائی کم خور تھے۔ چالیس (۴۰) سال تک روٹی اور چاول کو بغیر سالن کے تناول فرمایا۔

v. **سخاوت** :- امام بخاریؒ کی ولادت ایک متمول اور صاحب ثروت خاندان میں ہوئی والد گرامی نے غیر مشتبہ وراثت کثیر مقدار میں چھوڑی۔ آپ اس میں سے یومیہ پانچ سو (۵۰۰) درہم حاجت مندوں میں صدقہ فرماتے۔ اور اس سے کہیں زیادہ طلبہؒ حدیث کی مہمان نوازی، رہائش اور خدمت پر خرچ فرماتے۔

کسی سوالی کو بغیر عطا اور اکرام کے واپسی کی اجازت نہ دیتے۔

vi. **اتباع سنت** : علامہ ابو جعفر محمدؒ بخاری فرماتے ہیں : میں نے بحالت خواب امام موصوف کو دیکھا کہ آپ اتباع نبوت میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے قدم بہ قدم چلے آ رہے ہیں۔ جہاں سے محبوب ﷺ کا قدم اٹھتا ہے وہیں عاشق اپنا قدم رکھ دیتا ہے۔ زمانہ طالب علمی سے وصال تک روزانہ اپنا محاسبہ فرماتے کہ آج کے دن کا کوئی عمل آنحضرت ﷺ کی مبارک سنت کے خلاف تو وقوع پذیر نہیں ہوا۔ کسی شخص کو اتباع سنت کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھتے تو چہرہ انور سرخ ہو جاتا اور فوراً محبت و پیار کے ساتھ اصلاح کی کوشش فرماتے۔

۱۵۔ مصائب بخاری :- بعض علمی مسائل میں حضرات محدثینؒ سے اختلاف کے سبب امام بخاریؒ کو چار (۴) مرتبہ ملک بخارا سے نقل مکانی کرنی پڑی۔

۱. امام بخاریؒ نے دوران درس فتویٰ دیا : کہ دو (۲) سال سے کم عمر بچہ اور بچی اگر ایک ہی بھینس، گائے اونٹنی اور بکری کا دودھ پی لیں تو اس لڑکا اور لڑکی میں **حرمت رضاعت** ثابت ہو جائے گی۔ حضرات محدثینؒ نے اس غیر حکیمانہ فتویٰ کی مخالفت کی۔ جس پر آپؒ اپنے شہر بخارا سے ہجرت فرما گئے۔

احقر کے نزدیک : امام بخاریؒ کی جانب اس فتویٰ کی نسبت یقیناً غلط ہوگی کیونکہ یہ فتویٰ نقلی دلائل اور عقلی

حقائق سے یقیناً نادرست ہے۔ عجیب حیرت ہے کہ میرے دور کے غیر مقلدین اور انکے پیشوا (نامعقول اہلِ قلم) اس نادرست فتوے کے ناقل تو ہیں۔ اس پر عامل نہیں۔ جیالے پن کا صحیح تقاضا یہ ہے کہ اس فتوے پر عمل کیا جائے۔ **یا** عقیدت ومحبت کا رخ ان ائمہ حدیث وفقہ کی جانب کیا جائے جن کی فقاہت، درایت اور علم وحکمت کی عظمت پر ہر زمانے کے جملہ اہلِ علم واھالیانِ اسلام نے مہرِ تقلید واتباع ثبت کر دی ہے۔

ii. **ایمان کے مخلوق اور غیر مخلوق** ہونے میں حضرات محدثینؒ کے مابین اختلاف ہوا۔ امام بخاری ان چند افراد کے ہمراہ تھے جنکے ہاں: ایمان غیر مخلوق ہے۔ جبکہ جمہور محدثینؒ کی رائے ایمان کے مخلوق ہونے کے بارے میں تھی۔ جمہور محدثینؒ اور انکے مقلدین نے امام بخاریؒ کو ملک بخارا چھوڑنے پر مجبور کیا اور آپ وہاں سے ہجرت فرما گئے۔ امام بخاریؒ کی یہ رائے بھی یقیناً تا حال نادرست ہے۔ جیالوں کیلئے حضرت امامؒ کا یہ فرمان یا قابلِ اتباع ہے **یا** صحیح سمت (اہلِ حق) کی جانب **متوجہ** کرنے کیلئے باعث ہدایت۔

iii. **قرآن مجید کے مخلوق اور عدم مخلوق** ہونے پر امام بخاریؒ اور مشہور محدث علامہ محمد ذھلیؒ کے مابین مناظرہ ہوا جسکے سبب حضرت امامؒ ملک بخارا سے کوچ فرما گئے۔ جسکا اجمالی تذکرہ کچھ سطور کے بعد آ رہا ہے۔

iv. بخارا کے گورنر جناب خالد ذھلیؒ نے امام بخاریؒ سے درخواست کی: کہ آپ میری اولاد کی تعلیم و تدریس کیلئے گورنر ہاؤس میں تشریف لائیں۔ امام بخاریؒ نے اس حکم نامے کو **احترام علم کے منافی** سمجھتے ہوئے مسترد کر دیا۔ جس پر بخارا کے گورنر نے آپ کو شہر بدر کر دیا۔

۱۶۔ تالیفات:- صحیح بخاری کے شراحؒ نے درج ذیل تالیفات کا ذکر کیا ہے:

i.	**صحیح بخاریؒ شریف**	ii.	**جزء رفع الیدین**
iii.	**جزء القراءہ**	iv.	**بر الوالدین**
v.	**التاریخ الکبیر**	vi.	**التاریخ الاوسط**
vii.	**التاریخ الصغیر**	viii.	**التفسیر الکبیر**
ix.	**کتاب الضعفاء**	x.	**کتاب العلل**
xi.	**أسامی الصحابه**		

۱۷۔ اهل علم کے تعریفی اقوال۔ امام بخاری کی جلالت شان، تبحر علمی، محدثانہ خدمات اور عشق رسالت ﷺ کے سبب حضرات محدثینؒ، سادات فقہاءؒ اور مقتدر صوفیاء کرامؒ نے درج ذیل تعریفی کلمات سے حضرت امامؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ چند اقوال عالیہ ملاحظہ ہوں :

i مشہور صاحب تصنیف محدث **علامه دارمی**ؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں میں نے ملک حجاز شام، عراق اور بصرہ کے سادات محدثین وفقہاء کی زیارت کی ۔ تمام کے زبانی یہ حقیقت معلوم ہوئی البخاری اعلمنا و افقهنا و اکثرنا طلبا ۔ امام موصوف علم وفضل، روایت ودرایت اور طلب حدیث میں ہم سب کے امام ہیں ۔

ii صاحب صحیح حضرت **امام مسلم**ؒ نے حاضری اور زیارت کے وقت حضرت امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کمال عقیدت سے فرمایا : دعنی اقبل رجلیک یا استاذ الاساتذه و یا سیدالمحدثین کہ آپ مجھے تقبیل قدمین سے سرفراز فرمائیے کیونکہ آپ تمام اساتذہ حدیث کے معلم اور جملہ سادات محدثینؒ کے پیش رو ہیں ۔ (جلیل القدر اہل علم اور رفیع الشان، متبع سنت حضرات مشائخ کی زیارت وملاقات کے وقت قدمین کا بوسہ لینا اور اس کی تمنا کرنا ۔ یہ حضرت امام مسلمؒ اور سادات محدثین کی مبارک سنت ہے ۔ ایسے حسین و پر کیف دلائل کے مطالعہ کے لئے حضرت مؤلف موصوف کا رسالہ : **معمولات مشائخ**ؒ نہایت مفید ہے) ۔

iii معروف محدث **علامه ابن خزیمه**ؒ کا فرمان ہے : ما رایت اعلم بالحدیث من البخاریؒ

iv صاحب جامع ، حضرت **امام ترمذی**ؒ فرماتے ہیں : کہ اسانید اور علل کی معرفت وتحقیق میں تمام سادات محدثینؒ، حضرت امام بخاریؒ کے طفل مکتب ہیں ۔

v **علامه رجاؒ** فرمایا کرتے تھے : فضل البخاری علی العلماء کفضل الرجال علی النساء

vi **علامه** یحی بن جعفر **بیکندی**ؒ فرماتے ہیں : لو قدرت علی ان اهب نصف عمری لفعلت لان موت البخاری موت العالم و موتی کاحد من الرجال ۔ کہ اگر رب قدیر مجھے اپنی نصف عمر ہبہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی آدھی عمر امام بخاریؒ کی نذر کردوں ۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی وفات تمام کائنات کی مردگی ہے ۔ جبکہ میری موت ایک عام کلمہ گو مسلمان کی وفات کی مانند ہے ۔

vii **علامه** عبداللہ بن حماد **ایلی**ؒ فرماتے ہیں : لوددت ان اکون شعرة فی جسد محمد بن

اسماعیل البخاری ۔ (میری انتہاء نگارش یہی ہے کہ میں حضرت امام بخاریؒ کے جسم کا ایک بال ہوتا)۔

حضرت امام بخاری کی عقیدت و محبت میں امام مسلمؒ علامہ یحییٰؒ اور علامہ عبداللہ ایلیؒ کے فرامین غیر مقلدین کیلئے مشعل ادب وعقیدت اور باعث ہدایت ہیں۔ اگر اہل سنت کہلانے ہونے اور بننے کی مبارک تمنا موجود ہو۔

۱۸۔ **بخاری ومحدثین میں تقابلی جائزہ** :- رب کائنات نے امام بخاری کو قوت حافظہ ذہانت وفطانت، روایت و ضبط اور نظر وفکر میں تمام صاحب تالیف متاخرین سادات محدثینؒ پر فوقیت بخشی ہے۔ سلف وخلف کے حضرات علماءؒ اور سادات محدثینؒ نے تیسری (۳) صدی ہجری سے اب تک امام بخاری کو **فن حدیث کا امام** اور سادات محدثین کا امیر تسلیم کیا ہے۔ اسلئے صحیح بخاری کو تمام کتب احادیث پر فوقیت حاصل ہے۔

نیز درج ذیل غیر معمولی اہم اسباب بھی صحیح بخاری کی عظمت وفضیلت پر دال ہیں :

i. سیدنا امام بخاریؒ نے علم حدیث کے تمام اقسام کو خواہ ان کا تعلق عقائد وعبادات سے ہو یا معاملات ومعاشرتی زندگی سے، آداب وتفسیر سے ہو یا غزوات وسیر سے، مناقب وفضائل سے ہو یا فتن وعلامات قیامت سے صحیح بخاری میں جمع فرمایا ہے۔ اس لئے بوجہ احادیث صحیحہ، بخاری شریف کو **صحیح** اور تمام انواع کی احادیث مقدسہ کو تقریباً یکجا کرنے پر **جامع** کا لقب دیا گیا ہے۔ یعنی امام بخاریؒ کی تالیف **صحیح** بھی ہے اور **جامع** بھی۔

ii. امام بخاریؒ حفظ قرآن اور وفور علم کے سبب صحیح بخاری میں **قرآنی آیات**، **آثار صحابہؓ** اور اقوال تابعینؒ کے بھی **ناقل** ہیں۔ جب کہ دیگر محدثینؒ نے صرف احادیث صحیحہ کو نقل فرمایا ہے۔

iii. امام بخاری کا انداز بیان اور ابواب وتراجم کی ترتیب نہایت عمدہ اور خوب ہے۔ یقیناً آپ تمام محدثینؒ کے امام اور تمام اہل سنت سادات علماءؒ و مشائخؒ کے پیش رو ہیں۔

۱۹۔ **کرامات امام** :- خدمت، تحفظ اور جمع احادیث مبارکہ کے طفیل رب کائنات نے امام بخاریؒ کی حیات مقدسہ کو طالبان حدیث کیلئے سراپا کرامت ومکرم بنایا ہے۔ چند معروف کرامات درج ذیل ہیں :

i. بچپن میں **بینائی** کے سلب ہو جانے کے بعد دوبارہ لوٹ آنا۔

ii. دس (۱۰) برس کی عمر میں علم حدیث کے حصول کی بشارت پانا اور **قوت حفظ** کا عطا ہو جانا۔

iii. آپ کا **مستجاب الدعوہ** ہونا ۔ جو دعا فرماتے رب کریم اسے شرف قبولیت بخشتے۔

iv. چالیس (۴۰) برس تک بغیر سالن کے روٹی اور چاول تناول فرمانا۔

v. رمضان المبارک کے ہر دن **قرآن مجید کا ایک ختم** فرمانا۔ افطار کے وقت شرکا مجلس اور طالبان علم حدیث ، خدام و مصاحبین کیلئے دعا کرنا اور دعا کا قبول ہونا۔

vi. وصال سے قبل حضرت امام کا بخارا کے گورنر خالد ذھلی کیلئے **بد دعا** کرنا۔ خالد ذھلی کو ایک ماہ کے اندر نہ صرف امارت سے معزول کیا گیا بلکہ گدھے پر سوار کر کے شہر میں ذلیل و رسوا کیا گیا اور پابند سلاسل کر دیا گیا۔ نیز ان تمام افراد کا انجام بھی برا ہوا جن کیلئے حضرت امامؒ نے دعائے بد فرمائی تھی۔

vii. حضرت امامؒ کے وصال کے وقت سادات محدثینؒ کا بحالت خواب حضور انور ﷺ کی بمع سادات خلفاء کے زیارت کرنا۔ عرض کرنے پر آپ ﷺ کا فرمانا ہم محمدؒ بن اسماعیلؒ بخاری کے **جنازے کا انتظار** کر رہے ہیں

viii. آپ کو جب دفن کیا گیا تو قبر مبارک سے مشک و کستوری کی **خوشبو** آنے لگی۔ کئی برس تک زائرین جاتے اور وہاں سے مٹی لاتے۔ مشہور محدث ابو حفص النصفیؒ فرماتے ہیں کہ زائرین کی بہت سی مقدار میں مٹی لے جانے کے بعد حضرات علماءؒ نے فتویٰ دیا کہ مزار کے اردگرد لکڑی کا چبوترہ بنا دیا جائے تاکہ مٹی کی نقل مکانی کو روکا جا سکے۔

ix. علامہ ابو الفتح سمرقندیؒ ناقل ہیں کہ 464ھ میں بارشیں کم ہوئیں۔ قحط سالی کا سا ساماں بنا۔ حضرات علماء کئی ماہ تک دعائیں کرتے رہے۔ آخر کار ملک سمرقند کے گورنر، قاضی صاحبان اور علماء و عوام حضرت امام بخاریؒ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے دعا کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے **موسلا دھار بارش** برسائی یہاں تک کہ سات (۷) روز تک لوگ خرتنگ اور ملک سمرقند سے تیز ترین بارش کے سبب نکل نہ سکے۔

x. سادات محدثینؒ میں یہ تجربہ معروف ہے کہ صحیح بخاری کا از اول تا آخر ختم ہر نیک مقصد کیلئے مفید ہے۔ سید جمال الدینؒ محدث وقت نے بہت سے اساتذہ حدیث سے نقل کیا ہے کہ ہم نے صحیح بخاری شریف کو متعدد وقائع مسائل، مشکلات اور مہمات میں تلاوت کیا۔ تو ہمیشہ حصول مقاصد اور **رفع حاجات** میں کامیابی نصیب ہوئی۔

xi. علامہ فربریؒ فرماتے ہیں کہ میں امام بخاری کی ملاقات کے ارادے سے چلا مجھے بحالت خواب حضور انور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا کدھر کا ارادہ ہے ؟ میں نے عرض کی : محمد بن اسماعیل بخاری کی ملاقات کا۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا : **انہیں میرا سلام پہنچانا۔**

XII. علامہ محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ کے پیچھے چلنے والوں میں امام بخاری بھی تھے حضرت امامؒ اسی جگہ قدم رکھتے جہاں سے حضور انور ﷺ اپنا **مبارک قدم اٹھاتے**

احقر نے یہ متعدد کرامات غیر مقلد صاحب تصنیف مولوی صاحبان کی کتب سے نقل کی ہیں تا کہ جیالوں کی کھوپڑی سے بدعقیدتی رفع ہو سکے۔ سادات مشائخ اہل سنت اور حضرات اولیاءؒ ملت سے عقیدت و محبت کا سلسلہ جڑ سکے۔ یقیناً اہل سنت اکابر واسلاف، صاحب کرامات بھی تھے اور ان کی زندگی امت مسلمہ کے لئے سراپا رشد و ہدایت بھی تھی۔ رب کائنات روحانی نابیناؤں کو ہدایت و بینائی عطا فرمائیں۔

اس سلسلے میں میرا رسالہ **کرامات محدثینؒ** قابل مطالعہ ہے۔ امید ہے سادات محدثین کی کرامات کو پڑھنے کے بعد نفس کرامت کی حقانیت بھی قلب و نظر میں جاں گزیں ہوگی۔

اور حضرات عارفین کاملینؒ اور سادات مشائخ اہل چشت کی کرامات سے عقیدت و محبت کا تعلق بھی قائم ہوگا۔

صحیح بخاری

۱۔ **نام**: صحیح بخاری ۔ امام بخاریؒ نے اپنی اس عظیم تالیف کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ و سننه و ایامه ﷺ" مقرر فرمایا ہے۔

۲۔ **مدت تالیف**: حضرت امامؒ نے صحیح بخاری شریف کو ۱۶ سال کے طویل دورانیہ میں مکمل فرمایا ہے۔ آغاز تالیف میں آپ نے ممالک اسلامیہ کا سفر فرمایا۔ نامور سادات محدثینؒ سے احادیث مقدسہ کا سماع کیا۔ بصرہ، کوفہ اور حرمین شریفین کے اسفار میں صحیح احادیث کا ابتدائی مسودہ تیار کیا۔ مسجد حرام میں اس مسودہ کی تنقیح فرمائی۔ مدینۃ الرسول ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں حضور انور ﷺ کے **قدمین شریفین میں دوزانو بیٹھکر** صحیح بخاری کے ابواب اور تراجم کو قلمبند فرمایا۔

۳۔ **شان تالیف**: علامہ فربریؒ اپنے شیخ مکرم امام بخاریؒ کے بارے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امامؒ احادیث مقدسہ کو صحیح بخاری میں لکھنے سے قبل احادیث کی صحت کے بارے میں **استخارہ** فرماتے۔ صحت حدیث کے یقین پر دو (۲) رکعت **نوافل شکرانہ** ادا کرتے اور پھر ان احادیث صحیحہ کو اپنی تالیف میں تحریر فرمادیتے۔

٤۔ **سبب تالیف**:۔ حضرات محدثینؒ نے صحیح بخاری کی تالیف کی تین (۳) وجوہ بیان کی ہیں:

i. علامہ اسحاق بن راہویہؒ نے دوران درس اس خواہش کا اظہار فرمایا: کہ طالبان حدیث کیلئے ایک (۱) ایسا **مجموعہ** مرتب کیا جائے جس میں صرف **صحیح احادیث** موجود ہوں امام بخاریؒ نے اپنے شیخ کے اس فرمان کی تکمیل میں صحیح بخاری کو مرتب فرمایا۔

ii. امام بخاریؒ میں **خود یہ داعیہ** پیدا ہوا کہ وہ ایک (۱) ایسی کتاب تالیف فرمائیں۔ جس میں تمام طرح کے عنوانات پر صحیح احادیث موجود ہوں۔

iii. امام بخاریؒ نے **خواب میں حضور انور ﷺ کی زیارت** بایں کیفیت کی کہ وہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہیں۔ ہاتھ میں پنکھا ہے اور وہ پنکھے کے ذریعے کسی چیز کو اڑا رہے ہیں۔ صبح بیدار ہونے پر امام بخاریؒ نے اس خواب کی تعبیر اہل علم سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا: آپ حضور انور ﷺ کی جانب منسوب غلط روایات

اور موضوع احادیث کو اڑا دیں گے ۔ جس پر حضرت امامؒ نے صحیح بخاری کو تالیف فرمایا۔
بعض شراح صحیح بخاریؒ نے خوابی کیفیت کے نقل کرنے میں مکھیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو **احقر کے نزدیک** کسی طرح سے درست نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے خصائص و معجزات میں ہے : کہ مکھی اور مچھر نہ ہی آپ ﷺ کے جسم اطہر کے قریب آ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بحالت بیداری اور بحالت خواب کسی کو اس تکلف کی ضرورت پیش آ سکتی ہے : کہ وہ ان کو آپ ﷺ کے معطر و مطہر بدن سے دور کرے۔

۵۔ **تعداد احادیث** : اختلاف نسخ کے اعتبار سے شراح بخاریؒ نے تعداد احادیث کے بارے میں مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں۔ برصغیر میں موجود رائج الوقت صحیح بخاری کے نسخہ کے بارے میں دو (۲) اقوال معروف ہیں : i. احادیث مرفوعہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچہتر (۷۲۷۵) ہے جن میں سے بعض احادیث کئی بار روایت کی گئی ہیں۔ اگر غیر مکرر احادیث کو شمار کیا جائے تو پھر احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو دو (۲۶۰۲) ہے۔ ii. کل مرفوعہ احادیث سات ہزار تین سو ستانوے (۷۳۹۷) ہیں۔ معلق احادیث ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) ہیں۔ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (۳۴۴) ہے۔ آثار صحابہؓ و تابعینؒ سولہ سو آٹھ (۱۶۰۸) ہیں۔ قول اول کے مطابق صحیح بخاری کی جملہ روایات کی تعداد (۱۰۵۶۸) ہے۔ اور قول ثانی کے مطابق (۱۰۶۹۰) ہے ۔

۶۔ **صحاح ستہ میں صحیح بخاری** : حضرات محدثین کا اس امر پر اجماع ہے : کہ احادیث کی چھ (۶) کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم اصح ترین ہیں۔ نیز صحاح ستہ میں پہلا صحیح ترین مجموعہ صحیح بخاری شریف ہے۔ البتہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے موازنہ میں حضرات محدثینؒ سے تین (۳) اقوال منقول ہیں :

i. سند و متن کی صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا مقام مساوی ہے۔ دونوں صحیح ترین مجموعہ ہیں۔ اور امت مسلمہ کیلئے صحیح ترین احادیث کا خزانہ و ذخیرہ ہیں۔

ii. علامہ قرطبیؒ، علامہ ابن رشد مالکیؒ، علامہ ابن عبدالبرؒ مالکی، مراکش، الجزائر، تیونس اور مغرب کے سادات محدثینؒ اور علماء معتزلہ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے زیادہ اصح قرار دیا ہے۔ اور اسے زیادہ مستند مانا ہے۔

iii. عرب و عجم کے جمہور محدثینؒ نے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت دی ہے۔ حضرات محدثینؒ نے اپنے اقوال

مختلف کو درج ذیل دلائل کے ساتھ مؤید کیا ہے۔ دونوں (۲) طرح کے دلائل اور قول فیصل کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۷۔ صحیحین میں موازنہ و قول فیصل : صحیح مسلم کے صحیح ترین مجموعہ ہونے کے قائلین سادات محدثینؒ و مقتدر فقہاءؒ کے دلائل کچھ اس طرح ہیں :

i **لفظی روایت** امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کو انہی کلمات سے نقل فرمایا ہے۔ جو سادات محدثینؒ نے روایت حدیث کے وقت بیان فرمائے۔ امام مسلمؒ حضرات اساتذہؒ سے کلمات احادیث سنتے اور اسی مجلس میں انہیں صحیح مسلم میں درج فرما کر حضرات اساتذہ کو سنا دیتے۔ جب کہ امام بخاریؒ نے اپنے سماع اور قوت حفظ کے مطابق سادات اساتذہ کی روایات کو صحیح بخاری میں نقل فرمایا ہے۔ یقیناً اساتذہ کا سماع اور تائید وجہ ترجیح ہے۔

ii **احتیاط :** سیدنا امام مسلمؒ نے سند حدیث میں حدثنا اور اخبرنا کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ جب کہ امام بخاریؒ نے بغیر تفریق کے احادیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

iii **حسن ترتیب :** سیدنا امام مسلمؒ نے ایک (۱) عنوان کی تمام احادیث کو اختلاف سند کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ جب کہ صحیح بخاری میں یہ خوبی نہیں۔

iv **مجموعہ احادیث :** صحیح مسلم میں صرف احادیث مرفوعہ صحیحہ کو جمع کیا گیا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ ساتھ، آثار صحابہؓ و تابعینؒ اور بغیر سند کے احادیث مرفوعہ کو روایت کر دیا گیا ہے۔ یقیناً وہ کتاب صحت کے اعتبار سے اصح ہے۔ جس میں صحیح سند کا التزام کیا گیا ہو۔

v **فرامین محدثینؒ :** معروف محدث سیدنا امام ابوعلی نیشاپوریؒ اور کئی سادات محدثین کا اجماعی فرمان ہے : کہ اللہ کی دھرتی پر صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب حدیث' صحیح ترین نہیں ۔ اور صحاح ستہ میں صحیح مسلم اصح ترین ہے۔ علماء افریقہ و یورپ نے سادات محدثینؒ کے اس فرمان کی تائید و تصدیق فرمائی ہے۔

صحیح بخاری کو اصح ترین قرار دینے والے سادات محدثینؒ کے دلائل درج ذیل ہیں :

i **ثقاہت رواۃ :** صحیح بخاری کے رواۃ اہل فن کے ہاں صحیح مسلم کے ناقلین سے حفظ و ضبط کے لحاظ سے بہتر ہیں نیز ایسے رواۃ جن پر اہل تحقیق نے کلام کی ہے وہ صحیح بخاری کے کم ہیں اور صحیح مسلم کے زیادہ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : صحیح بخاری کے متکلم فیہ رواۃ کی تعداد بیاسی (۸۲) اور صحیح مسلم کی تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہے۔

ii **قید لقاء** سیدنا امام بخاریؒ کے ہاں : روایت حدیث کیلئے راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (استاذ) میں ملاقات ضروری ہے۔ جب کہ سیدنا امام مسلم کے ہاں : ہم زمانہ اور ہم علاقہ ہونا کافی ہے۔ یعنی معاصرت اور امکان لقاء کافی ہے۔ یقیناً حقیقی ملاقات' معاصرت کی نسبت صحت کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے۔

iii **فقط طبقہ اولی** : سیدنا امام بخاریؒ صرف طبقہ اولیٰ کے رواۃ سے احادیث مقدسہ بالاستیعاب (مکمل) نقل کرتے ہیں۔ جب کہ سیدنا امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ دونوں سے بالاستیعاب روایت کرتے ہیں۔ یقیناً طبقہ اولیٰ (۱) قوت حفظ اور صحبت شیخ کے لحاظ سے طبقہ ثانیہ (۲) سے کہیں بہتر ہے۔

iv **جامعیت** : صحیح بخاری میں ہر طرح کے عنوانات کی احادیث مقدسہ کو بمع ابواب کے جمع کیا گیا ہے جبکہ مسلم کی جامعیت محدثینؒ میں مختلف فیہ ہے یقیناً جو تالیف، صحیح و جامع ہے وہ صرف صحیح سے بہتر ہے

v **عظیم مجموعہ** : صحیح بخاری احادیث مرفوعہ کے علاوہ آیات قرآنیہ ، آثار صحابہؓ و تابعینؒ اور اقوال فقہاءؒ و محدثین کا عظیم مجموعہ ہے جبکہ صحیح مسلم ان عظیم دلائل اور ان علمی فوائد سے خالی ہے۔

vi **عظمت مؤلف** : امام بخاری کا مرتبہ امام مسلمؒ سے بحیثیت محدث کہیں زیادہ ہے۔ کتاب کی عظمت وفضیلت' صاحب کتاب کی شان ومنقبت پر موقوف ہوتی ہے۔ لہذا صحیح بخاری' صحیح مسلمؒ پر فائق ہے۔

vii **متکلم فیہ روایات** : صحیح بخاری کی متکلم فیہ روایات کی تعداد ایک سو دس (۱۱۰) اور صحیح مسلم کی ایک سو بتیس (۱۳۲) ہے۔ ایک (۱) محدث شاعرؒ نے اس تعداد کو شعر میں یوں نظم فرمایا ہے :

؎ فدعد لجعفی و قاف لمسلم ، بل لهما فاحفظ وقيت عن الردى .

حروف ابجد کے اعتبار سے **دعد** کے عدد **۷۸**' **قاف** کے **۱۰۰** اور **بل** کے **۳۲** ہیں۔

قولِ فیصل

علامہ عبدالرحمٰن محدث یمنیؒ نے صحت سند میں صحیح بخاری کو اور حسن متن میں صحیح مسلم کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں :

؎ تنازع قوم فی البخاریؒ ومسلمؒ لدی فقالوا ای زین يقدم

فقلت لقد فاق البخاریؒ صحة کمافاق فی حسن الصناعة مسلمؒ .

۸۔ **شرائط امام** : سیدنا امام بخاریؒ نے نقل روایات کیلئے رواۃ حدیث کا کثیر الضبط و الاتقان و کثیر الملازمه لشیوخهم کی شرط عائد کی ہے کہ حضرت امامؒ رواۃ حدیث کے پانچ (۵) طبقات میں سے

صرف طبقہ اولی سے احادیث مقدسہ کونقل کرتے ہیں۔ ہاں طبقہ ثانیہ سے حضرت امامؒ نے چند روایات کولیا ہے۔ بقیہ تین (۳) طبقات کی روایات کو بالکلیہ ترک کردیا ہے۔ طبقات رواۃ کی تفصیل، حالات امام ترمذی میں مذکور ہے

ii. سیدنا امام بخاریؒ نے نقل احادیث کیلئے راوی اور مروی عنہ میں یقینی ملاقات کی شرط عائد کی ہے۔ صرف امکان لقاء اور معاصرت (ہم زمانہ ہونے) پر اکتفانہیں کیا۔

۹۔ **خصوصیات** : صحیح بخاری کے شارحین نے سولہ (۱۶) خصوصیات بیان کی ہیں :

i. **اولیت** : صحاح ستہ میں صحیح بخاری شریف پہلی کتاب حدیث ہے جسے عمدہ ترتیب سے امت مسلمہ کیلئے مرتب کیا گیا ہے۔ صحاح کے مؤلفین یقیناً امام بخاریؒ کے مقتدی ہیں اور صحیح بخاری سے خوشہ چیں ہیں۔

ii. **ثلاثیات** : صحیح بخاری شریف میں بائیس (۲۲) احادیث ثلاثی ہیں۔ کہ حضرت امامؒ اور سیدی امام الانبیاء ﷺ کے مابین صرف تین (۳) رواۃ بطور واسطہ کے ہیں۔ ان بائیس (۲۲) روایات میں سے بیس (۲۰) احادیث سادات **محدثین احنافؒ** کے توسط اور وسیلہ سے امام بخاری تک پہنچی ہیں

iii. **تیقن صحت** : حضرت امامؒ نے کسی حدیث مبارک کو اس وقت تک صحیح بخاری میں تحریر نہیں کیا۔ جب تک کہ ظاہری حالات ' باطنی انوار اور صوفیانہ بصیرت سے اس حدیث مبارک کی صحت کا یقین' آپ نے نہیں فرمالیا۔ صحت سند کے تیقن پر حضرت امامؒ نے حدیث مبارک کو صحیح بخاری شریف میں قلمبند کیا ہے۔

iv. **تراجم** : تراجم و ابواب صحیح' امام بخاری کی دقت نظر اور کمال علم کا حسین مظہر ہیں۔ سادات محدثینؒ اور فقہاء کرامؒ کا مشہور فرمان ہے : فقه البخاریؒ فی تراجمه .

v. **قبولیت عامه** : نوے (۹۰) ہزار سادات فقہاءؒ ومحدثینؒ نے حضرت امام کی لسان مبارک سے صحیح بخاری کا سماع فرمایا ہے۔ اب تک ترپن (۵۳) معروف اہل قلم محدثینؒ وفقہاءؒ نے صحیح بخاری کی شروح لکھی ہیں۔ دنیا کی ستر (۷۰) سے زائد زبانوں میں صحیح بخاری کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ بارہ (۱۲) صدیوں سے عجم و عرب کے اربوں مسلمان' صحیح بخاری سے حسب صلاحیت مستفیض ہو رہے ہیں۔ یقیناً تا روز قیامت احادیث صحیحہ کا یہ عظیم مجموعہ امت مسلمہ اور اہل قلم امت محمدیہ کی ہر زاویہ سے رہنمائی کرتا رہیگا۔

vi. **جامعیت** : امام بخاریؒ نے احادیث مرفوعہ کے ساتھ ساتھ آیات قرآنیہ' آثار صحابہؓ و تابعینؒ اور

اقوال مشائخ کو عمدہ انداز سے نقل فرمایا ہے۔ جس سے طالب حدیث کو دلائل کا خوبصورت ذخیرہ میسر ہو جاتا ہے

vii **تعدد رواۃ** جو حدیث مبارک مختلف سادات صحابہ کے توسط سے مروی ہو۔ اسے بار بار نقل فرماتے ہیں۔ تاکہ ہر حدیث کے بارے معلوم ہو سکے کہ اسے نقل کرنے والے حضرات صحابہ کی تعداد کتنی ہے ؟ اور کتنے حضرات صحابہ نے اس حدیث مبارک کو نقل کیا ہے ؟۔

viii. **زیادۃ متن :** امام بخاریؒ کے مقتدر اساتذہ جب ایک حدیث کو مختلف کلمات سے روایت کریں۔ تو حضرت امامؒ اس ایک (۱) حدیث کو مختلف کلمات سے متعدد عنوانوں کے تحت تحریر کر دیتے ہیں۔ تاکہ تعدد طرق کے ساتھ ساتھ **اضافہ** متن کا بھی علم ہو سکے اور وہ ایک (۱) روایت مکمل متن کے ساتھ طالبان حدیث تک پہنچ سکے۔

ix. **وقت مشروعیت :** امام بخاریؒ مسائل واحکام کی مشروعیت اور نزول حکم کے زمانہ کی طرف بھی کبھی کبھار اشارہ فرماتے ہیں۔ تاکہ حدیث مبارک کے شان نزول اور وقت نزول کی معرفت حاصل ہو سکے۔

x. **رفع تعارض :** اگر احادیث مقدسہ میں کسی طرح کا تعارض (وصل وارسال، وقف ورفع اور سماع و عدم سماع میں) ہو تو حضرت امامؒ اس تعارض کو دور فرما کر صحت سند کے لحاظ سے جو صورت بہتر ہوا سے ترجیح دیتے ہیں۔

xi. **تسمیہ :** صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم درج ہے حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں کہ جب کبھی تالیف میں انقطاع پیدا ہوا تو حضرت امامؒ نے دوبارہ آغاز تالیف کے وقت بسم اللہ تحریر فرما دی

۱۰۔ فضائل صحیح

۱۰۔ فضائل صحیح : صحیح بخاری کے فضائل ان گنت ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

i. **کتاب نبوت :** علامہ ابوزید مروزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے مابین بیت اللہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے حضور انور ﷺ کی بحالت خواب زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: ابوزید! تو میری کتاب کا مطالعہ نہیں کرتا ؟ میں نے ادباً عرض کیا آپ کی کتاب کون سی ہے ؟ فرمایا : جامع البخاری

ii. **دفع مصائب :** علامہ ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں : میں نے کئی اھل اللہ عارفینؒ اور سادات محدثینؒ سے یہ بات سنی ہے کہ امت مسلمہ نے مصائب ومشکلات کے وقت صحیح بخاری کی تلاوت کی تو صحیح بخاری مؤثر و اکسیر ثابت ہوئی۔ نیز طلب باراں اور رفع قحط سالی کیلئے صحیح بخاری شریف کا از اول تا آخر ختم، کافی مجرب ہے۔ (غیر مقلدین میں اگر جھگڑا وفساد اور لایعنی گفتگو سے زیادہ تلاوت کتب کا شوق ہو تو اس مجرب وظیفہ کو آزمائیں)

iii **تحدیث نبوت** : حضرت امام شعرانی حنفیؒ نقل فرماتے ہیں : کہ انہوں نے بحالت بیداری اپنے آٹھ (۸) معاصرین سادات مشائخ حنفیہ کے ساتھ حضور انور ﷺ سے صحیح بخاری شریف سبقاً پڑھی ہے۔

۱۱۔ نسخ امام بخاریؒ سے نوے ہزار (۹۰۰۰۰) تلامذہ حدیث نے صحیح بخاری کی سماعت فرمائی ہے اسوقت امت مسلمہ میں چار (۴) طرح کے نسخے موجود ہیں جوان چار محدثین کے ذریعے امت مسلمہ تک پہنچے ہیں :

i **علامہ محمدبن یوسف فربریؒ** ii **علامہ حماد بن شاکرؒ**

iii **علامہ ابراھیم نسفیؒ** iv **علامہ منصوربن محمدؒ**

برصغیر ہندوپاکستان اور بنگلہ دیش وافغانستان میں علامہ فربری کانسخہ رائج و معروف ہے۔

۱۲۔ شروح صحیح : حضرات محدثینؒ اہل قلم نے سب سے زیادہ صحیح بخاری کی شروح تحریر فرمائی ہیں۔ جن کی تعداد ترپن (۵۳) تک جا پہنچتی ہے ۔ چند معروف اور دستیاب شرحیں درج ذیل ہیں :

i **اعلام السنن** یہ صحیح بخاری کی بہت ہی معروف شرح ہے جس کے مصنف علامہ خطابیؒ ہیں۔

ii **شرح البخاری** علامہ ابن بطال کی تالیف ہے شراح نے اس علمی ذخیرہ سے خوب خوشہ چینی فرمائی ہے۔

iii **عمدہ القاری** یہ علامہ بدرالدّین حنفی عینی کی نہایت علمی ووقیع تصنیف ہے جو پچیس (۲۵) جلدوں پر مشتمل ہے۔سادات محدثینؒ نے اسے سب سے بہتر شرح قرار دیا ہے نیز یہ **فقہ حنفی کاعظیم مجموعہ ہے**

iv **فتح الباری** اسے علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے تالیف فرمایا ہے۔نہایت عمدہ تالیف ہے۔ سترہ (۱۷) ضخیم جلدوں میں اسے قلمبند کیا گیا ہے۔

v **ارشاد الساری** یہ علامہ شہاب الدّین عسقلانی کی تصنیف ہے ۔ دس (۱۰) جلدوں پر مشتمل ہے۔ حضرات طالبان و اساتذہ حدیث کے لئے ایک (۱) بہترین علمی ذخیرہ ہے۔

اس ضمن میں **برصغیر کے صاحبان قلمؒ** نے درج ذیل کتب تالیف فرمائی ہیں :

i **عون الباری** مؤلفہ نواب صدیق حسن خانؒ محدث بھوپالی۔

ii **فیض الباری** ارشادات علامہ انورشاہ کشمیریؒ ۔ مرتبہ مولانا بدرعالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی۔

iii **لامع الدراری** درس صحیح ،مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔مرتبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ۔

نزھہ القاری مؤلفہ علامہ شریف الحق امجدیؒ۔ vi **کشف الباری** ازافادات مولانا سلیم اللہ خان کراچی۔

فیوض البخاری مرتبہ علامہ سید محمود احمد رضویؒ لاہوری۔ vii **تفھیم البخاری** مرتبہ علامہ غلام رسول رضویؒ

حالات امام مسلمؒ

۱۔ **نام** ۔ مسلمؒ ۲۔ **معروف نام** : امام مسلمؒ

۳۔ **کنیت** ۔ ابوالحسینؒ ٤۔ **لقب** ۔ عساکر السنۃ والدین

۵۔ **نسب** :۔ مسلمؒ بن حجاجؒ بن مسلمؒ بن ورد بن کرشاد

٦۔ **نسبت** :۔ آپ کی دو (۲) نسبتیں معروف ہیں :

i **قشیری** ۔ حضرت امام کا سلسلہ نسب عرب کے ایک معروف بہادر جنگجو اور اہل علم قبیلہ بنی قشیر سے ہے۔ اس قبیلہ سے نسبی نسبت کے سبب آپ **قشیری** کہلائے۔

ii **نیشاپوری** ۔ حضرت امام کا مولد و مسکن نیشاپور (خراسان) ہے۔ اس حوالے سے نیشاپوری کہلائے۔

۷۔ **تاریخ ولادت** :۔ حضرت امام کی ولادت 206ھ میں بمقام نیشاپور ہوئی۔ بعض اہل تاریخ نے 204ھ اور 202ھ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ جو درست نہیں۔

۸۔ **تاریخ وفات** :۔ حضرت امامؒ نے اپنی حیات مقدسہ کے پچپن (۵۵) علمی و روحانی سال مکمل کرنے کے بعد ۲۵ رجب ۲٦۱ھ بمطابق ۵ مئی 874ء بروز اتوار بوقت نماز مغرب وصال فرمایا۔ بروز پیر نیشاپور کے قریب نصیرآباد نامی بستی میں آپ کو سپرد جناں کیا گیا۔ سادات محدثینؒ و فقہاؒ کے ایک جم غفیر نے آپؒ کے جنازہ و تدفین میں شرکت کی۔ مشہور محدث علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میرے زمانے تک حضرت امام کی قبر مبارک زیارت گاہ عام و خاص تھی۔ عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد روزانہ مرقد مبارک کی زیارت کیلئے حاضر ہوتی۔

ایک ذی قدر محدثؒ نے حضرت امام کی تاریخ ولادت، وفات اور مدت عمر کو یوں نظم کیا ہے :

میلادہ بدر و قال البعض در ارنی وفاۃ دان بالتبشیر ۔

بدر کے عدد دوسو چھ (۲۰٦) ۔ در کے دوسو چار (۲۰٤) ۔ ارنی کے دوسو اکسٹھ (۲٦۱) ۔ دان کے پچپن (۵۵) ہیں۔

۹۔ **واقعہ وفات** :۔ امام مسلمؒ کا سانحہ ارتحال نہایت ہی عجیب، حیرت انگیز اور پر کیف ہے کہ ایک (۱)

روز حضرت امامؒ سے دوران درس ایک حدیث مبارک کی سند کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے حضرات اساتذہ کے مسودہ سے تلاش کرنے کے بعد اگلے دن جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ رات کو بعد از نماز عشاء ذخیرہ احادیث سے اس حدیث مبارک کی سند کو تلاش فرمانے لگے۔ اسی دوران کسی عقیدت مند نے حضرت امامؒ کے حضور تازہ کھجوروں کی ایک ٹوکری پیش کی۔ حضرت امامؒ دوران مطالعہ کھجوریں تناول فرماتے رہے۔ اور حدیث مبارک کی سند کو مسودہ سے تلاش فرماتے رہے۔ رات گئے مطلوبہ حدیث مبارک بمعہ سند کے آنکھوں سے گزری۔ اسے دوسرے کاغذ پر قلمبند کیا تو حضرت امامؒ تازہ کھجوروں کا مکمل ٹوکرہ تناول فرما چکے تھے۔ ادعیہ سحر گاہی اور نوافل تہجد کے وقت جسم میں بخار کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ صاحب فراش ہوئے یوں نماز مغرب کی اذان کے وقت علم و عمل ، حدیث و فقہ اور روایت و درایت کا یہ نیر تاباں غروب ہو کر افق جناں پر طلوع ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

۱۰۔ خلیۂ پاک : امام مسلمؒ دراز قد، سرخ و سفید رنگ، وجیہ و نورانی صورت گنجان ترین سفید داڑھی والے امام حدیث تھے۔ طبعاً صفائی پسند، خوش پوش۔ سر پر ہمیشہ پگڑی باندھتے اس کی دم کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے

۱۱۔ حضرات اساتذہ :- علامہ یاقوت حمویؒ نے شہر خراسان کو معدن الفضلاء و منبع العلماء لکھا ہے۔ حضرات اہل تاریخ نے اس شہر کو امہات البلاد کا خطاب دیا ہے۔ عالم اسلام کے ابتدائی علمی اداروں میں نیشاپور کا **دار العلوم بیہقیہ** ایک (۱) نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ حضرت امامؒ نے اسی نیشاپور اور انہی علمی اداروں سے اکتساب علم و فضل کیا۔ عالم اسلام کی کئی یونیورسٹیوں کے اساتذہؒ حدیث سے ملاقات فرمائی۔ صحیح مسلم میں جن اساتذہ حدیث سے احادیث مقدسہ آپؒ نے روایت فرمائی ہیں۔ ان کی تعداد **دو سو گیارہ (۲۱۱)** ہے جن میں سے بطور تبرک چند معروف حضرات محدثینؒ و فقہاءؒ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

i. **امام عزیمت احمد بن حنبلؒ** ii. **امام المحدثین امام بخاریؒ**
iii. **امام اسحاق بن راھویہؒ** iv. **استاذ حدیث امام ذھلیؒ**
v. **علامہ ابو زرعہ رازیؒ** vi. **علامہ قتیبہ بن سعیدؒ** ۔

۱۲۔ شاگردان رشید :- ہزاروں طلاب حدیث نے حضرت امامؒ سے مسلم شریف سبقاً پڑھی اور صحیح مسلم کا سماع کیا۔ عرب و عجم کے لاکھوں علماءؒ حدیث تک صحیح مسلم بلا واسطہ یا بالواسطہ پہنچی۔ یقیناً اب تک کی بارہ (۱۲)

صدیوں میں جس طالب حدیث نے صحیح مسلم شریف کی تلاوت یا زیارت کی۔ وہ حضرت امام کا شاگرد رشید ہے۔
بلا واسطہ حضرت امامؒ سے صحیح مسلم پڑھنے والے اہل قلم سادات محدثینؒ کے چند نام درج ذیل ہیں

i **حضرت امام ترمذیؒ** ii **علامہ ابن خزیمہؒ**

iii **علامہ ابو حاتم رازیؒ** iv **علامہ احمد بن سلمیؒ**

v **علامہ عبدالرحمن بن ابی حاتمؒ** اور صحیح مسلم کے ناقلین حضرات محدثینؒ۔

۱۳۔ **مسلک** :- سادات مؤرخینؒ دوسرے ائمہ حدیث کی طرح امام مسلمؒ کے مسلک کے بارے میں بھی مختلف اقوال کے ناقل ہیں۔ ہر شارح نے اپنے ذوق اور تحقیق کے مطابق امام مسلمؒ کی جانب مختلف مسالک کی نسبت کی ہے کہ **شافعی** ہیں یا **طبقات حنابلہ** میں ہیں یا **مالکی** ہیں بعض محدثینؒ نے آپکو **مجتہد** قرار دیا ہے
جب کہ **احقر کی ناقص تحقیق** میں صوبہ خراسان، سلطنت بنی امیہ، بنی عباس اور بعد کے ادوار میں فقہ حنفی کا مرکز رہا ہے۔ اس صوبہ کی سو فیصد آبادی مسلکاً **حنفی** تھی۔ یقیناً حضرت امام بھی مسائل فقہیہ کے بیان، افتاء اور عمل میں **حنفی** ہی تھے۔ البتہ نقل احادیث وروایات میں آپ مجتہد ہیں چاہیں تو امام بخاریؒ سے احادیث کا سماع کریں۔ اور چاہیں تو مقدمہ مسلم میں امام بخاریؒ پر تنقید فرمادیں۔ چاہیں تو امام بخاری کو امام ذھلی پر ترجیح دیں اور چاہیں تو امام ذھلی کی روایات کو نقل فرما کر امام بخاریؒ سے صرف نظر فرمالیں۔ وغیر ذلک۔

۱۴۔ **تالیفات** :- امام مسلمؒ کے خامہائے قلم سے درج ذیل کتب اہل علم کیلئے بہت ہی اہم اور یادگار ہیں :

i. **صحیح مسلم شریف** ii. **المسند الکبیر**

iii. **الجامع الکبیر** iv. **کتاب العلل**

v. **کتاب الاسماء والکنی** vi. **کتاب حدیث عمرو بن شعیبؒ**

vii. **کتاب مشائخ امام مالکؒ** viii. **کتاب من لیس له الا راو واحد**

ix. **مسند صحابہؓ** x. **کتاب اوهام المحدثینؒ**

xi. **کتاب سوالات امام احمدؒ بن حنبل۔**

۱۵۔ **حالات وکمالات** :- امام مسلمؒ کی ولادت چونکہ نیشاپور جیسے علمی شہر میں ہوئی جہاں مختلف دار العلوم

اور یونیورسٹیوں میں علم وفضل کا ابر بہار سایہ فگن تھا۔ اس لئے حضرت امام کو فقہ وحدیث کی پھلواریوں میں اچھی طرح پھلنے اور پھولنے کا موقع ملا۔ چار (۴) سال کی عمر میں پڑھائی کا آغاز کیا۔ ابھی عمر مبارک بارہ (۱۲) سال تھی کہ آپ قرآن وحدیث کے حافظ اور نیشاپور کے ائمہ حدیث سے احادیث مقدسہ کی سماعت مکمل فرما چکے تھے۔ اب آپ نے چودہ (۱۴) سال کی عمر میں اخذ حدیث کیلئے متعدد بلاد اسلامیہ کا سفر شروع فرمایا۔

ا **علمی سفر :** حضرت امام ملک شام، مصر، کوفہ، بصرہ اور حرمین شریفین کی جانب کئی مرتبہ عازم سفر ہوئے۔ امام مسلم حصول حدیث کیلئے جس دارالعلوم اور مدرسہ میں تشریف لے جاتے وہاں کی انتظامیہ آپ کو بحیثیت استاذ تدریس حدیث کیلئے مجبور کرتی تا کہ اساتذہ وطالبان حدیث وفقہ **حافظ الحدیث و القرآن امام مسلم** سے استفادہ کر سکیں۔ حضرت امام اساتذہ وشیوخ کا بے حد احترام فرماتے اور بحیثیت طالب علم ان سے احادیث مقدسہ کا سماع کرتے اور اجازت لے کر دوسرے علمی جامعات کی طرف رخت سفر باندھ لیتے۔ بغداد کئی بار آپ کا جانا ہوا۔ یہاں آپ بطور مدرس واستاذ حدیث بھی کچھ مدارس میں متعین رہے۔ عراق و بغداد کا آخری سفر آپ نے وصال سے دو (۲) سال قبل 259ھ میں فرمایا۔

اا **عادات و اطوار :-** امام مسلم عوام وخواص میں **عادل و قاضی** کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کی انصاف پسندی ضرب المثل تھی۔ عمر بھر کسی کی غیبت کی نہ کسی کو کمتر کلمات سے یاد کیا اور نہ ہی کسی پر ہاتھ اٹھایا۔ حضرت امام بخاری کی جب مجلس حدیث بے رونق سی ہوگئی حضرات محدثینؒ امام ذھلی کی جانب متوجہ ہو گئے تو امام مسلم امام بخاریؒ کے ہم مجلس رہے اور امام ذھلی کو بالکلیہ چھوڑ دیا۔ یہ امام مسلم کی اعتدال پسندی اور اعتراف شخصیت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ ذریعہ معاش کیلئے کپڑے کی **تجارت** اختیار فرمائی۔ تعلیم وتعلم کو ذریعہ معاش بنانے کی عملاً مخالفت فرمائی۔ تجارت سے حاصل شدہ رزق حلال نہایت **سخاوت** سے طالبان حدیث کے مابین تقسیم کرتے۔

۱۶۔ **خراج تحسین :-** تیسری (۳) صدی سے اب تک لاکھوں اساتذہ وائمہ حدیث نے حضرت امام کے حضور خوبصورت انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے : کہ آپ محدثین کے امام ہیں، امت مسلمہ کے بہت بڑے محسن ہیں۔ آپ کی روشن کردہ شمع علم ومعرفت قیامت تک آمدہ انسانیت کیلئے سبب ہدایت اور وسیلہ نجات ہے۔ چند اہل تحقیق، دانشوران امت اور ائمہ فن کے اقوال و فرامین درج ذیل ہیں

i.   استاذ حدیث امام محمدؒ بن بشار کا فرمان ہے حفاظ الدنیا اربعة منها مسلم بن حجاج فی نیشاپور ۔ جبکہ آپ امام بخاریؒ کے بھی استاذ ہیں ۔لیکن آپ نے امام مسلم کو علم حدیث کے چار حفاظ میں سے ایک (۱) قرار دیا ہے

ii.   امام ابوالعباسؒ سے حضرات محدثینؒ نے سوال کیا کہ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ میں زیادہ ماہر کون تھے ؟ فرمایا : امام مسلم

iii.   امام اسحاق بن راہویہ فن حدیث کے مستند امام ہیں ۔ آپ نے امام مسلم کی تعریف میں فرمایا : ای رجل یکون هذا ؟ کہ خدا جانے یہ شخص کن عظیم مراتب کا باکمال فرد ہے ؟۔

iv.   ایک محدث، دوران درس فرمایا کرتے تھے : امام مسلم علم حدیث کا خزانہ اور سراپا مرکز علم حدیث ہیں

۱۷ ۔ کرامات : مشہور محدث علامہ شمس الدینؒ جزری مشکوۃ شریف کی شرح میں لکھتے ہیں : کہ جب میں نے حضرت امام مسلم کی قبر پر حاضری دی اور استفادہ کی غرض سے قبر مبارک پر مراقبہ کیا ۔تو رایت آثار البرکة و الاجابة فی تربته ۔ میں نے خیر و برکت اور قبولیت دعا کے آثار قبر اطہر میں محسوس کئے ۔

ii.   امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ بحالت خواب امام مسلمؒ سے میری ملاقات ہوئی میں نے برزخ کے حالات کے بارے آپ سے پوچھا ۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا : اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے جنت کا فیصلہ فرمایا ہے ۔ اور اس درجہ کرم فرمایا ''کہ گلستان جناں میں جس سمت چاہوں گھوم پھر لیتا ہوں'' ۔

iii.   علامہ شیخ ابوعلی کو بعد از وصال بہت سے محدثینؒ نے بحالت خواب دیکھا کہ آپ بہت خوش ہیں پوچھا کہ کس طرح آپ کیلئے جنت الفردوس کا فیصلہ ہوا ؟ فرمانے لگے حضرت امام مسلمؒ کی کتاب کی برکت سے ۔ نیز بحالت خواب صحیح مسلم شریف ، حضرت شیخ کے ہاتھ میں تھی ۔ فرمانے لگے اب بھی حضرت امام صحیح مسلم کا درس دینے کیلئے تشریف لاتے ہیں ۔ ﴿یہ وہ چند کرامات ہیں جو علماء اور عوام اہل سنت کیلئے ایمان ویقین کا باعث ہیں ۔ اور غیر مقلدین کیلئے اصلاح عقیدہ کا سبب ۔رب کائنات انہیں اہل سنت جیسا ماثور جنتی عقیدہ عطا فرمائیں ۔آمین ۔﴾

☆☆☆☆☆☆☆

صحیح مسلمؒ

۱۔ **نام** ۔ الجامع الصحیح ۔ ۲۔ **معروف نام** : صحیح مسلمؒ۔

۳۔ **تعداد احادیث** ۔ امام جزائریؒ کے نزدیک احادیث مقدسہ کی تعداد تقریباً آٹھ (۸) ہزار ہے۔ تکرار احادیث حذف کرنے کے بعد بقیہ چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ تعلیقات کی تعداد سترہ (۱۷) ہے۔آثار سادات صحابہؓ و تابعینؒ شمار سے بھی (بہت ہی) کم ہیں۔

ii۔ علامہ ابوالفضلؒ کے بقول صحیح مسلم تقریباً بارہ (۱۲) ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ جو درست نہیں۔

۴۔ **مدت تالیف** :۔ حضرت امامؒ نے 236ھ سے احادیث مقدسہ کو لکھنا شروع کیا۔ مسلسل پندرہ (۱۵) سال کے طویل دورانیہ میں انتہائی محنت، لگن اور اخلاص سے ایک مجموعہ تیار کیا۔ گویا صحیح مسلم کی تالیف کا آغاز 236ھ سے ہوا۔ تاریخ تکمیل 250ھ ہے۔ نیز حضرت امام گیارہ (۱۱) سال تک صحیح مسلم کا درس دیتے رہے جو نسخہ اس وقت برصغیر اور وسط ایشیا میں رائج ہے۔ وہ حضرت امامؒ نے 257ھ میں املاء کروایا۔

۵۔ **سبب تالیف** : امام مسلمؒ مقدمہ میں لکھتے ہیں : کہ میرے ہم عصر کئی سادات محدثینؒ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ایک ایسا مجموعہ احادیث ترتیب دوں جو صحیح احادیث پر مشتمل ہو ' تکرار احادیث سے منزہ ہو' آثار صحابہؓ و تابعینؒ اس میں موجود نہ ہوں۔ صرف احادیث مرفوعہ کو نقل کیا جائے اسلئے میں نے صحیح مسلم کو تالیف کیا۔

۶۔ **شرائط تالیف** :۔ سیدنا امام مسلمؒ نے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی فرمائی ہے :

i۔ حدیث صحیح لذاتہ ہو۔ اس حدیث کے تمام راوی عادل ' ثقہ ' کامل الضبط ہوں' سند متصل ہو ۔ علل ' شذوذ اور نکارت سے محفوظ ہو ۔

ii۔ حدیث صحیح کے راوی ایسے ائمہ حدیث ہوں جن کے حفظ' عدالت اور تقویٰ پر مشائخ حدیث کا اجماع ہو۔ امام مسلم فرماتے ہیں : لیس کل شیٔ عندی صحیح وضعتہ انما وضعتہ ھھنا ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم جلد اول)

iii۔ آنحضرت ﷺ کے نورانی دور سے حضرت امامؒ کے زمانے تک کم از کم دو (۲) اساتذہ حدیث اس حدیث کو روایت کرنے والے ہوں۔ گویا حضرت امام نے نقل حدیث کیلئے شرعی شہادت (دو گواہوں) کو پیش نظر رکھا

ہے۔ یہ ایک ایسی عمدہ خصوصیت اور وقیع شرط ہے جس کا دیگر مؤلفین کتب احادیث نے اہتمام نہیں فرمایا۔

۷۔ **مقام صحیح** :- مغرب ' مراکش ' الجزائر اور افریقہ و یورپ کے تمام محدثینؒ اور عرب و عجم کے بعض ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح مسلم ' احادیث مقدسہ کی جملہ کتب پر طرز تحریر حسن سیاق انداز بیان اور صحت و ضبط کے اعتبار سے **پہلی (۱)** حیثیت کی حامل ہے۔ اور اسے **امامت مؤلفات مقدسہ** کا اعزاز حاصل ہے۔ عرب و عجم کے جمہور محدثینؒ کے نزدیک صحت و ضبط میں صحیح مسلم دوسرے (۲) اور صحیح بخاری پہلے (۱) نمبر پر ہے

۸۔ **محدثین کی آراء** : علامہ بوعلی محدثؒ نیشاپوری کا مشہور فرمان ہے کہ اللہ کی دھرتی پر صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب صحیح نہیں۔ تمام کتب احادیث سے صحیح مسلم ہر حوالے سے خوب تر ہے۔ علماء مغاربہؒ نے حضرت شیخ کے اس فرمان کی توثیق فرمائی ہے علامہ مسلم قرطبی و امام نسائیؒ نے بھی اسی طرح کا قول بیان فرمایا ہے

ii. **شرف قبولیت** :- علامہ ابو علی زعفرانی سے ایک (۱) محدث نے بعداز وصال بحالت خواب پوچھا آپ کی بخشش اور جنت میں داخلہ کیسے ہوا ؟ فرمایا : صحیح مسلم شریف کے درس و تدریس اور مطالعہ کی برکت سے

iii. **اہمیت و افادیت** : حضرات محدثین کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اگر ائمہ حدیث کئی صدیوں تک احادیث صحیحہ کو نقل فرماتے رہیں ' قلم برداشتہ پیہم لکھتے رہیں' مسلسل کتابیں تالیف کرتے رہیں پھر بھی اساتذہ و طالبان' صحیح مسلم کی اہمیت' افادیت اور خصائص سے بے نیاز نہ ہو سکیں گے۔ خود امام مسلمؒ سے بھی اسی مفہوم کا قول مروی ہے

۹۔ **خصوصیات صحیح** :- صحیح مسلم شریف بے مثال نوادرات اور غیر معمولی عجائبات کا مجموعہ ہے۔ امام المحدثین علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ (**مؤلف نبراس**) کا فرمان مبارک ہے کہ امام مسلمؒ نے فن حدیث کے عجائبات کو حسن سیاق کے ساتھ مسلم شریف میں جمع کر دیا ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

i. **مقدمہ** :- حضرت امامؒ نے صحیح مسلم کی ابتداء میں مقدمہ تحریر فرما کر اصول احادیث کو اس میں قلمبند فرمایا ہے۔ یقیناً آپ فن اصول حدیث کے **بانی و مؤسس** ہیں۔ اور تمام محدثینؒ اس فن میں آپ کے شاگرد اور خوشہ چین ہیں۔ صحیح مسلم اپنے اس مقدمہ کے سبب تمام کتب احادیث سے افادیت میں **پہلے (۱) نمبر** پر ہے۔

ii. **حسن ترتیب** :- امام مسلمؒ نے متن حدیث میں اختصار فرمایا اور متعدد اسناد کو جمع فرما کر صحیح مسلم کے حسن کو غیر معمولی بنا دیا ہے۔ طالب حدیث پر متن حدیث کو حفظ کرنا آسان رہتا ہے۔ اور متعدد صحیح اسناد کو یکجا دیکھ

کر اسے حدیث کی صحت، قطعیت کا یقین ہو جاتا ہے۔

iii. **کمال احتیاط** :- حضرت امام نے جس حدیث مبارک کو جس انداز سے پڑھا یا سنا اسے اسی طرح کے اصطلاحی کلمات حدثنا اور اخبرنا سے تعبیر فرمایا۔ یعنی جس صحیح حدیث کو حضرت شیخ سے سنا اسے **حدثنا** سے اور جسے خود تلاوت فرمایا اسے **اخبرنا** سے تحریر فرمایا۔ جبکہ عموماً حضرات محدثین اس اصطلاحی فرق کو مدنظر نہیں رکھتے نیز انفرادی و اجتماعی درس کی کیفیت بھی **حدثنی** اور **حدثنا یا اخبرنی** اور **اخبرنا** سے بیان فرماتے ہیں

iv. **احادیث صحیحہ** :- صحیح مسلم صرف احادیث صحیحہ مرفوعہ کا عظیم مجموعہ وانسائیکلوپیڈیا ہے۔ آثار صحابہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ صرف سترہ (۱۷) احادیث صحیحہ کو تعلیقا روایت کیا گیا ہے۔

v. **تعیین کلمات** :- متعدد اساتذۂ حدیث سے ایک حدیث سننے کے بعد جس راوی کو حضرت امام سب سے زیادہ معتمد سمجھتے ہیں انہیں کے کلمات میں متن حدیث کو نقل کرتے ہیں اور متن حدیث سے قبل و اللفظ لفلان لکھ کر اسم مبارک کی تعیین بھی فرما دیتے ہیں۔

vi. **رباعیات** :- امام مسلم کی اعلیٰ ترین سند رباعی ہے کہ آپؒ اور حضور انور ﷺ کے مابین چار (۴) اساتذہ کا واسطہ موجود ہے۔ ایسی رباعی احادیث، صحیح مسلم میں تراسی (۸۳) ہیں۔

vii. **نئی اصطلاح** :- حضرت امامؒ جب سیدنا ابوہریرہؓ کے شاگرد حضرت ہمامؒ بن منبہ کے صحیفہ سے کسی حدیث کو نقل کرتے ہیں تو فذکر احادیث منها کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔

۱۰۔ صحیحین میں موازنہ :-

اس عنوان کی مکمل وضاحت اور اس پر سیر حاصل گفتگو چند صفحات قبل ”صحیح بخاری شریف“ کے ضمن میں تحریر کی جا چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

۱۱۔ شروح صحیح :-

صحیح کے شروح کی تعداد تینتیس (۳۳) ہے۔ معروف تالیفات درج ذیل ہیں

i. **المنہاج** :- علامہ نوویؒ کی دو (۲) جلدوں میں مختصر مگر عمدہ شرح ہے۔ حل متن اور معرفت مذاہب کے لئے یہ مختصر تالیف، جامع و کافی ہے۔

ii. **منہاج الابتہاج** :- مؤلفہ علامہ شہاب الدین شافعی قسطلانیؒ جسے آٹھ (۸) جلدوں میں تالیف کیا گیا ہے۔ یہ آٹھ (۸) جلدیں صرف نصف کتاب تک کی شرح ہیں۔

وفاق المدارس العربیة

سنہ ۱۳۹۲ھ

۱۔ (الف) بینوا حیاۃ المؤلف الامام بحیث یتجلی فیہا براعتہ علی مثل الامام القشیری صاحب الصحیح والامام السجزی انسنن علی الاول توسعاً ودقۃ وعلی الثانی تفقہا واجتہاداً۔

(او ب) قارنوا بین الصحیحین للامام الجعفی والامام القشیری بکل دقۃ وتوسع۔

سنہ ۱۳۹۸ھ

او (ب) :۔ اکتبوا ایہا الفضلاء احوال الامام من ولادتہ ووفاتہ ونسبہ وکوایفہ العلمیۃ ومقامہ فی علم الحدیث وشیوخہ واقرانہ واصحابہ ودرجۃ کتابہ ہذا ووجہ تصنیفہ کل ذلک بالروایات الصحیحۃ۔

سنہ ۱۳۹۹ھ

السؤال الاول (الف) بینوا ترجمۃ الامام البخاری اسمہ ونسبہ وحلیتہ ونبذۃ من احوالہ العلمیۃ والعملیۃ وآراء العلماء فیہ وما درجات صحیح البخاری من بین مصنفات ہذا الفن الشریف وما شروط البخاری فی صحیحہ وما وجہ رجحان احادیث ہذا الصحیح علی احادیث صحیح مسلم فی الصحۃ؟

تنظیم المدارس العربیة

سنہ ۱۳۹۴ھ :۔ امام بخاری کی مختصر تاریخ تحریر کریں!

سنہ ۱۳۹۶ھ :۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو بادشاہ بخارا نے جو چلے جانے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ محدثین نے کیا بیان کی ہے

سنہ ۱۳۹۷ھ :۔ امام بخاری نے بخاری شریف میں راوی اور مروی عنہ کے بارے میں کس شرط کا التزام کیا ہے؟

سنہ ۱۳۹۸ھ امام بخاری کا نام، کنیت، لقب اور ولدیت بیان کریں، نیز ولادت، وفات کا سن تحریر کریں؟

سنہ ۱۳۹۹ھ بتائیں کہ صحیح بخاری و مسلم میں کونسی افضل ہے اور وجہ فضیلت کیا ہے؟

سنہ ۱۴۰۵ھ اذکر ترجمۃ الامام البخاری مع ذکر مزایا صحیحہ فی خمسۃ عشر سطراً

الحل :۔ پرچہ جاتِ بالا میں جتنے امور دریافت کئے گئے سب بحمدہٖ ترجمۃ الامام البخاری کے ذیل میں تحریر ہو چکے۔ یاد فرما کر کامیابی کو یقینی بنائیں۔

iii **الدیباج** ۔ علامہ سیوطیؒ کی تالیف ہے انداز بیان پرکیف اور عبارت انتہائی سلیس وشستہ ہے۔

iv **اکمال المعلم** ۔ یہ مشہور عارف وصوفی محدث علامہ قاضی عیاضؒ مالکی کی تالیف ہے۔ باادب و پرمحبت طرز تحریر طالبان و اساتذہ حدیث کیلئے بہت ہی گراں قدر علمی و روحانی خزینہ ہے۔

برصغیر کے معروف اہل قلم اساتذہ حدیث میں سے : علامہ ولی اللہ ہندیؒ نے : **المطر الثجاج**

عارف سنت حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ کے پوتے علامہ فخرالدین دھلویؒ نے : **شرح مسلم** ۔

علامہ شبیراحمدؒ عثمانی نے : **فتح الملھم** ۔

علامہ موسیٰ خان روحانیؒ اور مولانا تقی عثمانی نے : **تکمیل فتح الملھم** ۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے : **شرح مسلم** ۔ کے مقدس ناموں سے صحیح مسلم شریف پر شروح و حواشی لکھی ہیں۔ جو قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں۔ **فجزاھم اللہ خیرا** ۔
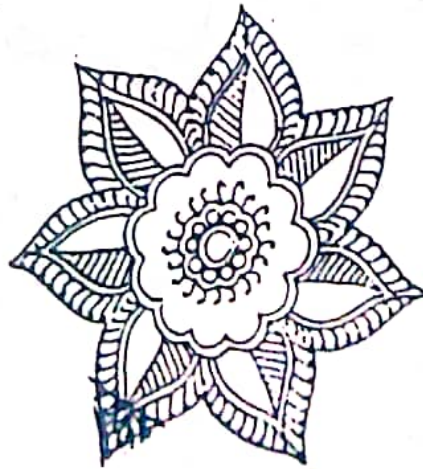
حالات امام نسائیؒ

۱۔ **نام** : احمدؒ ۲۔ **معروف نام** امام نسائیؒ

۳۔ **کنیت** :- ابوعبدالرحمٰنؒ ۔

٤۔ **نسب** :- احمدؒ بن شعیبؒ بن علیؒ بن بحر بن سنان بن د ینار النسائی ۔

دوسرا قول احمدؒ بن علیؒ بن شعیبؒ بن علیؒ بن بحر کا بھی ہے۔ جو شاذ ہے۔

۵۔ **نسبت** :- آپ کی تین نسبتیں معروف ہیں : (۱) **نسائی** (۲) **نسوی** (۳) **خراسانی** ۔

آپ خراسان کے ایک شہر **نسا،** میں پیدا ہوئے۔ جس کی نسبت سے آپ **نسوی** اور **نسائی**' خراسان کی نسبت سے **خراسانی** کہلائے۔ **خراسان** اور **ماوراء النہر** کے علاقے کئی صدیوں تک علم وفن اور کمال وفضل کا مرکز رہے ہیں۔ تاریخ اسلام کے سینکڑوں نامور محدثینؒ وفقہاءؒ اسی خطہ سے معروف ہیں۔ حضرت امام بھی اسی زرخیز علمی وروحانی خطہ کے ایک (ا) **مایہ ناز محدث** ہیں۔

٦۔ **نساء کی وجہ تسمیہ** :- مسلمان فاتحین کا دستہ جب اس بستی (نساء) میں داخل ہوا تو تمام لوگ عورتوں کو چھوڑ کر ملحقہ بستی میں بھاگ نکلے جسکے سبب قائدین جیش (لشکر کے پیش رو افواج) نے **نساء**، **نساء** (خواتین ومستورات) کی صدا بلند کی۔ جس پر اُس بستی کا نام **نساء** معروف ہوگیا۔ نساء' سرخس کے قریب واقع ہے

۷۔ **ولادت** :- امام نسائیؒ اپنے سن ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں اشبہ ان یکون مولدی ۲۱۵ھ کہ 215ھ بمطابق 830ء کو **نساء** شہر میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک سن ولادت 214ھ یا 225ھ ہے

۸۔ **شہادت** :- حضرت امام نسائیؒ نے اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں **تیرہ (۱۳) صفر بروز پیر** 303ھ بمطابق 28 اگست 915ء کو دار باقی کی طرف انتقال فرمایا۔

۹۔ **مقام شہادت** :- امام نسائیؒ نے اُخیر عمر میں دمشق کی طرف ہجرت فرمائی۔ دمشق ان دنوں خلافت بنوامیہ کا دارالخلافہ تھا۔ حکومتی اہل کار سیدنا علیؓ سے بغض وعداوت رکھتے تھے۔ آپ نے مسلک اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے ''خصائص علی'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اور دمشق کی جامع مسجد میں اسے سنانے گئے۔

سامعین میں سے کچھ لوگ آپ پر حملہ آور ہوئے زدوکوب کیا۔ بے ہوشی کی کیفیت میں آپ کے تلامذہ امام نسائی کو مسجد سے باہر لائے اور یہی سانحہ آپ کی شہادت کا سبب بنا۔ آپ نے وصیت فرمائی : مجھے مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے۔آپ کو **صفا و مروہ کے درمیان سپرد خاک** کیا گیا۔ بعض مؤرخین نے آپ کی جائے دفن رملہ شہر کو قرار دیا ہے جو نادرست ہے۔ ہاں حضرت امام کا مکہ معظمہ جاتے ہوئے رملہ کی بستی (فلسطین) میں انتقال ہوا تھا۔بعداز وفات (شہادت) مکہ معظمہ منتقل کیا گیا۔وہیں بعداز نماز جنازہ آپ کی تدفین ہوئی۔رحمہ اللہ۔

۱۰۔ حُلیہ :- رب کائنات نے جس طرح حضرت امام نسائی کو معنوی و باطنی محاسن و کمالات نہایت فیاضی سے عطا فرمائے تھے۔اسی طرح حضرت امام حسن ظاہری اور جمال ولایت کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ چہرہ مبارک نہایت روشن و وجیہ تھا۔ رنگ سرخ وسفید۔ ہروقت حسن و جمال میں تروتازگی نظر آتی تھی۔ دیکھنے والی ہر آنکھ ہیبت و جمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔نہایت عمدہ اور قیمتی لباس زیب تن فرماتے تھے۔

۱۱۔ اسماء شیوخ :- حضرات محدثینؒ میں سے امام نسائی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے احادیث وروایات کے سماع کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا۔اسلئے آپکے سادات اساتذہؒ وشیوخ کی فہرست بہت طویل ہے۔

جن میں سے چند **مشاہیر و مقتدر اساتذہ** کے نام درج ذیل ہیں :

i. **سیدنا امام بخاریؒ** ii. **سیدنا امام ابوداودؒ**

iii. **امام اسحاق بن راھویہؒ** iv. **امام ابوزرعہؒ**

v. **امام ابو حاتمؒ** vi. **علامہ محمد بن بشارؒ**

vii. **علامہ سعید بن منصورؒ** viii. **سیدنا امام ترمذیؒ**

ix. **علامہ قتیبہ بن سعیدؒ** x. **علامہ علی بن حجرؒ**

xi. **علامہ محمود بن غیلانؒ**۔

۱۲۔ اسماء تلامذہ :- امام نسائی سے علم وفیض حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت طویل ہے۔ آپ نصف صدی تک مسند علم پر جلوہ افروز رہے۔ چند معروف و **مشاہیر تلامذہ** درج ذیل ہیں :

i. آپ کے فرزند **علامہ عبدالکریمؒ** ii. **امام ابوالقاسم طبرانیؒ**

iii. امام ابو جعفر طحاویؒ   iv. علامہ ابو بشر دولابیؒ

v. امام محمد بن ہارونؒ   vi. علامہ محمد بن قاسمؒ ۔

vii. علامہ احمد بن محمدؒ   viii. امام ابو عوانہؒ

ix. علامہ محمد بن اسحاقؒ ۔

۱۳۔ مسلک امام :- اس بارے میں تین (۳) اقوال معروف ہیں :

i. **شافعی** :- علامہ ابن سبکیؒ اور جمہور محدثینؒ کے ہاں امام نسائیؒ شافعی تھے۔

ii. **حنبلی** :- علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ سندھی کی تحقیق میں آپ **حنبلی** تھے۔ اس قول کی تائید سنن نسائی شریف کے تراجم و ابواب سے ہوتی ہے۔

iii. **مجتہد** :- جمہور اہل علمؒ کے نزدیک آپ درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ عظیم مجتہد، محدث اور فقیہ ہیں۔

۱٤۔ حالات زندگی :- امام نسائی کی شخصیت علمی و عملی کمالات کا مجموعہ ہے۔ رب کائنات نے بے پناہ خصوصیات و محاسن سے آپ کو نوازا تھا۔ **اجمالی حالات** درج ذیل ہیں

i. **بچپن** : امام نسائی نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن نساء میں حاصل کی۔ یہ وہ دور تھا : جس وقت بڑے بڑے سادات محدثینؒ وفقہاء آسمانِ علم حدیث پر اپنے انوار بکھیر رہے تھے آپ نے علوم متداولہ سے فراغت کے بعد بلخ کا سفر کیا اور سیدنا قتیبۃ بن سعید کے درس سے اکتساب فیض کیا جس سے آپ کا میلان اخذ حدیث، جمع حدیث اور تعلیم حدیث کی طرف ہو گیا۔ امام نسائی خود فرماتے ہیں : اقمت عندہ سنۃ و شھرین ۔ اس وقت حضرت امام کی عمر مبارک پندرہ (۱۵) سال کے لگ بھگ تھی۔

ii. **خوش ذوق** :- امام نسائی کا یہ معمول تھا کہ بازار سے مرغ خریدتے۔ انہیں ایک (۱) ماہ تک اپنے ہاں رکھ کر موٹا کرتے پھر انہیں بھون کر تناول فرماتے۔ آپ نے چار (۴) شادیاں کیں انکے علاوہ باندیاں بھی آپکے ملک میں تھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کان یشتری الدلوک ویسمن ولذا کان ملیح الوجہ مع کبر سنہ .

iii. **علمی سفر** :- امام نسائی نے 230ھ کو پندرہ (۱۵) سال کی عمر میں سماع حدیث کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ تمام سادات محدثینؒ میں آپ کو یہ سعادت حاصل رہی کہ آپ نے میلہا میل پیدل چل کر سمندر ،

پہاڑ اور جنگلات کی پرواہ کئے بغیر احادیث مقدسہ کو جمع فرمایا۔ کوئی شہر اور بستی ایسی نہ تھی جہاں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ خراسان، حجاز، عراق، یمن، کوفہ، ایران، شام، مصر وغیرہ ممالک میں آپؒ بارہا تشریف لے گئے۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں آپ کا معمول تھا کہ سب سے پہلے قریبی شہر کے محدثین سے احادیث کا سماع فرماتے اس کے بعد جہاں بھی کسی محترم محدث کے بارے **معلوم** ہوتا تشریف لے جاتے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: آپ نے **مصر میں مستقل سکونت** اختیار فرمائی۔ زندگی کا بڑا حصہ یہیں گذارا۔ یہیں اپنی تصانیف کو ترتیب دیا۔ اور سنن اسی زمانے میں عالم اسلام میں پھیلی۔ بہت سے سادات محدثینؒ وفقہاءؒ نے آپ سے سنن نسائی کو سنا۔ **اخیر عمر میں** آپ ۳۰۲ھ میں **مصر سے دمشق منتقل** ہو گئے۔

۱۷. **زھد وتقوی**:- امام نسائی محدث وفقیہ بھی تھے۔ ایک متقی، پارسا خدا ترس انسان بھی۔ آپ **صوم داؤدی** کے پابند تھے۔ ایک (۱) دن روزہ رکھتے اور دوسرے (۲) دن افطار فرماتے۔ رات کا اکثر حصہ نوافل تہجد اور ذکر اللہ میں گزارتے۔ **حکمرانوں کے قرب سے گریزاں** رہتے۔

۷. **کارھائے نمایاں**:- بدعات ومحدثات کے خلاف قولاً وعملاً برسر پیکار رہے۔ خارجیوں کے ساتھ ہمیشہ مناظرے ہوتے اور آپ کو تائید ایزدی حاصل رہتی۔ آپ نے **متواتر کئی حج** کئے جن کا شمار ممکن نہیں۔ امیر مصر کے ساتھ میدانِ کارزار میں شرکت فرمائی ایسی **شجاعت وجرأت** دکھلائی کہ قرون اولی کی یاد تازہ ہوگئی

۱۵. علماء کے تعریفی اقوال

:- امام ابن منذر اصفہانی فرماتے ہیں الذین اخرجوا الثابت من المعلول و الخطاء من الصواب اربعة (۴) البخاریؒ و مسلمؒ و ابوداؤدؒ و النسائیؒ۔ وہ ائمہ جنہوں نے حدیث معلول کو غیر معلول اور صحیح کو ضعیف سے ممیز کیا وہ چار (۴) مشائخ بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ ہیں۔

ii. **ابن خلقانؒ** فرماتے ہیں کان امام الحدیث فی عصرہ۔ آپ عدیم المثال امام حدیث تھے۔

iii. علامہ **ابوعلی نیشاپوری** فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث چار (۴) ہیں جن میں سے ایک امام نسائیؒ ہیں

iv. امام **ذھبیؒ** فرماتے ہیں: **الامام النسائی کان اماماً حافظاً ثقة متورعاً**۔

v. امام **دارقطنیؒ** سے منقول ہے: **الامام النسائی مقدم علیٰ کل من یتذکر بعلم الحدیث**.

vi. امام **ذھبیؒ** لکھتے ہیں: الامام النسائی احفظ من الامام مسلم۔ بہرحال لاتعداد

شیوخ ومحدثینؒ نے آپ کی جلالت وعظمت کی شہادت دی ہے۔اورآپ کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں۔

۱۶۔ **تصانیف** :- چند **مشہور و مطبوعہ تصانیف** درج ذیل ہیں :

i.	**خصائص علیؓ**	ii.	**فضائل صحابۃ**
iii.	**مسند علیؓ**	iv.	**مسند مالکؒ**
v.	**السنن الکبریٰ**	vi.	**السنن الصغریٰ**
vii.	**کتاب الضعفاء**	viii.	**اسماء الرواۃ**

ix. **کتاب المدلسین** امام نسائی کوجس کتاب کی وجہ سے شہرت وعظمت ملی وہ **سنن نسائی** ہے۔ آپ نے پہلے السنن الکبریٰ لکھی ۔ پھرامیر رملہ کے تقاضے پرصرف صحیح احادیث کاانتخاب کیا۔ اور **المجتبیٰ** کےنام سے **سنن نسائی** تالیف فرمائی۔

۱۷۔ **خصوصیات سنن** :- جمہورمحدثینؒ نے مندرجہ ذیل خصوصیات کی بناء پرسنن نسائی کوصحیحین کے بعدصحاح ستہ میں **تیسرے** (۳) **نمبر** پررکھاہے۔بلکہ بعض علماءؒ مغاربہ نےسنن نسائی کو **صحیحین سے بھی مقدم** قراردیاہے ۔ جن میں سے **چندخصوصیات** درج ذیل ہیں :

i. **عدم تکرار** :- سنن نسائی میں تکراراحادیث بالکل نہیں ہے۔

ii. **احادیث صحیحہ** :- امام نسائی نےحتی المقدورصحیح احادیث کوجمع کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ان کافرمان ہے : **السنن کله صحیح** . علامہ ابن حجرعسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے صحیح مسلم کے بعض رواۃ کوبھی ترک فرمادیاہے۔آپ کے شاگردابوالحسن رملیؒ امام نسائی کاقول نقل فرماتے ہیں : کہ جب مجھے کسی راوی کے بارے تردد ہوتاتومیں **استخارہ** کرتا۔ پھرایسی حدیث صحیح کونقل کرتا۔

iii. **حدثنا واخبرنا** :- امام موصوفؒ روایت کرتےوقت حدثنا اور اخبرنا میں فرق کرتے ہیں ۔ اوراس کاالتزام حضرت امام نسائی نے پوری سنن میں فرمایاہے۔

iv. **بیان علل** : احادیث کی علل کوانتہائی تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔اسلئے طالب علم کوحدیث کےساتھ اس کے سقم کاعلم بھی ہوجاتاہے۔یہ آپ کی ایک (۱) **ممتاز خصوصیت** ہے۔

vii **تراجم ابواب :-** سنن نسائی کی بہت بڑی خصوصیت تراجم ابواب کی ہے۔امام نسائیؒ امام بخاری کی طرح حسن تراجم کے سبب محدثینؒ میں مشہور ہیں۔محققینؒ کے نزدیک تراجم کے اعتبار سے سنن نسائی کا درجہ دوسرا ہے

vi **حسن ترتیب :-** سنن نسائی کی ترتیب نہایت عمدہ ہے آپ نے ابواب فقہیہ کیمطابق احادیث کو جمع فرمایا ہے

vii **زیادۃ حدیث :-** سنن میں بہت سی صحیح احادیث ایسی ہیں جو دوسری (۲) کتب میں موجود نہیں۔

viii **بیان جرح وتعدیل :-** امام نسائی رجال حدیث پر بحث کرتے ہوئے ان کے حالات سے باخبر بھی فرماتے ہیں۔ اورجرح و تعدیل کا اظہار بھی۔

ix. **اختصار ابواب :-** امام نسائی نے ابواب کومختصر کلمات سے تحریر کیا ہے۔اور یہ کوشش کی ہے کہ ہر مسئلے کو مستقل باب کے ذریعے حدیث سے ثابت کیا جائے جس سے یہ کتاب علماء کے ہاں **نمایاں حیثیت** رکھتی ہے۔

x. امام نسائی اپنے شیخ علامہ حارثؒ بن مسکینؒ سے جب حدیث نقل فرماتے ہیں تو اخبرنا حارث بن مسکینؒ قراۃ علیه و انا اسمع کے کلمات لاتے ہیں۔جس سے آپؒ کے **احتیاط** کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

xi. **تشحیذاذھان :-** امام نسائی کبھی کبھار ایک (۱) باب باندھتے ہیں اوراس کے ذیل میں جو حدیث نقل کرتے ہیں اس سے باب ثابت نہیں ہوتا۔جس سے مقصود طلباء کے **اذھان کی تشحیذ (امتحان)** ہے۔ جیسا کہ باب الاقامة لمن یصلی وحده کے ذیل میں لائی ہوئی حدیث سے یہ حقیقت واضح ہے۔

۱۸۔ سنن محدثین کی نظرمیں :- علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں : ان السنن صحیح و اعتمد المحدثونؒ علیٰ جرحه و تعدیله ۔

ii. علامہ **حکیم ترمذیؒ** سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔

iii. **بعض علماء مغاربہؒ** نے سنن نسائی کو **صحیح بخاری پر فوقیت** دی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت جمہورؒ کے ہاں مسلم ہے کہ **صحیحین کے بعد** صحاح ستہ میں **سنن نسائی کا مقام** ہے ۔

۱۹۔ صحاح میں سنن کامقام :- امام نسائی طبقہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ سے روایات استیعاباً اور طبقۂ رابعہ (۴) سے انتخاباً نقل فرماتے ہیں۔ اسلئے اھل علم کا یہ قول مشہور ہے : ان اول مراتب الصحاح منزلة صحیح البخاریؒ ثم صحیح مسلمؒ ثم سنن النسائیؒ .

۲۰۔ **شروح سنن مع اسماء شراح** :۔ سنن نسائی پر کوئی زیادہ شروح، حواشی اور تعلیقات تحریر نہیں کیے گئے۔ کیونکہ سیدنا امام نسائی کا انداز بیان نہایت آسان، سہل اور شستہ ہے:

i **الامعان** :۔ یہ سیدنا علامہ ابوالحسن انصاریؒ متوفی 567ھ کی تصنیف لطیف ہے۔

ii. **زھر الربی علی المجتبی** :۔ یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی ایک علمی تصنیف ہے۔ متاخرین علماء و طلاب حدیث نے اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے۔ اور تاحال مستفید ہو رہے ہیں۔

iii **شرح ابن الملقن** :۔ یہ علامہ ابوحفص عمرو بن علی متوفی 804ھ کی ایک (۱) عمدہ علمی کاوش ہے جس کا انداز تحریر سادات متقدمین علماءؒ کی طرح مختصر۔ مگر جامع ہے۔

iv. **تعلیقات سندھیؒ** :۔ یہ علامہ محمدؒ بن عبدالھادی محدث سندھی کی تالیف ہے۔

v. **تعلیقات علی النسائی** :۔ یہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمدؒ سہانپوری کی علمی کاوش ہے جو بہت ہی مختصر ہے۔ نیز آج کل تقریباً نایاب ہے۔

vi. مولانا دوست محمد شاکر اور مولانا محمد عبدالستار قادری کی تالیفات۔ نیز التعلیقات السلفیه ان دنوں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جو طلباء کیلئے نہایت مفید ہیں۔

۲۱۔ **امام اور شیعیت** :۔ علامہ ابن خلکانؒ اور امام ذھبیؒ نے مندرجہ ذیل ایک (۱) واقعہ کے سبب امام نسائی کے بارے لکھا ہے: **و فیه شیء من التشیّع**۔ تاریخی واقعہ یوں ہے کہ امام نسائی مصر سے دمشق تشریف لائے۔ دمشق ان دنوں امارتِ بنو امیہ کا دارالخلافہ تھا۔ بعض حکومتی اہل کار سیدنا علیؓ سے بغض و عداوت رکھتے تھے آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں حضرات صحابہؓ کے فضائل کے ضمن میں سیدنا علی المرتضیٰؓ کے مقام امامت و صحابیت کو بیان فرمایا حکومتی اہل کاروں نے اسے ناپسند کیا اور مطالبہ کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں آپ کچھ بیان کریں۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث لا أشبع الله بطنه۔ پڑھ کر سنائی۔ نیز فرمایا الا یرضی معاویة راسا برأس۔ اس جملے کو سنتے ہی حاضرین مجلس آپ پر حملہ آور ہوئے اور خوب زدوکوب کیا۔

مذکورہ بالا تاریخی واقعہ سے آپ کی طرف جو **نسبت رفض** ہے وہ چند وجوہ سے **صحیح نہیں**:

i. متقدمین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں بلکہ آپ کو **شافعی**، **حنبلی** یا **مجتھد** مانتے چلے آئے ہیں

ii. امام نسائی نے حضرات شیخینؓ، سیدہ عائشہؓ اور جلیل القدر صحابہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی **حضرات صحابہؓ کو عادل و امین** سمجھتے تھے۔ جب کہ شیعہ و رافضی اس

نعمت حقیقت و صداقت اہل بہشت سے محروم ہیں۔

iii. حضرات شیخینؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ کے اقوال کوکئی مقامات پر امام نسائیؒ نے بطور دلیل کے پیش فرمایا ہے نیز آپ **سیدنا علیؓ کو خلیفۂ رابع** اور سادات **خلفاء ثلاثہ** کو بالترتیب **خلیفۂ اول ' ثانی و ثالث** تسلیم کرتے ہیں۔جیسا کہ سنن نسائی کے مطالعہ و درس سے ظاہر ہے۔

امام نسائی کے اس فرمان کی وجہ اس وقت کے حالات، جامع مسجد کا ماحول اور حکومتی ایجنٹوں کا تعصب وعناد ہے یقیناً امام نسائی اپنی اس عظیم تالیف اور علمی کارنامے کے سبب امام اہل سنت ہیں۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً ۔

۲۲۔ قراۃ علیه وانااسمع :- امام نسائیؒ اپنے شیخ علامہ حارثؒ بن مسکینؒ کے توسط سے جب حدیث مبارک روایت فرماتے ہیں۔ تو : هکذا قریٔ علیه و أنا اسمع کے کلمات استعمال فرماتے ہیں۔

حضرات محدثینؒ نے اس کے دو (۲) **وجوہ بیان** کئے ہیں :

i. امام نسائیؒ اور علامہ حارثؒ بن مسکین کے مابین کسی مسئلہ پہ **اختلاف** ذاتی ہوا۔شیخ نے درسِ حدیث میں شرکت کرنے سے روک دیا۔ امام نسائی مکان درس سے باہر کسی جگہ کھڑے اپنے شیخ کے کلمات سن لیا کرتے تھے۔ اس لئے کمال احتیاط کے سبب حدثنا کی بجائے قریٔ علیه و أنا اسمع ۔ کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔

ii. امام نسائی کے استاذِ حدیث علامہ حارثؒ بن مسکین حکومتِ وقت کے ظالمانہ نظام کے مخالف تھے۔ انتہائی شدومد سے مخالفت فرماتے۔جناب گورنر نے علماءؒ وطالبینؒ حدیث کو علامہ کے درس میں **شرکت سے روک دیا** امام نسائی چھپ کر اپنے شیخ کی احادیث مقدسہ کو سن لیتے ۔ اس لئے کمال احتیاط کے پیش نظر **حدثنا** کی بجائے قرأۃ علیه و انا اسمع کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔

۲۳۔ اسماء سنن :- امام نسائی نے پہلے السنن الکبریٰ کے نام سے ایک (۱) کتاب تالیف فرمائی۔حاکم وقت نے سوال کیا أجمیع احادیث کتابک صحیح ؟ امام نسائی نے جواب دیا **لا**۔حاکم وقت نے خواہش ظاہر کی کہ آپ اس عظیم تالیف میں سے صرف صحیح احادیث کا چناؤ فرمائیں۔تو امام نسائیؒ نے سنن نسائی کو تالیف فرمایا جس کے تین (۳) نام علماء میں معروف ہیں (۱) **السنن الصغریٰ** (۲) **المجتبیٰ** (۳) **المجتنیٰ**

۲۴۔ اسماء رواۃ :- برصغیر پاک وہند میں موجود سنن نسائی کے راوی علامہ ابوبکرؒ بن احمدؒ ابن سنی ہیں نیز آپ کے فرزند علامہ عبدالکریمؒ نے بھی سنن نسائی کو روایت کیا ہے۔

احقر کو حتی الوسع مطالعہ و جستجو کے بعد یہی دو (۲) نام رواۃ سنن میں مل سکے ۔ اگر کوئی صاحب مزید اسماء پر مطلع ہوں ۔ تو ہماری رہنمائی فرما کر **شکریہ کے مستحق** بنیں۔

حالات امام ابوداؤدؒ

۱۔ **نام** : سلیمانؒ ۔ ۲۔ **معروف نام** : امام ابوداؤدؒ ۔
۳۔ **کنیت** : ابوداؤدؒ ۴۔ **نسب** :- امام ابوداؤدؒ کے نسب میں دو اقوال ہیں (۱) سلیمانؒ بن اشعثؒ بن اسحاق بن بشیر بن شداد۔ (۲) سلیمانؒ بن اشعثؒ بن شداد۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے
۵۔ **نسبت** :- امام ابوداؤد کی دو (۲) نسبتیں ہیں (۱) **ازدی** (۲) **سجستانی یا سنجری**
ازد ایک (۱) قبیلے اور **سجستان** ایک (۱) جگہ کا نام ہے۔ گویا قبیلے کی نسبت سے **ازدی** اور علاقہ کی نسبت سے **سجستانی** کہلائے **سجستان** سیستان کا معرّب ہے جو قندھار کے قریب ایک مشہور علاقہ ہے علامہ یاقوت حمویؒ فرماتے ہیں کہ سیستان، خراسان کے اطراف میں واقع ہے اور اس کو **سنجر** بھی کہتے ہیں یہ وہ **مقدس سرزمین** ہے۔ جس میں **سلسلۂ چشتیہ** کے اساسی شیخ، عارف باللہ، ولی الہند خواجہ خواجگان سیدنا **خواجہ معین الدین اجمیریؒ** پیدا ہوئے۔ اسی لئے امام ابوداؤدؒ اور حضرت الشیخ، موحد اعظم سیدنا خواجہ اجمیریؒ کو **سنجری** بھی کہا جاتا ہے۔
۶۔ **ولادت** :- امام ابوداؤدؒ بروز جمعہ بتاریخ ۱۶ شوال 202ھ سجستان میں پیدا ہوئے۔
۷۔ **وفات** :- آپ کا بروز جمعہ ۱۶ شوال 275ھ بمطابق فروری 889ء **بعمر ۷۳** سال بصرہ میں انتقال ہوا۔ آپ کے نماز جنازہ میں تین (۳) لاکھ اہل ایمان نے شرکت کی۔ آپ کو حضرت امام سفیان ثوریؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ ایک قول کے مطابق **کثرت ازدھام** کے باعث آپ کی **نماز جنازہ اسی (۸۰) مرتبہ** ادا کی گئی۔ علامہ کشمیریؒ نے آپ کی ولادت، وفات اور مدت عمر کو حروف ابجد کے اعتبار سے **برّ (۲۰۲) دارع (۲۷۵) باع (۷۳)** سے تعبیر فرمایا ہے۔
۸۔ **حالات زندگی** :- سیدنا امام ابوداؤد کی ابتدائی زندگی کے حالات و واقعات کتب تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں۔ تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے **ابتدائی تعلیم سجستان** میں حاصل کی۔ پھر طلب

علوم اسلامیہ کیلئے مختلف ممالک اسلامیہ کا سفر کیا۔ جن میں خراسان، شام، عراق، مصر اور حجاز مقدس کے اسماء سرفہرست ہیں۔

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: کہ امام ابوداؤد کی رغبت بچپن ہی سے علم حدیث کی طرف تھی جس کے تحت آپ نے بغداد اور شام کی طرف ان گنت سفر کئے۔ علم و عرفان کے مرکز بغداد میں سکونت اختیار فرمائی۔ وہیں سنن ابوداؤد کو تالیف کیا۔ امام ابوداؤدؒ، امام الحدیث اور عالم جلیل ہونے کے باوجود طبعاً انتہائی سادہ اور منکسر المزاج تھے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ آپ اپنی ایک (۱) آستین فراخ اور دوسری (۲) آستین تنگ رکھا کرتے تھے جب سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمانے لگے: میں ایک (۱) آستین اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اپنی سنن کے کچھ اوراق اس میں رکھ سکوں۔ اور دوسری (۲) آستین فراخ رکھنا یقیناً اسراف میں داخل ہے۔

۹۔ **کمالات و محاسن**:- امام ابوداؤد کو مسائل حج میں خاصا ادراک تھا۔ آپ **اسماء الرجال کے امام** مانے جاتے تھے۔ صحیح بخاریؒ اور مسلم کے بعد جس کتاب کو سادات محدثینؒ اور علماءؒ کے ہاں زیادہ مقام حاصل ہوا وہ امام ابوداؤد کی **کتاب السنن** ہے۔ آپ نے جس وقت کتاب السنن کی تصنیف کا آغاز کیا۔ اس وقت سادات فقہاءؒ و محدثینؒ میں جوامع اور مسانید تالیف کرنے کا رواج تھا۔ جیسا کہ **مسند امام اعظمؒ** وغیرہ۔

آپ نے علم حدیث میں کتاب السنن لکھ کر ایک (۱) نئے باب کا اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی تقلید میں دوسرے سادات ائمہؒ اور حفاظِ حدیث نے سنن کو تالیف فرمایا۔

i. **زھد و تقوی**: اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام ابوداؤد کو جس طرح علم و حکمت سے مالا مال فرمایا تھا اسی طرح آپ عبادت و ریاضت میں بھی لاثانی تھے جو وقت تالیف و تدریس سے بچتا آپ نوافل و عبادات میں صرف فرماتے

ii. **علمی سفر**:- امام ابوداؤدؒ نے ابتدائی تعلیم سجستان میں حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کے حصول کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا۔ اس سفر کے دوران آپ نے مصر، شام، عراق اور حجاز مقدس کے مشاہیر محدثینؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور علم حدیث میں مہارت حاصل کی۔ خطیب بغدادیؒ نے آپ کے کئی اسفار کا تذکرہ فرمایا ہے

iii. **سادگی**:- امام ابوداؤدؒ انتہائی سادہ، متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

iv. **مرجع خلائق**:- امام ابوداؤدؒ کے پاس ہر وقت طالبین علم حدیث کا ہجوم رہتا۔ بڑے بڑے مشائخ اور بزرگانؒ دین آپکی زیارت کیلئے تشریف لاتے آپ کے ہم عصر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی موضوعات پر

بحث وتمحیص فرماتے جیسا کہ مشہور **صوفی عالم و عارف حضرت سہل تستری** کے واقعہ سے ظاہر ہے

v **فقہی ذوق** ۔ مؤلفین صحاح میں سے امام ابوداؤد پر فقہی ذوق کا خاصا غلبہ رہا ہے۔ آپ نے اپنی سنن کو ابواب فقہیہ کے مطابق ترتیب دیکر اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ **فقہ کا ماخذ قرآن و حدیث ہی ہے**۔ اس لئے حضرات فقہاء نے امام ابوداؤد کو نامور فقہاء کی فہرست میں شمار کیا اور **طبقات فقہاء** میں آپکا نام نامی تحریر فرمایا ہے علامہ یافعی فرماتے ہیں : کہ امام ابوداؤد حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔ اور آپ کی سنن میں **فقہی احادیث کا** جس قدر **عظیم ذخیرہ** موجود ہے۔ صحاح ستہ کی دوسری (۲) کتب میں موجود نہیں۔

vi **احترام اسلاف** :- امام ابوداؤد حضرات ائمہ اربعہ اور فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے دوران درس نہایت ادب واحترام سے ذکر خیر کرتے۔ علامہ ابن عبدالبر نقل فرماتے ہیں : امام ابوداؤد درس حدیث کے دوران عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ **امام اعظم ابوحنیفہ**، امام مالک اور امام شافعی پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ یہ حضرات **ہمارے پیشوا' ہادی** 'امام اور امت مسلمہ کے **عظیم محسن** ہیں۔ جنہوں نے **شریعت مطہرہ** کو **بطور ضابطہ اور قانون** کے امت مسلمہ کے سامنے پیش فرمایا ہے۔

۱۰۔ اساتذہ :- امام ابوداؤد کے اساتذہ کی تعداد تین سو (۳۰۰) سے زائد ہے۔ جن میں سے معروف سادات محدثین و فقہاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

i.	**امام الحدیث احمد بن حنبل**	ii.	**سیدنا عبداللہ بن مسلمہ**
iii.	**امام ابوالولید طیالسی**	iv.	**سید الطائفہ یحیٰ بن معین**
v.	**رئیس المحدثین علی بن مدینی**	vi.	**سیدنا محمود بن غیلان**
vii.	**سیدنا قتیبہ بن سعید**	viii.	**سیدنا محمد بن بشار**
ix.	**سیدنا محمد بن بناء**	x.	**سیدنا عثمان بن ابی شیبہ**
xi.	**سیدنا مسلم بن ابراہیم**		

۱۱۔ تلامذہ :- امام ابوداؤد کے تلامذہ کی **تعداد ان گنت** ہے۔ آپ سے لاتعداد علماء و محدثین نے استفادہ کیا۔ آپکے حلقہ درس میں ہزاروں محدثین وفقہاء کا اجتماع ہوتا تھا۔ جن میں سے چند مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں

i.	**امام ابو عیسیٰ ترمذی**	ii.	**امام ابو عبدالرحمن نسائی**

iii امام ابو علی اللؤلوی؂ iv امام عبدالرحمان نیشا پوری؂
v آپ کے فرزند ابو بکر عبداللہ؂ vi علامہ ابوبکر محمدبن داستہ؂
vii علامہ احمدبن محمدخلال؂ viii علامہ احمدبن الاعرابی؂
ix علامہ ابوعیسیٰ اسحاق رملی؂ ۔ علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام کیلئے یہ امر نہایت قابل فخر ہے کہ امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ جیسے صاحبان علم وفضل آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ نیز ان عظیم محدثینؒ نے حضرت امامؒ سے احادیث مقدسہ کو روایت کیا ہے۔ یہ عجیب کراماتی شان ہے کہ حضرت امام احمدؒ بن حنبل آپ کے استاذ ہونے کے باوجود آپ سے چند احادیث مقدسہ کو اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔

۱۲۔ امام اخیارامت کی نظرمیں :- سیدنا امام ابوداؤدؒ کے اساتذہؒ، ہم عصر علماءؒ اور بعد میں آنے والے معزز محدثینؒ نے آپ کے علم وفضل کی بے حد تعریف کی ہے۔ چند اقوال درج ذیل ہیں :

i. امام ابوحاتمؒ **بن حبان** فرماتے ہیں : کان ابو داؤد احد ائمة الدنیا علماً وحفظاً وفقهاً و ورعاً و اتقاناً ۔ کہ امام ابوداؤدؒ علم، حفظ، فقاہت، تقویٰ اور ضبط واتقان میں **اهل دنیا کے امام تھے** ۔

ii امام **ابراھیمؒ حربی** فرماتے ہیں : ألین لابی داوٗدؒ الحدیث کما ألین لداوٗدؑ الحدید ۔ اللہ تعالیٰ نے امام ابوداؤد کیلئے علم حدیث کو اسی طرح سہل کردیا تھا جس طرح حضرت داؤدؑ کیلئے لوہے کو موم کردیا گیا تھا۔

iii امام **ابن مندہؒ** اصفہانی فرماتے ہیں : الذین اخرجوا الثابت من المعلول و الخطاء من الصواب اربعة(۴) البخاریؒ و مسلمؒ و ابو داؤدؒ والنسائیؒ. وہ ائمہ جنہوں نے حدیث معلول کو غیر معلول سے اور حدیث صحیح کو حدیث ضعیف سے متمیز کیا وہ چار اشخاص ہیں (۱) امام بخاریؒ (۲) امام مسلمؒ (۳) امام نسائیؒ (۴) امام ابوداؤدؒ

iv **امام موسیٰؒ** بن ہارون فرماتے ہیں : خلق ابو داؤد فی الدنیا للحدیث وفی الاخرة للجنة و مارأیت افضل منه ۔ یعنی رب کائنات نے امام موصوف کو اس دنیا میں خدمت حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ اور میں نے علم وفضل کے اعتبار سے کسی حضرت محدث کو آپ سے بڑھ کر نہیں پایا۔

v. **امام حاکمؒ** لکھتے ہیں : امام اهل الحدیث فی عصره امام ابوداؤدؒ اپنے زمانے کے امام حدیث تھے

vi امام ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں رقم طراز ہیں : ان ابا داؤدؒ یشبه احمد بن حنبلؒ فی هدیه و

دله و سمته و كان احمد يشبه في ذلك بوكيع و وكيع بسفيان وسفيان بمنصور و منصور بابراهيم و ابرهيم بعلقمة و هو بابن مسعود قال علقمة و كان ابن مسعود يشبه النبي ﷺ في هديه و دله

امام ابوداود حلیہ، خصائل اور شمائل کے اعتبار سے امام احمد بن حنبلؒ کے مشابہ تھے۔ امام احمد امام وکیع کے، امام وکیع سیدنا سفیانؒ کے، سیدنا سفیانؒ امام منصورؒ کے، امام منصورؒ سیدنا ابراہیم نخعیؒ کے، سیدنا ابراہیم نخعی امام الفقہاء، سیدنا علقمہ کے، سیدنا علقمہؒ سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے اور سیدنا ابن مسعودؓ امام الاولین والآخرین حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے گویا امام ابوداؤدؒ اپنے اساتذہ کے توسط سے **حلیۃً سیرتاً اور خصلاً حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔**

vii. امام ابن حجر **عسقلانیؒ** نے مشہور صوفی محدث سیدنا سہل تستری کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ وہ سیدنا امام ابوداؤدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمانے لگے میری آپ سے **ایک (۱) تمنا وابستہ ہے۔** آپ اس کی تکمیل کا وعدہ فرمائیں۔ امام ابوداؤدؒ نے تکمیل تمنا کا وعدہ فرمایا تو حضرت سہلؒ نے فرمایا اے امام! وہ زبان مبارک دکھلائیں جس سے آپ شب وروز حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کو بیان فرماتے ہیں۔ تاکہ میں اس **لسان مقدس کو بوسہ دوں۔** امام ابوداؤدؒ نے زبان کو دہن مبارک سے نکالا اور حضرت سہلؒ نے عقیدت ومحبت سے چوم لیا۔

۱۳۔ مسلک :- اس میں تین (۳) آراء ہیں : i. **شافعی** .

ii. **مجتہد غیر متبوع** : امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں : اما ابو دائود و الترمذی فهما مجتهدان منتسبان الی احمدؒ و اسحاقؒ . iii. **حنبلی** : (امام ابن تیمیہؒ کے ہاں)۔ جبکہ قول ثانی راجح ہے

۱٤۔ تصانیف :- امام ابوداؤدکی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ہیں :

i. **سنن ابی دائودؒ** ii. **كتاب المراسيل**

iii. **الرد على القدريه** iv. **الناسخ و المنسوخ**

v. **كتاب المسائل** vi. **دلائل النبوة**

vii. **كتاب التفسير** viii. **كتاب نظم القرآن**

ix. **كتاب فضائل القرآن** x. **كتاب بدء الوحى**

xi. **فضائل الانصارؓ** xii. **كتاب الزُهد**

سُنن ابوداؤدؒ

۱۔ **تعارف سنن** ۔ سنن ابوداؤد پانچ (۵) لاکھ **احادیث** مقدسہ کا **بہترین انتخاب** اور **صحیح ترین** گراں قدر **مجموعہ** ہے جو حسن ترتیب اور ابواب فقہیہ کے چناؤ میں بے مثل و قابل تقلید ہے علامہ **خطابی**ؒ فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ کتاب حضرات محدثینؒ کے تمام طبقات اور سادات فقہاءؒ کے تمام حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی اور مانی گئی ہے۔ (**خصوصیات سنن** بالتفصیل **آگے مرقوم** ہیں۔)

۲۔ **وجہ تالیف** ۔ علامہ ابن **قیم** فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ کے زمانے میں اساتذہ حدیث صرف احادیث مقدسہ کے نقل کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو صرف فرماتے تھے۔ امام ابوداؤدؒ نے محسوس فرمایا کہ استاذ حدیث کو ایک معتمد مفتی اور مستند فقیہ ہونا چاہیے۔ آپ نے فن حدیث میں **ابواب فقہیہ کے مطابق** سنن ابوداؤد کو **تالیف** فرمایا۔ چنانچہ آپ نے حضرات فقہاءؒ کے مستدلات کو جمع فرمایا اور سادات فقہاءؒ کے فرامین کو **احادیث مقدسہ سے تائید و توثیق** بخشی۔ امام **غزالی** فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ نے سنن اسلئے تالیف کی کہ وہ طالبان و علماء حدیث تک یہ پیغام حقیقت پہنچانا چاہتے تھے کہ علم **حدیث** اور علم **فقہ ایک (۱) ہی عنوان کے دو (۲) نام** ہیں۔ یقیناً سنن ابوداؤد ایک (۱) عالم و فقیہ کے لئے کافی و مکمل ذخیرہ احادیث ہے

۳۔ **زمانہ تالیف** :۔ حضرت امامؒ نے سنن کو عہد شباب میں مکمل فرمایا۔ اس کا زمانہ تالیف 236ھ سے 240ھ کے مابین ہے۔ اس وقت امام عزیمت، امام احمد بن حنبلؒ بقید حیات تھے۔ آپ کی خدمت میں سنن ابوداؤد کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ اور امام ابوداؤد کی تعریف و تحسین فرمائی۔ گویا حضرت امامؒ نے اپنی عمر کے تیس (۳۰) سے پینتیس (۳۵) سال کے دورانیہ میں سنن ابوداؤد کو تالیف فرمایا۔

٤۔ **تعداد احادیث** :۔ تعداد احادیث کے بارے میں خود امام ابوداؤدؒ اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں کہ ان کی سنن اٹھارہ (۱۸) اجزاء پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک (۱) جزء مراسیل کا ہے۔ اور کل احادیث کی تعداد چار ہزار آٹھ سو (٤۸۰۰) ہے۔ اور چھ سو (٦۰۰) مراسیل احادیث کی تعداد اس کے علاوہ

ہے۔گویا سنن ابوداؤد میں کل احادیث کی تعداد پانچ ہزار چار سو (۵۴۰۰) ہے۔ علامہ عبدالغنی مقدسیؒ فرماتے ہیں : کہ چودہ سو (۱۴۰۰) احادیث مکرر ہیں۔اور بغیر تکرار کے احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

۵۔ **نسخ سنن** :- سنن ابوداؤد کے مختلف نسخے تحریر کئے گئے تھے۔جن میں سے چار (۴) شخصیات کے نقل کردہ نسخے اس وقت عالم عرب وعجم میں موجود ہیں۔اور وہی سادات علماءؒ ومحدثینؒ کے ہاں مشہور ہیں :

i. **نسخہ ابن داستہؒ** :- یہ نسخہ زیادہ تر الجزائر،مراکش اوراندلس وغیرہ میں پڑھایا جاتا ہے ۔ اور امام ابوداؤد کے مشہور شاگرد علامہ محمدؒ بن عبدالرزاق بن داستہؒ سے مروی ہے۔

ii. **نسخہ ابن الاعرابیؒ** :- یہ امام ابوداؤدؒ کے تلمیذ رشید علامہ ابوسعید احمدؒ سے مروی ہے اور یہ نسخہ باقی تین نسخوں کے مقابلے میں ناقص ونامکمل ہے۔اسمیں کتاب الفتن ، الملاحم ، الحروف ،القرأۃ مکتوب نہیں

iii. **نسخہ رملیؒ** : یہ نسخہ آپ کے ایک شاگرد علامہ اسحاق رملیؒ سے مروی ہے۔جو آج کل نایاب ہے۔

iv. **نسخہ لولویؒ** :- یہ نسخہ تمام نسخ سے زیادہ صحیح اور محفوظ سمجھا جاتا ہے۔آج کل عرب ممالک اور برصغیر میں یہی سبقاً پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔اس نسخے کے ناقل مشہور محدث اور امام ابوداؤد کے تلمیذ رشید سیدنا محمدؒ بن احمد بن عمرو اللولوی ہیں۔اس نسخہ میں چار ہزار آٹھ صد (۴۸۰۰) احادیث موجود ہیں۔ یہ نسخہ امام لولوی نے امام ابوداؤدؒ سے محرم ۲۷۵ھ میں سنا اور یہی امام ابوداؤد کا سن وفات ہے۔گویا امام ابوداؤد کی زندگی کا یہ آخری املاء ہے۔

۶۔ : **خصوصیات سنن** :- سنن ابوداؤد مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے :

i. **حسن ترتیب** :- امام ابوداؤدؒ نے روایات کو ابواب فقہیہ کے اعتبار سے جمع فرمایا ہے۔اور سنن میں صرف ان احادیث مقدسہ کو لائے ہیں۔جن کا تعلق احکام و فقہی مسائل سے ہے۔

ii. **تبویب** :- اہم اور مشہور مسائل میں حضرات فقہاءؒ کے اقوال کی روشنی میں باب باندھے گئے ہیں جس سے ہر مذہب کے دلائل کو تلاش کرنا طالب حق کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً **کتاب الصلوۃ میں ایک** (۱) باب' باب رفع الیدین اوردوسرا (۲) باب' باب من لم یذکر الرفع قائم کیا گیا ہے۔گویا اس لحاظ سے سنن میں تمام ائمہ کرامؒ اور فقہاءِ عظامؒ کے متدلات موجود ہیں۔چنانچہ یہ کتاب دلائل کا بہترین خزینہ ہے۔

iii. امام ابوداؤد اپنے علم و عرفان کے مطابق **صحیح روایات** اپنی سنن میں نقل فرماتے ہیں۔

iv. اگر کوئی حدیث دو یا دو سے زائد صحیح اسناد سے مروی ہو تو امام ابوداؤدؒ اس سند کو ترجیح دیتے ہیں جس کی سند عالی ہو۔

v. بعض اوقات **ایک روایت کی مختلف اسناد** بیان کرتے ہیں بشرطیکہ متن میں کچھ اضافہ ہو۔

vi. **اختصار** ۔ سیدنا امام ابوداؤدؒ کبھی کبھار حدیث طویل میں سے صرف اس حصے کو روایت فرماتے ہیں۔ جس کا باب سے تعلق ہو ۔ تاکہ حدیث مبارک کو نقل کرنے اور حفظ کرنے میں آسانی رہے۔

vii. **بیان علت حدیث** :۔ جس روایت کے اسناد میں کسی بھی قسم کا ضعف یا سقم ہو اس پر مطلع فرماتے ہیں

viii. امام ابوداؤدؒ اپنی تالیف میں **متروک الحدیث راوی** کی کوئی روایت نہیں لائے۔ نیز **غریب و شاذ روایت** سے بھی امام ابوداؤدؒ نے **احتراز** فرمایا ہے۔

ix. **بیان اسماء** :۔ بعض اوقات رواۃ کے اسماء، القاب اور کنیت کی تصریح فرماتے ہیں۔

x. **عدم تکرار** :۔ امام ابوداؤدؒ نے حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اگر کہیں ایک (۱) حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔ تو اس میں سند یا متن کے اعتبار سے کوئی فرق ہوتا ہے۔

xi. **قال ابوداؤدؒ** :۔ امام ابوداؤدؒ قال ابوداؤد کا عنوان قائم فرما کر اس کے ذیل میں کبھی سند، کبھی حدیث اور کبھی فقہی مسائل کو بیان فرماتے ہیں۔ اور نہایت عمدہ و وقیع آراء کا اظہار فرماتے ہیں۔

xii. بعض اوقات امام ابوداؤدؒ ناسخ اور منسوخ روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ یعنی ایک ہی مسئلے میں دو (۲) عنوان قائم کرتے ہیں ۔ جن میں سے پہلے عنوان کے ذیل میں منسوخ روایات کو اور دوسرے عنوان کے تحت ناسخ احادیث کو نقل فرماتے ہیں۔

xiii. **معمول بہا** : سنن ابوداؤد کی جملہ احادیث حضرات محدثینؒ وفقہاءؒ کے ہاں معمول بہا، قابل عمل اور لائق حجت ہیں۔ کوئی روایت بھی غیر معمول بہا نہیں۔

xiv. **حدیث ثلاثی** :۔ سنن ابوداؤد میں صرف ایک (۱) حدیث ثلاثی ہے۔

احقر کو تلاش بسیار کے باوجود حدیث موصوف نہ مل سکی نظر و فکر پریشان حال رہے۔ یہاں تک کہ عارف کامل شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے فرمان ''مسلم وابوداؤد ثلاثی ندارند'' (اشعۃ اللمعات صفحہ 18) سے اطمینان قلب نصیب ہوا۔ حضرت کے اس تحقیقی فرمان کو حرف آخر سمجھتے ہوئے حدیث مذکور کی تلاش ترک کردی ہے۔ کوئی

فاضل اس حدیث پر مطلع ہوں تو میری اصلاح فرمائیں نوازش ہوگی ورنہ اساتذہ وشراح اپنی اصلاح خود فرمالیں۔

۷۔ **صحاح میں سنن کا مقام** :- سنن ابوداؤد کا مقام پہنچاننے سے قبل اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ رواۃ کے پانچ (۵) طبقات ہیں۔ امام ابوداؤد طبقۂ اولی، ثانیہ اور ثالثہ سے استیعاباً اور طبقہ رابعہ سے انتخاباً روایات کو نقل کرتے ہیں۔ گویا اس تقسیم کے اعتبار سے سنن ابوداؤد **چوتھے (٤) درجے میں ہے۔** علامہ کشمیری فرماتے ہیں : **ان اول مراتب الصحاح منزلة صحیح البخاری ثم صحیح مسلم ثم سنن النسائی ثم سنن ابی داود ثم جامع الترمذی ثم مسند الدارمی او موطا لاسنن ابن ماجه.**

۸۔ **شرائط امام** :- امام ابوداؤد اس راوی سے حدیث مبارک روایت کرتے ہیں جس میں درج ذیل چار (٤) اوصاف میں سے کوئی ایک (۱) وصف پایا جائے : i. وہ راوی صحیحین کے رواۃ میں سے ہو۔ ii. وہ راوی حضرات صحیحین کے شرائط کے مطابق ہو۔ iii. وہ راوی باجماع المحدثین متروک نہ ہو۔ iv. وہ راوی اگرانتہائی ضعیف ہو تو اس راوی کے وجہ ضعف کو سنن میں بیان کردیا جائے۔

۹۔ **سنن علماء کی نظر میں** :- سیدنا امام غزالی فرماتے ہیں : علم حدیث میں صرف سنن ابوداؤد **محدث مجتہد اور فقیہ کیلئے کافی ہے۔**

ii. علامہ ابوسلیمان خطابیؒ معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں : **ان کتاب سنن ابی داود کتاب شریف لم یصنف فی علم الدین مثله و قد رزق القبول من کافة الناس .** سنن ابوداؤد ایک لطیف اور عمدہ کتاب ہے اس جیسی کتاب علم دین میں تصنیف نہیں کی گئی اور اسے رب کائنات کی طرف سے **مقبولیت عامہ** حاصل ہوئی ہے۔

iii. امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص **علم فقہ سے دلچسپی** رکھتا ہو اسے سنن ابوداؤد کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔

iv. علامہ ابن الاعرابیؒ کا قول ہے کہ علم دین کے حصول کیلئے **قرآن مجید و سنن ابوداؤد کافی** ہیں۔

v. علامہ حسنؒ بن محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں خواب میں حضور انور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا : من اراد ان یتمسک بالسنن فلیقرء سنن ابی داؤد ۔ بہرحال سنن ابوداؤد کو قبول خاص و عام ہر دور میں حاصل رہا ہے۔ اور تمام محدثینؒ نے اس کتاب کی بے حد تحسین کی ہے۔

۱۰۔ **شروح مع اسماء شراح** :- سنن ابوداؤد کی احادیث کے پیش نظر متعدد اہل قلم علماءؒ نے اس

پر شروح ، تعلیقات و حواشی لکھے ہیں جن کی تعداد بائیس (۲۲) تک جا پہنچتی ہے۔ اہم درج ذیل ہیں :

i **معالم السنن ۔** یہ علامہ ابو سلیمان خطابی (متوفی 388ھ) کی تصنیف لطیف ہے۔

ii **مرقاۃ الصعود ۔** اسے علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911) نے تصنیف فرمایا ہے۔

iii **اقتضاء السنن ۔** یہ علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ (متوفی 855ھ) کی تالیف منیف ہے۔

iv **غایۃ المقصود ۔** مصنفہ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ۔ جو تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل ہے۔

v. **عون المعبود :-** یہ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ اور ان کے بھائی علامہ محمد اشرف عظیم آبادیؒ کی مشترکہ علمی کاوش ہے۔ اس میں مولفین نے بعض مقامات پر نجدی تعصب اور بندی کم فہمی سے کام لیا ہے۔

vi **بذل المجهود :-** یہ مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ کی تالیف ہے جو پانچ (۵) جلدوں پر مشتمل ہے اس کی عربی عبارت نہایت شستہ و بلیغ ہے۔ نیز علماء و طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔

vii **فتح الودود :-** کے مصنف علامہ ابوالحسن سندھی حنفیؒ ہیں یہ کتاب نامکمل ہے اور نایاب بھی۔

viii **التعلیق المحمود :-** یہ مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ کی علمی کاوش کا حاصل ہے ۔ آپ نے سنن ابوداؤد شریف کے مشکل مقامات کو بہت ہی احسن طریقے سے حل فرمایا ہے۔

ix **تقاریر شیخ الهندؒ :-** سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کے حل کیلئے اردو زبان میں یہ نہایت مختصر اور جامع تقریر ہے جسے مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ نے ترتیب دیا ہے۔

______________ ۔ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہ جہانپوریؒ نے بھی سنن ابوداؤد پر عمدہ کام کیا ہے۔ جو اھل سنت علماء و طلباء کے ہاں قابل مطالعہ و قابل قدر تالیف ہے۔

۱۱۔ حکم مسکوت علیہ :- سیدنا امام ابوداؤد جس حدیث پر صحت وضعف کے اعتبار سے کوئی حکم نہ لگائیں۔ بلکہ سکوت فرمائیں۔ ایسی مسکوت علیہ حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کی رائے یہ ہے کہ وہ حدیث سنداً صحیح و قوی ہوگی۔ اور اس سے استدلال درست ہوگا۔

حالاتِ امام ترمذیؒ

۱۔ **نام**:۔ محمدؒ ۲۔ **معروف نام**: امام ترمذی

۳۔ **کنیت**:۔ ابوعیسیٰ ۔ **سوال**:۔ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابوعیسیٰ کنیت رکھنا صحیح نہیں ۔
کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: لاتکنوا بابی عیسیٰ فان عیسیٰ لا اب له ۔

جوابات: i. **منسوخ**:۔ ابتداءً حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ پھر سیدنا مغیرہ بن شعبہ کو ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ **خلاف اولیٰ**:۔ لاتکنوا کی نہی امام ترمذی کے نزدیک خلاف اولیٰ پر محمول ہے۔ **ضعیف**:۔ امام ترمذی کی تحقیق میں یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔

٤۔ **نسب**:۔ محمدؒ بن عیسیٰؒ بن سورہؒ بن موسیٰ بن ضحاک ترمذی ۔

۵۔ **نسبتوں کی وضاحت**:۔ سادات مؤرخینؒ نے امام ترمذیؒ کی تین (۳) نسبتیں بیان کی ہیں :

i. **سلمی**:۔ قبیلہ بن سلیم کی طرف نسبت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ بنی سلیم قیسِ غیلان کی ایک (۱) شاخ ہے۔

ii. **بوغی**:۔ بوغ مضافاتِ ترمذ میں ایک (۱) بستی کا نام ہے۔ اس بستی میں امام ترمذی کا انتقال ہوا اس وجہ سے آپ کو بوغی کہا جاتا ہے۔ یہ "ترمذ" سے چھ (٦) فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

iii. **ترمذی**:۔ امام ترمذی کی ولادت ترمذ شہر میں ہوئی جو ملک ایران میں موجود نہر جیحون کے شمال میں واقع ہے اس شہر کو آپکے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اسی نسبت سے آپ معروف ہیں امام ترمذی عربی النسل تھے

vi. **لفظ ترمذی کی تحقیق**:۔ اس میں علماءؒ و محققینؒ سے چار (۴) لغات منقول ہیں :

(i) بفتح التاء و کسر المیم **ترمذی** ۔ (ii) بکسر التاء والمیم **ترمذی** ۔
(iii) بضم التاء والمیم **ترمذی** ۔ (iv) بضم التاء و کسر المیم **ترمذی** ۔

٦۔ **حلیہ**:۔ امام موصوف کو جہاں اللہ جل شانہ نے باطنی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہاں آپ ظاہری حسن و کمال سے بھی مالا مال تھے۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں رقم طراز ہیں کہ امام ترمذیؒ میانہ قدؒ خوبصورت جسم اور مضبوط بدن کے مالک تھے۔ چہرہ انتہائی روشن اور رنگ سرخ و سفید تھا۔ آپ طبعاً نہایت نفاست پسند تھے۔

۷۔ ولادت و وفات ۔ امام ترمذی کی وفات 279ھ میں ہوئی۔ ترمذ سے چھ (۶) میل کی مسافت پر بوغ نامی بستی میں آپ دفنائے گئے۔ انقلاب روسیاہ (روس) کے ملحدانہ اقدامات کے باوجود آپ کی قبر مبارک بمع گنبد بیضہ کے مرجع عام و خاص ہے۔ اور **احقر نے** سوویت یونین کے سیاہ دور میں آپ کے مزار اقدس کی زیارت کی ہے۔ البتہ سن پیدائش میں اختلاف ہے۔ (۱) 209ھ (۲) 210ھ (۳) 208ھ (۴) 200ھ پہلا قول راجح ہے۔ قول راجح کے مطابق آپ نے ستر (۷۰) سال عمر پائی۔

امام ترمذی کے سن وفات اور مدۃ عمر کو علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے

؎ **الترمذی محمد ذو ذین　　عطر وفاۃ عمرہ فی عین** ۔

حروف ابجد کے اعتبار سے **عطر** کے اعداد ۲۷۹ اور ع کے ۷۰ ہیں۔

۸۔ اسماء شیوخ :۔ امام ترمذیؒ نے اپنے دور کے ہر خرمن علم سے خوب استفادہ کیا ہے جن سادات اساتذہ کی روایات کو آپ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے۔ ان کی تعداد دوسو چھ (۲۰۶) ہے۔ ان میں سے اکتالیس (۴۱) حضرات، اہل کوفہ ہیں۔ مشہور سادات مشائخ مندرجہ ذیل حضرات ہیں :

i. **سیدنا امام بخاریؒ**
ii. **امام مسلمؒ بن حجاج**
iii. **حضرت قتیبہؒ بن سعید**
iv. **امام اسحاقؒ بن راھویہ**
v. **امام ابوداؤدؒ**
vi. **امام دارمیؒ**
vii. **علامہ محمود بن غیلانؒ**
viii. **امام احمد بن منیعؒ**
ix. **حضرت محمد بن مثنیؒ**
x. **سیدنا محمد بن بشارؒ**
xi. **علامہ محمد بن عمروؒ**
xii. **سیدنا یحیی بن سعید انصاری** ۔

۹۔ اسماء تلامذہ :۔ امام ترمذیؒ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے وصال کے بعد آپ کی ذات مقدسہ سادات علماء و محدثینؒ کیلئے مرجع و حجت تھی۔ ایک تحقیق کے مطابق آپ سے نوے (۹۰) ہزار محترم محدثینؒ نے جامع ترمذی کا سماع فرمایا چند مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں :

i. **ابوالعباس محمد المروزیؒ**
ii. **ابوحامد احمد المروزیؒ**

iii. هیثم بن کلیب الشاشیؒ — iv. احمد بن یوسف النسفیؒ

v. داؤد بن نصر بزدویؒ — vi. محمد بن محمود

vii. عبد بن محمد نسفیؒ ۔

۱۰۔ مسلک امام :- اس میں دو (۲) آراء ہیں

i. **شافعی** :- جمہور علماء کے ہاں یہی قول مشہور ہے : کہ امام ترمذیؒ شافعی تھے۔

ii. **مجتہد** :- شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الانصاف میں فرماتے ہیں :

اما ابوداؤدؒ و الترمذیؒ فہما مجتہدان منتسبان الی احمدؒ و اسحاقؒ ۔

۱۱۔ کمالات ومحاسن :- امام ترمذی کی شخصیت علمی و عملی کمالات کا مجموعہ ہے۔آپ کے مناقب شمار سے کہیں زیادہ ہیں۔امام موصوفؒ کے علو شان اور کمال علم کیلئے امام بخاری کا یہ جملہ بہت ہی زیادہ موزوں ہے

استفدتُ منک مالم تستفد منی ۔

i. **بچپن** :- امام موصوف کو بچپن ہی میں حصول علم کا شوق دامن گیر تھا۔آپ نے ابتدائی تعلیم شہر ترمذ میں حاصل کی۔سن شعور میں قدم رکھا اور علوم وفنون کی تعلیم شروع کی تو یہ وہ مبارک دور تھا کہ جب بڑے بڑے سادات و مقتدر محدثینؒ وحفاظؒ دنیائے علم وفضل میں اپنے علمی خزانے لٹا رہے تھے۔امام بخاریؒ امام اسحاق بن راہویہ اور امام مسلمؒ جیسے محدثین حضرات دنیائے حدیث کو اپنے علمی کمالات سے منور فرما رہے تھے۔

ii. **ذہانت** :- امام ترمذیؒ بہت زیادہ ذہین و فطین تھے۔اس سلسلے میں آپ کے کئی واقعات حضرات مؤرخینؒ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمائے ہیں۔ آپ کی ذہانت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔جس کے امام ترمذیؒ خود ناقل ہیں۔فرماتے ہیں مجھے سفر حج کے دوران ایک ایسے محدث کا علم ہوا جن سے مجھے دو (۲) صحیفے اجازۃً ملے تھے میں ان سے استفادہ کیلئے چلا گیا۔لیکن میرے پاس وہ دونوں صحیفے اس سفر میں موجود نہ تھے اسلئے کچھ صاف کاغذ لے کر حضرت محدث کی خدمت میں جا پہنچا۔حضرت محدثؒ حدیثیں پڑھتے چلے گئے اور میں اپنی انگلی ان صاف کاغذوں پر اس طرح پھیرتا چلا گیا۔گویا میں لکھی ہوئی احادیث کے ساتھ موازنہ کر رہا ہوں۔

حضرت محدثؒ نے جب مکمل احادیث سنالیں ان کو علم ہوا کہ میرے سامنے لکھے ہوئے کاغذات کتابت وتحریر

سے خالی ہیں۔ غصے میں فرمانے لگے آپ نے میرا وقت ضائع کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا : بحمد اللہ مجھے تمام احادیث یاد ہو گئی ہیں۔ حضرت محدثؒ نے بطور امتحان مزید چالیس (۴۰) احادیث سنائیں۔ جنہیں امام ترمذیؒ نے سند و متن کے ساتھ محدث موصوف کو سنا دیں۔ محدث وقت آپ کی اس غیر معمولی ذہانت کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اور فرمانے لگے : مارأیت مثلک ۔

iii **علمی سفر** :- امام ترمذیؒ نے چھبیس (۲۶) سال کی عمر میں علم حدیث کے حصول کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا یہ 235ھ کی بات ہے۔ پندرہ (۱۵) سال کے علمی دورے کے بعد 250ھ میں آپ واپس لوٹے۔ اس سفر کے دوران امام موصوفؒ نے خراسان، حجاز، عراق، یمن، مصر اور شام کے سادات محدثینؒ و فقہاءؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں : طاف البلاد و سمع خلقاً من خراسانیین و العراقیین و الحجازیین ۔ سفر سے واپسی کے بعد زیادہ تر آپؒ امام بخاریؒ سے استفادہ کرتے رہے

iv **زھد و تقوی** :- امام موصوفؒ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کثرتِ بکاء کے سبب نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں : **که خوف خدا وندی بحدیے داشت که فوق آں متصور نیست سالها سال آه و بکاء و گریه زاری کرد . که آخر نابینا شد .**

۱۲۔ **مقام امامؒ** :۔ تمام حفاظؒ اور محدثینؒ نے امام ترمذیؒ کی توثیق کی ہے۔ آپکے اساتذہ امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام محمدؒ بن بشارؒ، امام قتیبہؒ بن سعید اور حضرت اسحاقؒ بن راھویہ جیسے مقتدر شیوخ نے اپنی آراء میں امام ترمذیؒ کو **ثقه و عادل** قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کا مشہور قول ہے : **استفدت منک مالم تستفد منی**.
نیز امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ کے واسطے سے دو (۲) حدیثوں کو نقل فرمایا ہے۔ جن کا تذکرہ خود امام ترمذیؒ نے بطور تحدیث نعمت سنن ترمذی میں کیا ہے۔ (۱) عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لعلیؓ **لایحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری وغیرک** (کتاب المناقب)۔ اس حدیث کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں : **قد سمع محمد بن اسماعیل البخاریؒ منی هذا الحدیث واستغربه** .
(۲) کتاب التفسیر، سورۃ حشر میں حضرۃ ابن عباسؓ سے ایک حدیث تخریج کرنے کے بعد اسی جملے کو دھراتے ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ المحلی میں امام ترمذیؒ کے بارے میں رائے دیتے ہیں : انه مجهول ۔
اس خلاف حقیقت قول کا سادات علماءؒ نے یہ جواب دیا ہے : کہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ اندلس کے رہنے والے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں امام ترمذیؒ اور ان کی کتاب جامع ترمذی کے متعلق صحیح اور مکمل واقفیت نہ ہو ۔
اسلئے علامہ ابن حزم ظاہریؒ کے حکم جہالت سے امام ترمذی کی رفعت شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ متعدد حضرات اصحاب جرح وتعدیل نے آپ کی توثیق بھی کی ہے اور آپ کی کتاب پر کلی اعتماد بھی ۔

۱۳۔ اصحاب فضل کے تعریفی اقوال :- علامہ عمرانؒ بن علان فرماتے ہیں : مات البخاریؒ لم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰؒ فی العلم و الورع .

علامہ ابوسعید الادریسی فرماتے ہیں کان الترمذی أحد الائمه الذین یقتدی بهم فی علم الحدیث وکان یضرب به المثل فی الحفظ ۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں : الامام الترمذی ثقه مجمع

۱۴۔ تصانیف و تالیفات :- آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ۔ اہم اور مشہور درج ذیل ہیں :

i. **الجامع للامام الترمذیؒ** ii. **کتاب العلل**

iii. **کتاب المفرد** iv. **کتاب التواریخ**

v. **کتاب الزهد** vi. **کتاب الاسماء و الکنیٰ**

vii. **شمائل** یہ چار سو (۴۰۰) احادیث کا مجموعہ ہے ۔ جسے چھپن (۵۶) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ کئی محدثین نے اسکی شروح لکھی ہیں ۔ دورہ حدیث کے امتحان میں بطور مضمون شامل ہے ۔ viii. **تفسیر ترمذیؒ**

۱۵۔ صحاح میں جامع کا مقام :- جامع ترمذی کا مقام پہچاننے سے قبل اس بات کا جاننا نہایت ضروری ہے ۔ کہ رواۃ کے پانچ (۵) طبقات ہیں :

i. **طبقه اولیٰ :-** وہ رواۃ جو اتقان وضبط (ذہانت وفطانت) میں باقی رواۃ سے افضل واعلیٰ ہوں نیز انہیں اپنے اساتذہؒ، مشائخ اور شیوخ کی صحبت تادیر نصیب ہوئی ہو ۔ اس طبقے کے رواۃ کا نام **کثیر الضبط والاتقان و کثیر الملازمه (لشیوخهم)** ہے ۔ علامہ ابن شہاب زہریؒ کے تلامذہ میں سیدنا امام مالکؒ [۱]، حضرت عقیلؒ [۲] بن خالد الایلی، یونسؒ [۳] بن یزیدؒ امام سفیانؒ [۴] بن عیینہ اور حضرت شعیبؒ [۵] بن ابی حمزہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔

ii **طبقہ ثانیہ** - یہ حضرات ضبط واتقان میں تو طبقہ اولیٰ کے رواۃ کے مساوی ہوتے ہیں لیکن اساتذہ کی صحبت انہیں کم نصیب ہوتی ہے۔ انہیں **کثیر الضبط قلیل الملازمہ** کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً امام اوزاعی، امام لیث بن سعد مصری، علامہ عبدالرحمٰن بن ابی ذئب، علامہ نعمان بن راشد۔

iii **طبقہ ثالثہ** - یہ حضرات اتقان وضبط میں پہلے دونوں قسم کے رواۃ سے کچھ کم ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ کی صحبت، رفاقت وخدمت میں کمی نہیں کرتے۔ ان حضرات کو **قلیل الضبط کثیر الملازمہ** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسے حضرت سفیانؒ بن حسین السلمی، حضرت جعفرؒ بن برقان اور علامہ زمعہؒ بن صالح مکی۔

iv **طبقہ رابعہ** - اس طبقے کے حضرات طبقہ ثالثہ کے رواۃ سے حفظ واتقان میں تو کم نہیں ہوتے لیکن انہیں خدمت وصحبت میں کمی رہتی ہے۔ یہ حضرات **قلیل الضبط قلیل الملازمہ** کہلاتے ہیں۔ علامہ اسحاق بن عبداللہ امیہ بن صالح مدنی، معاویہ صدفی، ابراہیمؒ بن یزید مکی اور مثنیٰؒ بن صباح اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

v **طبقہ خامسہ** - یہ وہ رواۃ ہیں جو قلیل الضبط، قلیل الملازمہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرات حفاظ اور اصحابِ جرح وتعدیل کی نظر میں مجروح بھی ہوتے ہیں۔ انہیں محدثین کی اصطلاح میں **قلیل الضبط قلیل الملازمہ مع وجوہ جرح** کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے علامہ عبدالقدوسؒ بن حبیب شامی، محمدؒ بن سعید مصلوب، عبداللہؒ بن مستور، عبداللہؒ بن شداد کا تعلق طبقہ خامسہ سے ہے۔ یہ سب رواۃ، علامہ ابن شہاب زہریؒ کے تلامذہ ہیں۔

امام بخاریؒ طبقۂ اولیٰ (۱) کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقۂ ثانیہ (۲) کی روایات کو بالانتخاب لیتے ہیں۔

امام مسلمؒ طبقۂ اولیٰ اور طبقۂ ثانیہ کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقۂ ثالث (۳) سے بالانتخاب تخریج فرماتے ہیں۔ **امام ابوداؤد** اور **امام نسائیؒ** طبقہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ سے استیعاباً اور طبقہ رابعہ (۴) سے انتخاباً روایات کو نقل فرماتے ہیں۔ **امام ترمذیؒ** پہلے چار طبقوں کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقہ خامسہ (۵) سے بالانتخاب روایت کرتے ہیں۔ اس تقسیم کے اعتبار سے امام ترمذی کی کتاب جامع ترمذی پانچویں (۵) درجہ میں ہے۔ **امام ابن ماجہ** پانچوں طبقوں سے بالاستیعاب احادیث لیتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق یوں ہے: **ان اول مراتب الصحاح منزلۃ صحیح البخاریؒ ثم مسلمؒ ثم سنن النسائیؒ ثم ابی داؤدؒ ثم جامع الترمذیؒ ثم مسند الدارمیؒ او مؤطا للامام مالکؒ لا سنن ابن ماجۃ۔**

جامع ترمذی رح

۱۶۔ جامع علماء کی نظر میں ۔ امام ابو اسماعیل انصاری فرماتے ہیں ! جامع ترمذی میرے خیال میں صحیح بخاریؒ و مسلمؒ دونوں سے زیادہ مفید ہے کیونکہ اس سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے جبکہ صحیح بخاریؒ و مسلمؒ سے صرف متبحر عالم ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے کتاب الترمذی عندی انفع من کتابی البخاری و مسلم لان البخاری و مسلم لایقف علی فوائد هما الا المتبحر فی العلم و اما کتاب الترمذی فیقف علیه احد من الناس

امام ترمذیؒ خود فرماتے ہیں : صنفت هذا المسند الصحیح وعرضته علی علماء الحجاز فرضوا به و عرضته علی علماء العراق فرضوا به و عرضته علی علماء الخراسان فرضوا به. گویا علما حجاز علماء عراق اور علماء خراسان کے ہاں **جامع ترمذی ایک (۱) پسندیدہ اور معتمد علیہ کتاب ہے**۔

علامہ حافظ سراج الدین قزدینیؒ نے جامع ترمذی کی تین (۳) احادیث پر موضوع ہونے کا دعوی کیا ہے۔ لیکن جمہور محدثینؒ کے نزدیک یہ روایتیں گو بہت ضعیف ہیں مگر موضوع نہیں۔ ایک (۱) عالم کا قول ہے کہ جامع ترمذی سنن ابی داؤد سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ امام ترمذیؒ نے ہر حدیث پر صحت، حسن اور غرابت کے اعتبار سے حکم لگایا ہے اس وجہ سے یہ ایک مفید اور بے خطر کتاب ہے۔ صاحب کشف الظنون نے جامع ترمذی کو صحیحین کے بعد باقی کتب سے زیادہ مقام دیا ہے۔ موجودہ دور کے علماء کے ہاں **جامع ترمذی تمام کتب احادیث سے زیادہ اہمیت کی حامل** ہے کیونکہ اس میں ائمہ اربعہؒ اور حضرات فقہاءؒ کے مسالک کو تفصیلاً نقل کیا گیا ہے۔ اسلئے استاذ حدیث کیلئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ مذاہب اور دلائل پر بالاستیعاب بحث کرے۔ امام ترمذیؒ اپنی کتاب کے بارے میں تحدیثا للنعمۃ فرماتے ہیں فمن کان فی بیته هذا الکتاب فکانما فی بیته نبی ﷺ ینطق او یتکلم

۱۷۔ شرائط امام :- سادات محدثین کے ہاں صحت روایت کیلئے راوی میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا شرط کے درجے میں ہے۔(۱) اسلام (۲) عقل (۳) صدق (۴) عدالت (۵) عدم التدلیس (۶) حفظ و ضبط۔ اس لئے امام ترمذیؒ کے ہاں بھی نقل حدیث کیلئے ہر راوی میں ان شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن پھر رواۃ کے پانچ (۵) طبقات کے اعتبار سے امام بخاریؒ کی شرط اور ہے امام ترمذیؒ کی اور۔ امام ترمذیؒ پہلے چار (۴) طبقوں کے رواۃ کی روایات کو استیعاباً اور طبقہ خامسہ (۵) سے انتخاباً لے لیا کرتے ہیں۔ اسلئے سادات محدثین کے ہاں اس تقسیم کے اعتبار سے **جامع ترمذی کا صحاح ستہ میں پانچواں (۵) درجہ ہے**۔

۱۸۔ **خصوصیات جامع** :- جامع ترمذی مندرجہ ذیل ایسے غیر معمولی خصوصیات پر مشتمل ہے۔ جو ہمیں دوسری کتب صحاح میں نظر نہیں آتیں۔ محققین کی تحقیق کے مطابق جامع چودہ (۱٤) علوم وفنون پر مشتمل ہے:

i **سھولۃ ابواب** - امام ترمذیؒ نے بہت زیادہ سہل اور جامع ابواب قائم کئے ہیں۔

ii **بیان فقہ** - تخریج حدیث کے بعد سادات ائمہ اربعہؒ اور تابعینؒ کے اختلافی اقوال کو بیان فرماتے ہوئے حدیث الباب سے جو حکم مستنبط ہوتا ہے اس کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں کما فعل بخاریؒ و مالکؒ

iii **بیان نوع حدیث** :- حدیث الباب کی حیثیت و علت پر مطلع کرتے ہوئے حدیث کو صحیح، حسن یا غریب میں سے کسی درجہ میں داخل فرماتے ہیں۔

iv **بیان اسماء وکنی** :- اگر کسی راوی کی کنیت مشہور ہو تو بیان کنیت کے بعد اس کے نام کی۔ اور اگر نام مشہور ہو تو بیان علم کے بعد کنیت کی تصریح فرماتے ہیں۔

v **بیان جرح و تعدیل** :- امام ترمذیؒ رواۃ پر جرح بھی کرتے ہیں اور ان کے احوال سے باخبر بھی۔

vi **ازالہ اختلاف راوی** :- جناب راوی کے بارے میں حضرات اصحاب جرح و تعدیل کے درمیان اگر کسی قسم کا اختلاف ہو۔ تو اس کا ازالہ فرماتے ہیں۔

vii **شمار رواۃ واحادیث** :- ترجمۃ الباب کے تحت ایک (۱) یا دو (۲) احادیث کو تفصیلاً تحریر فرماتے ہیں۔ اور بقیہ روایات کی طرف وفی الباب عن فلان کہہ کر اجمالاً اشارہ فرماتے ہیں۔

viii **بیان اضطراب** :- حدیث الباب کی سند یا متن میں کسی قسم کا کوئی اضطراب ہو۔ تو اسے تفصیلاً بیان فرما کر رفع اضطراب فرماتے ہیں۔

ix **نرالی اصطلاح** :- آپ نے حسن اور صحیح کے علاوہ **حسنٌ صحیحٌ** کا ایک ایسا مرتبہ تحریر فرمایا ہے جو آپ سے قبل کسی محدث سے منقول نہیں۔ یہ آپ کی اپنی ایک نرالی اصطلاح ہے۔

x **بیان اسناد** :- ایک (۱) حدیث کے متعدد اسناد بیان کرتے ہیں۔ نیز متن حدیث میں رواۃ کا اختلاف ہو۔ تو اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ کما فعل مسلمؒ۔

xi **حسن ترتیب** :- کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے کیونکہ امام ترمذیؒ نے احادیث کو ابواب فقہیہ

کے اعتبار سے جمع فرمایا ہے۔ جو اصحاب سنن کا طریقہ ہے۔

xii **عدم تکرار** - جامع ترمذی میں تکرار احادیث تقریباً نہیں ہے۔

xiii **اختصار** :- علامہ ترمذیؒ حدیث طویل میں سے صرف اس حصے کو ترجمۃ الباب کے تحت نقل فرماتے ہیں۔ جس کا باب سے تعلق ہو۔ اس طرح حدیث مبارک کو بیان کرنے اور یاد کرنے میں آسانی رہتی ہے۔

xiv **معمول بھا** :- جامع ترمذی کی جملہ احادیث سادات محدثینؒ وفقہاءؒ کے ہاں معمول بہا ہیں سوائے دو (۲) حدیثوں (حدیث سیدنا ابن عباسؓ اور حدیث امیر معاویہؓ) کے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: جمیع ما فی ھذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ ماخلا حدیثین حدیث ابن عباسؓ قال جمع رسول اللہ بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر. و حدیث معاویۃ مرفوعاً انہ قال من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعہ فاقتلوہ (الحدیث). **حضرات حنفیہؒ** فرماتے ہیں یہ دونوں (۲) احادیث بھی معمول بہا ہیں۔ پہلی (۱) حدیث' جمع صوری اور دوسری (۲) سیاستاً قتل کرنے پر محمول ہے۔

xv **اصح مافی الباب** :- امام ترمذیؒ ترجمۃ الباب میں اصح مافی الباب کو نقل فرماتے ہیں۔

xvi **بیان مدرج** :- حدیث میں کوئی لفظ مدرج من الراوی ہو۔ تو اسے بیان کرتے ہیں۔

xvii **بیان موقوف** :- حدیث الباب مرفوع ہے یا موقوف ؟۔ اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

xviii **حدیث ثلاثی** :- جامع ترمذی میں ایک (۱) حدیث ثلاثی بھی ہے عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یأتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر (جلد ثانی ، ابواب الفتن)

۱۹۔ شروح مع اسماء شراح :- جامع ترمذی اور صحیح بخاری کی شروح باقی کتب صحاح کی نسبت زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ صحیح بخاری اپنے تراجم اور محدثین کے اس قول اصح الکتب بعد کتاب اللہ ۔ اور **جامع ترمذی غیر معمولی خصائص و فوائد** کے سبب تمام کتب احادیث پر فائق ہیں۔ چند ایک شروح جو برصغیر میں معروف ہیں یا جنہیں برصغیر کے سادات علماءؒ و محققینؒ نے تصنیف فرمایا ہے۔ وہ **درج ذیل** ہیں:

i. **قوت المغتذی** :- علامہ جلال الدینؒ سیوطی کی تصنیف ہے۔ نہایت مختصر مگر بہت زیادہ مفید۔

ii. **عارضۃ الاحوذی** :- قاضی ابوبکرؒ بن العربی مالکی کی تصنیف ہے۔ متاخرین علماءؒ نے اس کتاب سے

بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے ۔ انداز متقدمین کی طرح مختصر ، مگر جامع ہے۔

iii **شرح الجامع للترمذی** :- علامہ ابوطیب سندھیؒ 1109ھ کی تالیف منیف ہے۔

iv **اللب واللباب فی مایقول الترمذی وفی الباب** :- یہ علامہ عسقلانی کی ایک علمی تصنیف ہے اسمیں صرف ان احادیث کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔جنہیں امام ترمذی وفی الباب عن کے تحت نقل فرماتے ہیں

v **شرح ابن سید الناسؒ** :- یہ کتاب نامکمل بھی ہے۔اور نایاب بھی۔

vi **الکوکب الدری** :- مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ کی تالیف ہے۔

vii **الوردالشذی** :- یہ مولانا محمودالحسنؒ کی تقریر ترمذی ہے۔بہت مختصر اور بہت زیادہ مفید ہے۔

viii **العرف الشذی** :- مولانا محمد چراغ محدثؒ گوجرانوالہ کی عمدہ کاوش ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے شیخ علامہ کشمیریؒ کے فرمودات کو جمع فرمایا ہے۔

ix **معارف السنن** :- علامہ محمد یوسفؒ بنوری کی تصنیف ہے۔ عربی عبارت نہایت شستہ اور فصیح ہے یہ کتاب چھ (6) جلدوں میں صرف کتاب الحج تک مکمل ہوسکی۔علماء اور طلباء کیلئے ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے۔

x **تحفۃ الاحوذی** :- یہ قاضی عبدالرحمٰنؒ مبارک پوری کی تصنیف ہے۔ اس میں مصنف نے حلِ ترمذی کے ساتھ ساتھ احادیث مافی الباب کو بھی بیان کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔

xi **تقاریر شیخ الھندؒ** :- جامع ترمذی اورابوداؤد شریف کے مشکل مقامات کے حل کیلئے اردو زبان میں نہایت مختصر تقریر ہے۔جس کے مرتب مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ ہیں۔

xii **درس ترمذی** :- جسٹس محمد تقی عثانی کی جامع ترمذی کی تقریر ہے اردو زبان میں انتہائی سہل انداز میں اسے تحریر کیا گیا ہے۔موجودہ دور کے طلباء کیلئے ایک مفید کتاب ہے۔ **علامہ محمد صدیق ہزاروی** کا جامع ترمذیؒ اور شمائل ترمذیؒ پر اردو زبان میں ترجمہ، برصغیر کے علماء اور عوام اہل سنت میں نہایت قابل قدر ہے۔ امتحانی حوالہ سے بھی خاصا مفید ہے۔

نزول الثری : مؤلفہ مولانا اصغر حسین پٹنہ۔سنی علماء کیلئے بطرز سوال وجواب ایک عمدہ اور تحقیقی دستاویز ہے۔

حالات امام ابن ماجہؒ

۱۔ **نام** : محمدؒ ۲۔ **معروف نام** : امام ابن ماجہ

۳۔ **کنیت** :۔ ابوعبداللہؒ ۴۔ **لقب** :۔ حافظ ۔

۵۔ **نسب** :۔ محمدؒ بن یزیدؒ بن عبد اللہؒ ابن ماجہؒ

۶۔ **نسبت** :۔ آپ کی دو (۲) نسبتیں معروف ہیں :

۱۔ **ربیعی** :۔ آپ کا چونکہ قبیلۂ ربیعہ سے رشتۂ موالات تھا۔ اس لئے **ربیعی** کہلائے۔

۲۔ **قزوینی** :۔ قزوین، ملک فارس کا ایک (۱) مشہور شہر ہے۔ جو صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ اس شہر میں امام ابن ماجہؒ پیدا ہوئے۔ اس لئے بوجہ ولادت **قزوینی** کہلائے۔

۷۔ **لفظ ابن ماجہ کی تحقیق** :۔ **ماجہ** فارسی کے لفظ **ماچہ** سے معرّب ہے۔ اور اس کے مصداق میں **تین (۳) اقوال** ہیں : i. **ماجہ** امام موصوف کی والدہؒ ماجدہ کا نام ہے۔ ii. یہ آپ کے والد حضرت یزید کا لقب ہے۔ iii. **ماجہ** آپکے دادا سیدنا عبداللہ کا لقب ہے۔ دوسرا قول راجح ہے۔ بہر حال جو قول بھی مانا جائے کتابت میں الف کا املاء ضروری ہے یعنی محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ

۸۔ **ولادت** :۔ امام ابن ماجہؒ 209ھ بمطابق 824ء قزوین شہر میں پیدا ہوئے۔

۹۔ **وفات** :۔ امام ابن ماجہؒ چونسٹھ (٦٤) سال کی مصروف ترین زندگی گزارنے کے بعد ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ بمطابق 18 فروری 887ء بروز پیر قزوین شہر میں فوت ہوئے۔ اور دوسرے روز بروز منگل آپ کو دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ آپ کے بھائی علامہ ابوبکر قزوینیؒ نے پڑھائی۔ یوں اہل اسلام، حدیث وفقہ اور علم ومعرفت کے ایک روشن مینار اور اس کی نورانی کرنوں سے محروم ہوگیا۔ حضرات مؤرخینؒ لکھتے ہیں : کہ آپ کا خاندان قزوین میں بہت معزز تھا۔ جس کے سبب ایک جم غفیر نے آپ کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

کئی اہل قلم اور معروف ادباء نے آپ کی وفات پر مرثیے لکھے۔ دو (۲) اشعار ملاحظہ ہوں :

۔ **فمن یرجی لعلم اولحفظ بشرح بین مثل ابن ماجہ**

ایا عبدالاله مضیت فرداً و ماخلق مثلک یا بن ماجه ؒ

۱۰۔ شیوخ :- امام ابن ماجہؒ نے بے شمار مقتدر محدثینؒ اور لاتعداد معزز شیوخ سے علم حدیث کو حاصل کیا اور روایات کو سنا۔ جن میں سے چند صاحب قلم اساتذہ حدیث درج ذیل ہیں :

i۔ **سیدنا ابوبکر بن ابی شیبہؒ** ii۔ **علامہ محمد بن بشارؒ**

iii۔ **سیدنا عثمان بن ابی شیبہؒ** iv۔ **علامہ محمد بن یحیی نیشا پوری**

۱۱۔ تلامذہ :- امام ابن ماجہؒ سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ قزوینؒ امام ابن ماجہؒ کے دور میں علمی دنیا کا نہایت زرخیز اور غیر معمولی اہمیت کا شہر تھا۔ یہیں سے دنیائے حدیث کی ایسی یکتائے روزگار ہستیاں اٹھیں جو علم حدیث میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ آپ کے حلقہ درس سے سادات فقہاءؒ، صلحاءؒ، مفسرینؒ اور محدثینؒ کی شاندار جماعت تیار ہوئی۔ چند معروف اسماء درج ذیل ہیں :

i۔ **علامہ احمد بن ابراھیم قزوینیؒ** ii۔ **سیدنا جعفر بن ادریسؒ**

iii۔ **علامہ محمد بن عیسیٰؒ** iv۔ **علامہ ابراھیم بن دینارؒ**

v۔ **علامہ سلیمان بن یزید قزوینیؒ** vi۔ **شیخ ابوالحسن قطانؒ ۔**

۱۲۔ حالات زندگی :- امام ابن ماجہؒ نے جب ہوش سنبھالا۔ تعلیم کا آغاز کیا تو قزوین شہر میں کئی علماء وفضلاءؒ مسندِ درس وافتاء پر جلوہ افروز تھے۔ اس وقت بنوعباس کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ خلیفہ مامون عباسیؒ سریر آرائے خلافت بغداد تھے۔ اور یہ زمانہ علوم وفنون کیلئے باغ وبہار زمانہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور علوم متداول کو قزوین شہر میں حاصل کیا۔ پھر تعلیمی اسفار شروع کیے۔ اس وقت حضرت امام کی عمر مبارک بائیس ۲۲ سال تھی۔ آپ حجاز مقدس، عراق، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، خراسان اور عرب وعجم کے اہم تعلیمی اداروں کی طرف تشریف لے گئے۔ جہاں عظیم اور اکابر سادات محدثینؒ و فقہاءؒ سے علم روایت و درایت حدیث کو حاصل کیا۔

۱۲۔ مسلک :- صحاح ستہ کے مصنفین کی زندگی کا یہ پہلو تقریباً پردہ خفاء میں رہا ہے کہ یہ حضرات سادات ائمہ اربعہؒ میں سے کس اولوالعزم امامؒ کے مقلد ہیں۔ کیونکہ ان حضرات نے نہ ہی اپنے مسلک و مذہب کی وضاحت کی ہے اور نہ صراحتاً کسی حضرت امام کی تائید وتردید کی ہے۔ شارحینؒ نے اپنے اپنے ذوق علمی وفقہی کے

مطابق مختلف آراء قائم کیں۔جن میں **مجتہد ، شافعی ، حنبلی** اور **حنفی** ہونے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن بالیقین حتمی فیصلہ ہر طالب حدیث کیلئے مشکل ہے۔ **احقر کی ناقص رائے** میں مصنفین صحاح ستہ جس دور میں اپنی اپنی کتب کو تالیف فرما رہے تھے۔وہ دور'' فقہ حنفی کی تنفیذ وترویج کا دور تھا'' فقہاء ومحدثین' اہل فتویٰ'' واہل قضاۃ اورارباب حکومت واقتدار فقہ حنفی کی تحقیقات وتعلیمات کی پابندی فرمارہے تھے اسلئے تمام حضرات مؤلفین صحاح ستہ عملی اور معاشرتی زندگی میں فقہ حنفی ہی کے پابند ہوں گے اور تھے۔ البتہ فن حدیث میں ہر ایک کا ذوق دوسرے سے مختلف تھا اس لئے حضرت امام بخاریؒ سے امام ابن ماجہ تک۔ ہر ایک عظیم محدث نے نئے نئے انداز وترتیب سے اپنی اپنی کتب کو مدون فرمایا۔ **لهذا** علم حدیث کی اصطلاح میں بعض کتب **صحیح** ہیں' بعض **جامع** ہیں اور بعض **سنن**۔ امام ابن ماجہ بھی علم حدیث کے حوالے سے **مجتہد** ہیں۔ اور ذاتی و معاشرتی اسلامی زندگی کے حوالے سے **فقہ حنفی ہی کے مقلد** ہوں گے۔

۱۴۔ خراج تحسین :- تمام سادات محدثین وفقہاء امام ابن ماجہ کی **امامت فن' حفظ حدیث جلالت شان' وسعت نظر و فکر** اور **ثقاهت و فقاهت** کے معترف ہیں۔ ہر دور کے تذکرہ نویسوں اور تاریخ نگاروں نے حضرت امام کو کمال عقیدت واحترام سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ علامہ خلیلی فرماتے ہیں : کہ میرے دور کے تمام علماءؒ امام ابن ماجہ کو **نهایت ثقه** اور **مستند شخصیت** تسلیم کرتے تھے۔

علامه ذهبیؒ لکھتے ہیں : کہ امام ابن ماجہؒ **حافظ حدیث' صدوق و امین** اور **وافر العلم** تھے

علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ **علم حدیث کے امام** اور تمام **اصول و جزنیات کے حافظ** تھے۔

حافظ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں : کہ امام ابن ماجہؒ علم حدیث' تفسیر اور تاریخ کے بہت بڑے عالم وعارف تھے۔

۱۵۔ شرائط سنن:- صحاح ستہ کے مدونین میں امام ابن ماجہؒ رواۃ کے انتخاب میں وسیع المشرب ہیں رواۃ کے ہر طبقے سے بالاستیعاب احادیث روایت کرتے ہیں۔اس وجہ سے **سنن ابن ماجه آخری درجه کی کتاب** ہے۔ نیز سادات محدثینؒ کے نزدیک صحت روایت کیلئے راوی میں جن چھ(۶)اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہی امام ابن ماجہ کیلئے بھی نقل حدیث کیلئے ضروری ہیں۔اس لئے **صحاح سته میں داخل** ہے۔

۱۶۔ فضائل سنن : سنن ابن ماجہ' علم حدیث میں وہ مایہ ناز اور شہرۂ آفاق تالیف ہے جس کے بارے

معروف محدث علامہ ابوالقاسم قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ حفاظ حدیث سنن ابن ماجہ کو صحیح بخاریؒ و مسلمؒ سنن نسائیؒ و ابوداؤدؒ کے برابر سمجھتے اور فرماتے تھے۔ نیز عموماً اس کی روایات واحادیث سے استدلال کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے سنن کو ایک عمدہ اور جامع کتاب قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ و النہایہ میں رقم طراز ہیں : کہ سنن، حضرت امامؒ کے علم وعمل ' ضبط واتقان اور اتباع سنت کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔

۱۷۔ **تصانیف** :- متعدد تالیفات میں سے تین (۳) یادگار ہیں سنن ابن ماجہؒ ' تفسیر ابن ماجہؒ ' التاریخ

۱۸۔ **تعداد احادیث** :- سنن میں کل احادیث کی تعداد **چار ہزار تین صد اکتالیس** (۴۳۴۱) ہے۔ جن میں سے تین ہزار دو احادیث (۳۰۰۲) وہ ہیں جو صحاح خمسہ میں بھی موجود ہیں۔ جبکہ بقیہ ایک ہزار تین صد انتالیس (۱۳۳۹) روایات صرف سنن ابن ماجہ میں ہیں۔ صحاح خمسہ میں نہیں۔ جن میں سے چند کے سوا تمام احادیث صحیح ہیں یا حسن۔ علامہ سیوطیؒ نے بائیس (۲۲) احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں سنن میں بتیس (۳۲) مرتبہ کتاب کا عنوان ہے۔ اور پندرہ سو (۱۵۰۰) ابواب ہیں۔

۱۹۔ **نسخ سنن** :- امام ابن ماجہؒ سے سنن کے سامعین اور ناقلین کی تعداد بہت طویل ہے۔ اور متعدد تلامذہ نے سنن ابن ماجہ کو آپ سے نقل کیا ہے۔ لیکن جس نسخہ کو دنیائے عرب وعجم میں قبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ' شیخ **ابوالحسن قطانؒ** کا نسخہ ہے۔ برصغیر کے مطبوعہ نسخہ میں قال ابو الحسن حدثنا سے یہی شیخ ابوالحسن قطانؒ مراد ہیں۔

۲۰۔ **خصوصیات سنن** :- i. **حسن ترتیب** :- کتاب کی ترتیب نہایت عمدہ ہے۔ آغاز کتاب میں اتباع سنت اور تعظیم احادیث۔ پھر عقائد وایمان اور فضائل صحابہؓ کے ابواب قائم کئے گئے ہیں بعد میں تمام ابواب کو فقہی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ آپ کی یہ ترتیب ہر حوالہ سے نہایت **شاندار وقیع ، قابل تعریف** اور **نرالی** ہے۔ اہل تحقیق کا فرمان ہے : کہ سنن اپنے **شاندار مقدمہ اور منفرد آغاز و بیان** کے لحاظ سے **ایک (۱) ممتاز مقام** رکھتی ہے۔

ii. **عدم تکرار** :- سنن ابن ماجہؒ میں تکرار احادیث بالکل نہیں ہے۔

iii. **زیادۃ احادیث** :- بہت سی احادیث (۱۳۳۹ احادیث) سنن ابن ماجہ میں ایسی ہیں۔ جن سے باقی صحاح خمسہ خالی ہیں۔ انہیں **زوائد ابن ماجہ** کہا جاتا ہے۔

iv. **ثلاثی احادیث**:- سنن ابن ماجہ میں پانچ (۵) احادیث ثلاثی ہیں۔ جبکہ اس میں رباعی احادیث بکثرت موجود ہیں۔ اس اعتبار سے "صحیح بخاری کے بعد سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے"۔

v. **اختصار متن**:- سنن ابن ماجہ میں بہت زیادہ اختصار متن سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کتاب "جامع بھی ہے اور سنن بھی"۔ vi. ایسی احادیث جن کا تعلق فضائل ومناقب سے ہے سنن ابن ماجہ میں نہیں ہیں۔ vii. کہیں کہیں امام ابن ماجہؒ حدیث الباب کی حیثیت بھی بیان فرماتے ہیں مثلاً لکھتے ہیں قال ابو عبداللہؒ غریب لایحدث الا ابن ابی شیبہؒ وحدہ۔ viii. بعض مقامات میں رواۃ حدیث کے شہر و جگہ کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں هذا حديث الرمليين ليس الا عندهم۔

۲۱۔ شروح سنن:- سنن ابن ماجہ چونکہ صحاح ستہ میں داخل ہے۔ نیز نادر احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ موجود ہے۔ اس لئے اہل قلم حضرات نے سنن ابن ماجہ کے کئی شروح لکھے ہیں۔ اہم شروح درج ذیل ہیں:

i. **ماتمس الیہ الحاجۃ**:- یہ شیخ سراج الدینؒ کی تصنیف لطیف ہے۔ آٹھ (۸) جلدوں پر مشتمل ہے۔ صرف ان احادیث مبارکہ کی تشریح وتفسیر کی گئی ہے جو احادیث' صحاح خمسہ میں نہیں۔

ii. **مصباح الزجاجہ**:- یہ علامہ جلال الدینؒ سیوطی کی تالیف ہے۔ جو انتہائی مختصر ہے۔

iii. **انجاح الحاجہ**:- اسے علامہ عبدالغنی حنفی محدث دہلویؒ نے تالیف فرمایا ہے۔ جس کی عربی عبارت نہایت شستہ اور فصیح ہے۔ iv. **شرح ابن ماجہؒ**:- علامہ ابوالحسنؒ سندھی حنفی کی ایک علمی کاوش ہے۔

ان کے علاوہ علامہ ابن رجب حنبلیؒ، علامہ حافظ علاؤالدین حنفیؒ نے **شرح ابن ماجہ**۔ علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے **ماتمس بہ الحاجۃ**۔ علامہ شیخ محمد ہزارویؒ نے **مفتاح الحاجۃ**۔ مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ نے **حاشیہ ابن ماجہ** کے نام سے اور علامہ عبدالحکیم خان شاہجہان پوریؒ نے **سنن ابن ماجہ** پر علمی اعتبار سے خوب تر کام کیا ہے جن سے آج کل کے علماء واساتذہ حدیث خوب مستفید ہو رہے ہیں۔

حالاتِ امام طحاویؒ

۱۔ **نام** احمدؒ ۲۔ **معروف نام** : امام طحاویؒ ۳۔ **کنیت** : ابو جعفرؒ

۴۔ **نسب** : احمدؒ بن محمدؒ بن سلامہؒ بن عبدالملکؒ بن سلمہ ...... معانی الاثار کی ابتدا میں امام طحاویؒ کا اپنا ذکر کردہ نسب نامہ یوں ہے : احمدؒ بن محمدؒ بن سلامہؒ بن سلمہؒ ...... کہ سلامہ کے بعد عبدالملک کا ذکر نہیں۔

۵۔ **نسبتیں** : **الازدی ۔ الطحاوی ۔ الحنفی ۔ المصری ۔ الحجری ۔**

حجر ملک یمن کے معروف قبیلہ **ازد** کی ایک شاخ ہے اِس نسبت سے آپؒ **ازدی** اور **حجری** کہلائے آپ کے آباءواَجداد ملک یمن سے **مصر** کی طرف منتقل ہوئے۔ اِس لئے آپ مصر کی طرف منسوب ہوئے۔ **طحا** وادیٔ نیل کے کنارے ایک بستی ہے ...... اس میں ولادت کے سبب **طحاوی** مشہور ہوئے ...... فقہ حنفی کے آپ عظیم فقیہ، محدّث اور امام ہیں ...... اِس اعتبار سے **حنفی** کہلائے۔

۶۔ **ولادت** : اِس بارے میں سادات مؤرخینؒ سے تین (۳) اَقوال منقول ہیں ...... ۲۲۹ھ بمطابق ۸۴۴ء (۲) ۲۳۷ھ (۳) ۲۳۹ھ ...... پہلا قول ہی درست اور راجح ہے۔

۷۔ **وفات** : امام طحاویؒ کا وِصال ذوالقعدہ ۳۲۱ھ بمطابق ۹۳۳ء میں ہوا ...... آپ کی تاریخ ولادت لفظ **مصطفیٰ** سے ...... مدۃ عمر لفظ **محمّد** سے ...... اور تاریخ وفات **محمّد مصطفیٰ** سے نکلتی ہے (وللّٰہ درّ الامام المَرحوم المُطاع رَحِمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃ) ...... امام طحاویؒ کو سیدنا امام شافعیؒ کے پہلو میں مصر (EGYEPT) کے دارالخلافہ قاہرہ کے معروف قبرستان **مقبرہ امام شافعیؒ** میں سپردخاک کیا گیا ...... جو آج تک مرجع عام وخاص ہے۔ اہل اسلام کی خاصی تعداد روزانہ سلام وزیارت کیلئے حاضری دیتی ہے۔ **احقر** نے بارہا زیارت کی ہے۔

۸۔ **اساتذہ** : امام طحاویؒ کے اساتذہ میں جہاں ہمیں حدیث شریف کے مقتدر مشائخ نظر آتے ہیں ...... وہاں علم فقہ کے مقتدا ائمہ بھی دکھائی دیتے ہیں ...... آپؒ ...... امام مسلمؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہ اکثر اساتذۂ حدیث کے ہاں ہم سبق رہے ہیں ...... جن میں سے بعض معروف شخصیات اور ائمہ درج ذیل ہیں :

i **امام اسماعیل مزنی** : یہ، آپؒ کے ماموں ہیں ...... ان سے آپؒ نے سنن شافعیؒ روایت کی ہے۔

ii. **امام ابو جعفر احمد حنفیؒ** iii. **قاضی القضاۃ ابوحازم حنفیؒ**

iv	سیدنا سلیمان کیسانیؒ	v	علامہ یونس الصدفیؒ
vi	علامہ ہارونؒ بن سعیدؒ	vii	سیدنا یونسؒ بن عبد الاعلیؒ
viii	علامہ ربیعؒ بن سلیمانؒ	ix	علامہ بکارؒ بن قتیبہؒ ۔

۹۔ تلامذہ امام طحاویؒ جہاں ایک طرف عظیم محدث تھے۔ وہاں دوسری جانب آپؒ لاثانی مجتہد اور فقیہ بھی تھے۔ **تفسیر، حدیث، علم کلام، ادب اور علم الانساب** میں آپ کو **ید طولیٰ** حاصل تھا۔ جس کی شہرت، ملک شام اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی ایک لاتعداد جماعت نے آپؒ سے اکتساب فیض کیا..... چنداسماء ملاحظہ ہوں :

i	علامہ عبدالعزیز ہیشمیؒ	ii	حافظ احمد بغدادیؒ ابن الخشاب
iii	امام سلیمان طبرانیؒ	iv	علامہ سعیدؒ بغدادی
v	سیدنا حسنؒ مصری	vi	ابوبکر محمد بغدادیؒ
vii	علامہ ابوالقاسم قرطبیؒ	viii	قاضی ابن ابی الاعوامؒ ۔

۱۰۔ تصنیفات : حضرات مؤرخینؒ نے تالیفات کی تعداد اسی (۸۰) نقل کی ہے.....جو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول فقہ اور مناقب جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہیں ...... اہم تصنیفات درج ذیل ہیں :

i. **شرحُ معانی الآثار** ii. **مُشکل الآثار** iii. **اختلاف الفقہاء** iv. **أحکام القرآن**

v. **العقیدة الطحاویة**..... علم عقائد کی معروف کتاب ہے .....سعودی علماء نے اِس پر خوب کام کیا ہے۔.....علماء اسلام نے علم عقائد وکلام میں اِسے اساسی ماخذ اور لاثانی مرجع قرار دیا ہے.....اِس کتاب کا نام حضرتؒ نے **بیان اعتقاد اهل السنّة والجماعة علیٰ مذهب فقهاء الملّة ابی حنیفهؒ وأصحابهؒ** مقرر فرمایا ہے۔

vi. **أخبار ابی حنیفهؒ وأصحابهؒ**...... یہ کتاب **مناقب ابی حنیفہؒ** کے نام سے مشہور ہے۔

۱۱۔ اهل فضل کے تعریفی اقوال : اهلِ علم وفضل کے تعریفی أقوال درج ذیل ہیں :

i......**علامہ ابن عبد البرؒ مالکی** فرماتے ہیں کانَ من اَعلم النّاس......(آپ بہت بڑے علماء میں سے تھے)

ii......**امام ذہبیؒ** لکھتے ہیں : کانَ ثقة ثبتاً فقیهاً عالماً عاقلاً لم یخلف مثله ......امام طحاویؒ ایک ثقہ راوی، مستند محدث، لاثانی فقیہ، بے بدل عالم اور انتہائی ذہین انسان تھے......اُن جیسے اَوصاف کا حامل انسان ملنا مشکل ہے۔

iii...... **امام یافعی** فرماتے ہیں...... بَرِع فی الفقه والحدیث...... (آپ فقہ اور **حدیث میں ماهر** ہیں)

iv   **امام سیوطیؒ** کے نزدیک امام طحاویؒ حدیث وفقہ کے امام، علوم دینیہ کی اساس اور احادیث و آثار کا ملجا ہیں

v.   **علامہ اتقانیؒ** فرماتے ہیں: امام طحاویؒ کی نظیر کسی اسلامی مسلک میں ملتی ہے اور نہ ہی کسی دین و مذہب میں۔

vi.   **علامہ سمعانیؒ** نے آپ کو ثقہ قرار دینے کے بعد، ایک **بے مثال شخصیت** قرار دیا ہے۔

۱۲۔ کمالات ومحاسن: امام طحاویؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ پھر امام مزنیؒ (جو امام شافعیؒ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں) سے علوم متداولہ پڑھنے شروع کئے۔ علم حدیث اور فقہ شافعی کی تعلیم بھی امام مزنیؒ سے حاصل کی۔ اسلئے آغاز میں امام طحاویؒ فقہ شافعی پر کاربند رہے۔...... دوران درس امام طحاویؒ اپنی فطانت، حدتِ فکر اور قوتِ استدلال کے سبب **علمی و فقہی سوالات** اٹھاتے......جن کا امام مزنیؒ تسلی بخش جواب نہ دے پاتے...... اس وجہ سے آپؒ نے قاھرہ (ملک مصر) سے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا...... تاکہ اپنے علمی و فقہی سوالات کا حل، اُس زمانہ کے مشہور اور صاحبانِ تحقیق، ساداتِ فقہاءاور مشائخ محدثینؒ کے سامنے پیش کریں......اور پُرحکمت جواب پائیں۔

علمی سفر: سیدنا امام طحاویؒ مصر سے ہجرت کرنے کے بعد مختلف محدثینؒ سے احادیث کا سماع کرتے ہوئے۔ مُلکِ شام پہنچے......جہاں شام کے قاضی القضاۃ، فقہ حنفی کے مشہور فقیہ اور لاثانی محدث **علامہ ابوحازمؒ** درسِ حدیث و فقہ کیلئے نماز ظہر کے بعد متمکن ہوتے تھے۔ امام طحاویؒ، آپؒ کے درسِ حدیث میں شامل ہوئے۔ جب تک آپ کی علمی پیاس نہ بجھی۔ آپؒ نے یہاں سے واپسی کا ارادہ نہ کیا......حضرت شیخ کی علمی صحبت کا اثر یہ ہوا ''کہ امام طحاویؒ نے طرزِ استدلال اور تخریج مسائل کا انداز وہی اپنالیا۔ جو آپؒ کے ساداتِ مشائخ کا تھا''......یوں آپؒ فقہ حنفی کو ترجیح دینے لگے۔ اور آپؒ کے ذہن میں یہ حقیقت راسخ ہوگئی ''کہ ہر دور کے مسائل کا بخوبی اور مکمل حل **فقہ حنفیؒ** کے اُصول و جزئیات ہی میں مُضمَر ہے''......پھر فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ میں اُس اعلیٰ مقام تک پہنچے......کہ آپؒ، اَساتذہ، مشائخ، ائمہ و مجتہدین میں شمار ہونے لگے......اِسی ذوق کے مطابق طحاوی شریف تالیف فرمائی......یقیناً امام موصوفؒ فقہ وحدیث کے **جمع البحرین** ہیں......اور آپؒ کے معاصرین، امام طحاویؒ کے ہم پلہ نہیں۔

۱۳۔ تبدیلیٔ مسلک: اس کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں۔......جن میں سے زیادہ صحیح اور موافق عقل ودانش یہ ہیں: کہ i.......علامہ ابوحازمؒ کے علمی تبحر اور وسعت نظر وفکر نے وہ لازوال نقوش چھوڑے جن کے سامنے مسلکِ اوّل (اصول فقہ شافعیؒ) کے آثار مندمل ہو گئے۔

ii. مؤرخ **ابن خلکانؒ** نقل فرماتے ہیں ''کہ ایک آدمی نے امام طحاویؒ سے پوچھا ! آپ نے مسلک حنفیؒ کو کیسے اختیار فرمایا جبکہ آپؒ کے ماموں اور استاد امام مزنی شافعی تھے ؟ امام طحاویؒ نے جواب دیا میرے ماموں عموماً سادات حنفیہؒ کی کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ تو میں نے بھی انہیں کتب کا مطالعہ شروع کیا مجھے **حنفی فقہ کے احکام، دلائل اور استنباط مسائل کا انداز، اس قدر پسند** آیا کہ یہی طرز استدلال، میں نے اپنالیا۔ ..... اور میرے ذوق ووجدان نے مجھے **فقۂ حنفی کی طرف مائل** کر دیا''۔

iii. مصنف طبقاتِ فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک دن دوران تعلیم امام مزنی نے حضرت امام کو کند ذہن (غبی) ہونے کا طعنہ دیا..... ناراض بھی ہوئے اور کہا ''تم اس دنیا میں کچھ نہ کر سکو گے''..... جس پر آپؒ ناراض ہو کر دمشق (ملک شام) کی طرف چل دیئے..... جہاں **سادات علماء احنافؒ سے تعلیم** حاصل کی..... یوں آپ کا ذہن بدل گیا۔

iv. سیدی امام عبدالعزیزؒ **پرھاروی** ''نبراس'' میں تحریر فرماتے ہیں : امام طحاویؒ نے ایک دن کتب شافعیہ میں پڑھا '' جس وقت حاملہ عورت مر جائے اُس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو۔ بچہ نکالنے کیلئے مردہ ماں کے پیٹ کو نہ چیرا جائے۔ بخلاف مسلکِ حنفیہؒ کے''.....جبکہ خود امام طحاویؒ کو والدہ ماجدہ کا پیٹ چاک کر کے نکالا گیا تھا..... جس پر امام طحاویؒ نے فرمایا... ''میں اُس شخصیت کے مسلک پر چل کر راضی نہیں۔ جو میری ہلاکت پر راضی ہو''۔..... اس کے بعد امام طحاویؒ نے **مسلک احق مسلک حنفی** کو اپنالیا۔

۱۴۔ **تبدیلیٔ مسلک کی شرعی حیثیت** : متعدد علمیؒ فقہی اور تحقیقی کتب و تالیفات کے مطالعہ سے **احقر پر** جو حقیقت منکشف ہوئی ...... وہ درج ذیل ہے :

i......اگر مسلک میں تبدیلی، علمی وسعت، مطالعہ کی کثرت، دلائل و براہین کی قوت اور اُمت مسلمہ کی اصلاح کے سبب ہو تو یہ تبدیلی، بالاجماع شرعاً صرف جائز ہی نہیں، بلکہ **مُستَحسَن** ہے..... جیسا کہ امام طحاویؒ کے نظر و فکر پر آپؒ کے شیخ علامہ ابوحازمؒ کے علمی تبحر و فقیہانہ طرزِ استدلال نے وہ نقوش چھوڑے..... کہ امام طحاویؒ نے محسوس فرمایا ..... کہ مسالک اَربعہ میں سے **مسلک حنفیہ ھی** دلائل و براہین کی قوت، اَحادیث و آثار کی تائید اور عملی نفاذ کے اِعتبار سے **تمام مسالک سے راجح ہے**۔

ii......اگر تبدیلیٔ مسلک کا سبب مالی منفعت، غیر ملکی فنڈز (ریال، دینار، ثمن اور ڈالرز) اَغیار کی آلہ کاری، حب جاہ

اورنفسانی خواہشات کی تکمیل ہو تو بالا جماع یہ تبدیلی حرام ہے۔ اور اُمت مسلمہ کیلئے باعث عار۔
آج کل کے غیر فقیہ (غیر مقلد) متعصب علماء اور اہل رفض ذاکرین میں تبدیلی مسلک اور مخالفت جمہور کی وجہ مندرجہ
بالا امور ہوتے ہیں ایسے اَفراد مسلم معاشرہ کیلئے نہ ہی فقط باعثِ اضطراب و پریشانی ہیں بلکہ نظامِ شریعت اور
قرآن وسنت کے استہزاء وتحقیر کا سبب ہیں موجب فتنہ وفسادِ دین ہیں خود خسر الدین والآخرۃ ہیں۔

احقر کی رائے میں اگر کسی اسلامی ملک اور دینی معاشرہ میں مسلم برادری کی واضح اَکثریت کسی مسلکِ اَحق
سے وابستہ ہو اور وہ اَفراد اسلامی تعلیمات اور شرعی اَحکامات کے مطابق زندگی بسر کررہے ہوں..... اس ملک اور معاشرہ
کے چند اَفراد کا مسلک کو تبدیل کرنا ..... اور اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے متعدد مختلف فیہ مسائل کو زیر بحث لانا، نہ ہی فقط قابلِ
سزا جرم ہو ..... بلکہ مسائل ارتداد کی روشنی میں اصلاح کا اِہتمام کیا جائے ..... تاکہ اُمت مسلمہ اُن کے شر سے محفوظ رہے
دین کی عظمت وجلالت مسلم معاشرے میں قائم رہے ..... قرآن وسنت بازیچۂ اَطفال نہ بنیں ..... دین حنیف اور
شریعت مطہرہ کی شوکت مجروح نہ ہو .... یقیناً جو طبقہ قرآن وسنت کے اِستہزا اور تحقیر کا سبب بنے ...... وہ
اہانت دین کے سبب اِسلامی برادری سے خارج ہے ..... اِرشادات الٰہیہ (جل وعلا) ہیں :

۱۔ اِذا سَمِعتُم آیٰتِ اللّٰہ یُکفربھا و یُستھزءُ بھا فَلا تقعُدوا معھم (القرآن)

۲۔ ولاتتّخذُوا آیٰتِ اللّٰہ ھُذوا (القرآن) ۳۔ قل اباللّٰہ و آیاتہٖ و رسولہٖ کنتم تستھزئون۔

..... اِن تمام آیات سے صراحۃً معلوم ہوا ..... کہ جو طبقہ قرآنی تعلیمات کے اِستہزاء کا سبب بنے۔ اُن کے ساتھ مُجالست
ممنوع ہے ..... اور ایسے بدنصیب اَفراد، عملی منافقت میں مبتلا ہیں۔

..... اللہ تبارک وتعالیٰ اِس نئے فرقہ وفتنہ سے اُمت مسلمہ کو بالعموم، پاک وہند کے باسیوں کو بالخصوص، محفوظ فرمائیں۔
..... اور ایسے فتنہ پرداز اَفراد کو ہدایت وبصیرت سے نوازیں۔ آمین۔

وھو الھادی ..... ویَھدِی من یشاء الی صِراط مُستقیم ..... (القرآن) ......

۱۵۔ معانی الآثار کا فنِ حدیث میں مقام : علامہ کشمیریؒ کے نزدیک معانی الآثار اور سنن ابوداؤد کا
مقام یکساں ہے کہ یہ دونوں کتابیں چوتھے درجہ کی ہیں ۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے اسے سنن نسائی کے
مساوی قرار دیا ہے۔ اور آپ موطا امام مالکؒ اور سنن ابوداؤدؒ پر طحاویؒ شریف کو ترجیح دیا کرتے تھے ..... اس

اعتبار سے کتب احادیث میں اس کا تیسرا درجہ ہے۔

۱۶۔ **خصوصیات طحاویؒ**: i **حسن ترتیب**: سیدنا امام طحاویؒ کا طرز تحریر مجتہدانہ، فقیہانہ اور محدثانہ ہے ..... تحقیق و استدلال کی شان نرالی ہے ..... کتاب کی ترتیب نہایت عمدہ ہے۔ ..... حدیث و فقہ کے علاوہ تفسیر و قرائت کی اہم ابحاث کو خوب لطیف پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

ii. **قوی السند روایات**: صحاح ستہ میں جو احادیث ضعیف اسناد سے مروی ہیں ..... انہیں امام طحاویؒ نے متعدد قوی اسناد سے نقل کیا ہے۔ ..... نیز صحیح روایات کی تحقیق و جستجو میں دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے۔ جس کے باعث طحاوی شریف میں بہت سی احادیث صحیحہ ایسی موجود ہیں۔ جو ہمیں دوسری کتب میں نہیں ملتیں۔

iii. **بیانِ مسالک**: تمام سادات ائمہؒ کے مسالک تفصیلاً بیان فرماتے ہیں۔

iv. **بیانِ دلائل**: سادات ائمہؒ کے دلائل نقل کرنے کے بعد دلائل حنفیہ کو تفصیلاً تحریر کرتے ہیں ..... نیز وجوہ ترجیح سے مسلکِ احق (مسلکِ حضرات حنفیہؒ) کی مزید تائید فرماتے ہیں۔

v۔ صحاح ستہ میں جو احادیث ''مُنقطِع'' ہیں یا ''موقوف'' یا ''مرسل'' ..... انہیں امام طحاوی ''متصل'' اور ''مَرفُوع'' اَسناد سے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

vi. معانی الاثار، حضرات صحابہؓ اور سادات تابعینؒ کے آثار کا ایک گرانقدر ذخیرہ ہے۔ ..... بہت سے ایسے آثار آپؒ نے نقل فرمائے ہیں ..... جن سے دوسری کتب احادیث خاموش ہیں۔

vii. احادیث کے علل پر مطلع کرتے ہوئے اُن کی حیثیت متعین فرماتے ہیں ..... نیز روایات کی قوت و ضعف کو درایت حدیث کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے اپنی ماہرانہ رائے دیتے ہیں۔

viii. متعارض احادیث میں تطبیق دے کر مسلکِ حنفیہ کو راجح قرار دیتے ہیں۔

ix. **بیانِ نسخ**: نسخ پر مطلع ہونے کیلئے کتاب الاثار یقیناً ایک علمی مجموعہ ہے۔

x. **وجہ نظر**: حکمت و فراست میں امام طحاویؒ بے مثال واقع ہوئے ہیں ..... شریعت مطہرہ اور احکام فقہیہ کو دلائل نظریہ سے جس عمدگی کے تحت آپؒ نے پرحکمت ثابت کیا ہے ..... وہ حضرت امامؒ کا منفرد کارنامہ ہے۔ ..... اور اس شان میں آپؒ یکتا ہیں ..... متاخرین سادات محدثینؒ نے اس شعبہ میں آپ کو امام فن مانا ہے۔

۱۷۔ معانی الآثار کے شروح i. علامہ بدرالدین عینیؒ نے **مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار** کے نام سے چھ جلدوں میں ایک قابلِ قدر کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

ii. **معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار** یہ بھی علامہ بدرالدین عینیؒ کی تصنیف لطیف ہے۔ جس میں انہوں نے معانی الآثار کے معزز و محترم رُواۃ پر جامع بحث کی ہے۔

iii. **نخب الافکار فی شرح معانی الآثار** اسے بھی علامہ عینیؒ ہی نے تالیف کیا ہے۔ جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے

iv. **تصحیح معانی الآثار** یہ علامہ محمدؒ بن محمدؒ باھلی کی ایک علمی کاوش ہے...... جو نامکمل بھی ہے اور نایاب بھی۔

ان تالیفات کے علاوہ علامہ ابن عبدالبرؒ مالکی اور امام زیلعیؒ نے معانی الآثار کی تلخیص کی ہے۔

وفاق المدارس، اتحاد المدارس، جامعہ اشرفیہ، دار العلوم دیوبند

أكتبوا أحوال المصنفؒ وسنة وفاتهؒ وولادتهؒ ومرتبته في المحدثينؒ والفقهاءؒ ومقام كتابتهؒ وأسماء اساتذته وتلامذته ومُصنفاتهؒ ومن اى طبقة هو والمشهور أنه كان شافعي المذهب فتركه وصار حنفيا أيجوزُ لاحدأن يترك مذهب القديم ويُقلدمذهبَ الآخر (۱۳۸۲ ...... ۱۳۸۹ ...... ۱۳۹۶ ...... ۱۳۹۸ ...... ۱۴۰۱ ...... ۱۴۲۵ ...... اور اب تک مزید کئی مرتبہ طلباء...... اور بہت مرتبہ طالبات...... سے یہ سوال پوچھا گیا ہے)

تنظیم المدارس، رابطہ المدارس، منہاج القرآن، دار العلوم غوثیہ

أكتبوا شذرة وجيزة مشتملة على ترجمة الامام الطحاويؒ مع بيان خصوصيات كتابهؒ (۱۴۰۸) حرر ترجمة الامام الطحاويؒ ووجه تصنيفهؒ (۱۴۰۹) أكتب باللغة العربية أحوال الامام الطحاويؒ وانتقلَ من المذهب الشافعيؒ الى المذهب الحنفيؒ (۱۴۱۰)۔۔امام ابوجعفر طحاویؒ کی مختصر سوانح اور شرح معانی الآثار کی چند خصوصیات بیان کریں (۱۳۹۷/۱۴۰۰/ اور اب تک ۱۷ بار عربی اور اردو میں طلباء اور طالبات کو حل کرنے کی بابت کہا گیا ہے) ...... **وفاق المدارس الدینیہ**...... جامعہ نعیمیہ...... دار العلوم کراچی...... اور ملک بھر کے اہم امتحانی بورڈز اور برصغیر بالخصوص بنگلہ دیش کے عمومی دینی مدارس نے بار ہا معلومات بالا کو طلباء و طالبات سے پوچھا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ

علم
اصول
حدیث

ضمنی فہرست

اصطلاحات علم حدیث

۱۔ **لغوی تعریف** :- لفظ حدیث کے لغوی معنی : **گفتگو، کلام یا بات چیت** کے ہیں۔
علامہ جوہریؒ صحاح میں لکھتے ہیں : الحدیث اي الکلام قلیله و کثیره وجمعه احادیث ۔ یعنی گفتگو خواہ مختصر ہو یا تفصیلی، اسے حدیث کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں پیغام الٰہی، آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور حضرات انبیاءؑ کے اقوال واحوال کو حدیث کا نام دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا (جب آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں سے آہستہ بات کہی) نیز فرمایا : ومن اصدق من الله حدیثا. (اللہ تعالیٰ سے زیادہ، کس کی بات سچی ہوسکتی ہے) اور فرمایا : هل اتک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین (الذاریات) . هل اتک حدیث موسیٰ (طه). حضور انور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے ملفوظات کو خود لفظ حدیث سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : نضر الله امرا سمع منا حدیثا فحفظه (جامع ترمذی)۔ نیز سیدنا عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں : ان کنا نحفظ الحدیث عن رسول الله ﷺ

——— امام الہند علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ فرماتے ہیں : لفظ حدیث **یا** حدوث وحدث سے ماخوذ ہے **یا** تحدیث سے۔ اگر حدوث سے ماخوذ ہو تو یہ لفظ "قدیم کی ضد" ہے۔ قدیم کے معنی : پرانے اور حدیث کے معنی : **نئے عوارض اور جدید اشیاء** کے ہیں۔ اسی لئے نوعمر بچہ کو "حدیث السن" اور نو مسلم کو "حدیث العهد بالاسلام" کہا جاتا ہے۔ نیز "رجل حدث" جوان آدمی کو کہتے ہیں۔

——— جدید عربی میں لفظ حدیث "نئے ایجادات اور جدید ترین مصنوعات" کیلئے مستعمل ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں : لفظ حدیث باب نَصَرَ سے ہے۔ لغوی حیثیت میں یہ **جدید کے ہم معنی** ہے۔ اور عرف میں اس کے معنی : گفتگو اور بات چیت کے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام اور صفت ہے لہذا قدیم ہے احادیث مقدسہ آنحضرت ﷺ کے مقدس اقوال اور مبارک صفات ہیں اس لئے حدیث اور غیر قدیم ہیں۔

اور اگر حدیث کا ماخذ تحدیث قرار دیا جائے تو اسکے معنی : بیان کرنے کے ہیں۔ اس حوالہ سے حدیث کے معنی ہوں گے : "وہ کلام جو ہر اجمالی اور غیر واضح کلام کو بیان و گفتگو کے ساتھ واضح کردے"۔

حدیث کی جمع'' احادیث '' ہے۔ علامہ پرہارویؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے عجائبات اور خلاف امید واقعات کے حکایات اور قصہ گوئی کو قرآن نے لفظ احادیث سے تعبیر فرمایا ہے۔ فرمایا **فجعلناهم احاديث** (القرآن) کہ ہم نے حوادث زمانہ کو کہانیوں کی صورت دے دی ہے۔

۲۔ **اصطلاحی معنی** - عموی سادات محدثینؒ نے اصطلاحی تعریف یوں بیان فرمائی ہے :

هو علم يعرف به اقوال رسول الله ﷺ و افعاله و احواله ﷺ -

وہ علم جس سے حضورانور ﷺ کے اقوال ' افعال اور احوال کی کیفیت معلوم ہوسکے -

علامہ زرقانی فرماتے ہیں : کہ فن حدیث کی ساٹھ (۶۰) انواع ہیں۔ اور ہر ایک کی تعریف دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہے۔ معروف اقسام درج ذیل ہیں :

i. **اصول حدیث** ii. **علل حدیث**

iii. **درایت حدیث** iv. **روایت حدیث**

اسی طرح حضرات صحابہؓ اور سادات تابعینؒ کے قول؛ عمل اور رضا کا نام بھی حدیث ہے۔ اس لئے علم روایت حدیث کی جامع تعریف **احقر کے ہاں** یوں ہوگی : کہ **حضور انورؐ ' حضرات صحابہؓ اور سادات تابعینؒ کے اقوال ' افعال ' احوال (صفات) اور رضا (تقریر)** کا نام حدیث ہے۔

(هو مااضيف الى رسول الله ﷺ او الى صحابيؓ او الى تابعيؒ قولا اوفعلا او تقريرا او صفة)

— —**احقر کے نزدیک** رب کائنات کا فرمان بھی بواسطہ حضورانور ﷺ بصورت وحی غیر متلو حدیث ہے۔ جسے **حدیث قدسی** کہا جاتا ہے۔ اس لئے حدیث کا سلسلہ خالق کائنات تک بواسطہ رسول اللہ ﷺ جوڑنا ہی لازم اور مناسب ہے۔ اے مااضيف الى الله او الى رسولهؐ او الى صحابيؓ (الخ)

علامہ حافظ سخاویؒ نے کیف عشق ومحبت میں یوں تعریف فرمائی : **الحديث ما اضيف الى النبى ﷺ قولا له او فعلا او تقريرا او صفة حتى الحركات و السكنات فى اليقظة و المنام**

—— حضرات محدثین کے یہاں ایک بحث حدیث ،اثر اور خبر کے حوالہ سے بھی کی گئی ہے۔ کہ یہ تینوں کلمات (**حدیث، اثر، خبر**) مترادف وہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے ؟ حضرۃ الشیخ امام عبدالحق محدث دھلویؒ

نے حدیث اوراثر کو مترادف قرار دیا ہے۔ جبکہ عموی شراح نے حدیث و اثر میں فرق کرتے ہوئے حدیث کا اطلاق احادیث مرفوعہ (موصولہ الی النبیؐ) پر اور اثر کا اطلاق احادیث موقوفہ (منسوبہ الی الصحابیؓ) و مقطوعہ (مرویہ عن التابعیؒ) پر فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث اور خبر کی بابت بھی دو (۲) متضاد اقوال مروی ہیں : (۱) حدیث و خبر دونوں مترادف ہیں۔ (۲) حدیث خاص ہے آنحضرت ﷺ، حضرات صحابہؓ وتابعینؒ کے ساتھ۔ جب کہ خبر عام ہے کہ اس کا اطلاق سلاطین مملکت، انبیاء سابقینؑ اور تاریخی شخصیات کی مستند وغیر مستند روایات واسرائیلیات پر بھی ہوتا ہے۔

۲۔ اصطلاحات حدیث :

سند حدیث :- کلمات حدیث کو روایت کرنے والے حضرات ائمہؒ کے سلسلہ وار مسلسل اسماء گرامی کو سند حدیث کہا جاتا ہے۔ اور اسناد کے معنی سند بیان کرنے کے ہیں۔

۲. **متن حدیث :-** وہ مقدس ومبارک کلمات جو اختتام سند کے بعد بیان یا تحریر کئے جائیں۔

۳. **حضرت صحابیؓ :** وہ مقدس و بانصیب انسان کامل، جس نے بحالت ایمان حضور انور ﷺ کے رخ انور کی زیارت کی۔ اور اسی ایمانی شان میں وصال فرما کر جنت بریں میں داخل ہوئے۔

۴. **تابعیؒ :** وہ خوش بخت انسان جسے حضرات صحابہ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ایمان کی حالت میں وفات پائی

۵. **تبع تابعی :** وہ خوش قسمت شخص جس نے بحالت اسلام کسی حضرت تابعیؒ سے ملاقات کی اور فوت ہوا۔

۶. **حدیث تقریری :** کسی حضرت صحابیؓ یا جناب تابعیؒ نے آنحضرت ﷺ یا حضرت صحابیؓ کی موجودگی میں خیر کی گفتگو کی یا عمل صالح کیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے ہوں۔ نہ توثیق فرمائی ہو نہ تردید۔

۷. **صحاح ستہ :** علم حدیث کی ایسی چھ (۶) کتابیں جو جمہور سادات محدثین کے ہاں سند ومتن حدیث کے حوالہ سے بقیہ تمام کتب احادیث سے اعلیٰ ہیں جیسے : صحیح بخاری، صحیح مسلمؒ، جامع ترمذیؒ، سنن ابی داؤدؒ، سنن نسائیؒ اور سنن ابن ماجہؒ۔ بہت سے حضرات محدثین بجائے سنن ابن ماجہؒ کے مؤطا امام مالکؒ شریف کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب میں صحیح، حسن، ضعیف تینوں درجوں کی احادیث موجود ہیں۔ جن کی تشریح وتوضیح ہر ایک صاحب کتاب نے اپنے اپنے انداز سے روایت حدیث کے بعد کر دی ہے

احقر کے نزدیک : دینی مدارس کے نصاب تعلیم، سادات مشائخ اہل بہشت کے تدریسی وروحانی

ذوق اور حضرات محدثینؒ کے فرامین کے تناظر میں ''موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ اور طحاویؒ شریف'' صحاح میں داخل ہیں۔ اس لئے صحاح ستہ (۶) کے ساتھ ساتھ صحاح تسعہ (۹) کی اصطلاح، طالبان واساتذۂ حدیث بالخصوص خانقاہی دینی مدارس اور روحانی تعلیمی مراکز کے لئے زیادہ موزوں اور نہایت مرغوب ہے۔

۴۔ **عنوان حدیث**:- آنحضرت ﷺ کی ذات مطہرہ علم حدیث کا موضوع ہے۔ حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں: ذات النبی ﷺ من حیث انه رسول ونبی۔ بعض سادات محدثینؒ نے علم حدیث کے موضوع کی تعریف ان کلمات سے فرمائی ہے: ذات النبی ﷺ من حیث اقواله و افعاله۔

۵۔ **غرض و غایت**:- سادات محدثینؒ نے اپنے اپنے ذوق ووجدان کے مطابق علم حدیث کی غرض وغایت کو درج ذیل انداز میں بیان فرمایا ہے:

i. دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی۔ الفوز بسعادة الدارین۔

ii. آنحضرت ﷺ کی مقبول دعاؤں میں شمولیت۔ حصول ادعیة النبی ﷺ۔

iii. حضور انور ﷺ کی قیل وقال میں حصول لذت۔ یہ آخری قول اہل ذوق اور ارباب تصوف کا ہے۔

iv. صحیح اور ضعیف احادیث میں تفریق وتمیز۔ التمیز بین الصحیح والسقیم

مولانا محمد ذکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں: کہ علم حدیث کی تعریف کا خلاصہ **تدبر** ہے، موضوع کا خلاصہ **عظمت** ہے، غرض وغایت کا خلاصہ **لذت** ہے۔

۶۔ **وجہ تسمیہ**:- علم حدیث کی وجہ تسمیہ میں درج ذیل تین (۳) اقوال اہل تحقیق سے مروی ہیں۔

i. قرآن مجید کلام الٰہی ہونے کے سبب قدیم ہے۔ اور احادیث مقدسہ حضور انور ﷺ کی گفتگو کے سبب حادث ہیں۔ اسلئے آپؐ کے اقوال، افعال اور احوال کو حدیث (غیر قدیم) کہا گیا۔ ii. لفظ حدیث، حدوث یعنی لحہ بہ لحہ (تدریجا) آمد سے ماخوذ ہے۔ احادیث مقدسہ (آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال) چونکہ تدریجا (شیئا فشیئا) امت تک پہنچے ہیں۔ اسلئے آنحضرت ﷺ کی گفتگو، قیل وقال اور اعمال کو حدیث کہا گیا۔

iii. علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث قرآن مجید کی آیت مقدسہ واما بنعمة ربک فحدث سے ماخوذ ہے۔ گویا لفظ حدیث، تحدیث نعمت سے لیا گیا ہے اور نعمت سے مراد هدایت ہے کہ احادیث مقدسہ سرچشمہ

ھدایت و نعمت خداوندی ہیں۔

—— مشہور مستشرق گب نے عمدہ بات کہی کہ حدیث، معنوی لطافت، ظاہری بلاغت اور روحانیت و نورانیت میں اس قدر بلند کلام ہے کہ اگر یہ کلام (احادیث مقدسہ) قرآن مجید میں شامل ہوتا تو خاص فرق نہ ہوتا۔

۷۔ اھمیت و فضیلت:- علم حدیث کے فضائل بے شمار وان گنت ہیں۔

حضرات ائمہ حدیث وفقہ اور اہل باطن وصلاح کے چند گراں قدر ملفوظات درج ذیل ہیں :

i. سراج الامۂ امام الائمہ حضرت **امام اعظم** ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی اساس سنت مطہرہ ہے۔ اس لئے سنت مطہرہ واحادیث مقدسہ کے علم کے بغیر قرآنی علوم ومعارف کو سمجھنا بالکل ناممکن ہے۔

ii. سیدنا **امام مالک** فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث مقدسہ کے عالم، معلم اور متعلم کیلئے غیر معمولی دعائیں فرمائی ہیں۔ لہذا ان مقبول دعاؤں کی برکت کے سبب علم حدیث کو تمام علوم پر بے پایاں فضیلت حاصل ہے۔

iii. سیدنا امام الامصار حضرت **امام شافعی** فرماتے ہیں کہ احادیث مقدسہ قرآن کریم کی مستند شرح ہیں۔ لہذا علم حدیث کے تعلیم وتعلم کے بغیر علم قرآن کا حصول ناممکن ہے۔

iv امام الہند سیدی **علامہ** عبدالعزیزؒ **پرھاروی** فرماتے ہیں کہ علم حدیث، خلافت نبوت اور وراثت رسالت ہے۔ اسلئے اس عظیم منصب کے حصول کیلئے احادیث مقدسہ کی تلاوت، اسکا علم اور اسکی تعلیم امت مسلمہ پر لازم ہے

v. مفتی ہندؒ سیدی **مفتی عبدالعلیم** شیخ ملتانی فرماتے ہیں کہ احادیث مقدسہ کی تعلیم وتعلم کے وقت صلوۃ و سلام پیش کرنے کی سعادت بکثرت حاصل ہوتی ہے۔ یقیناً درود شریف' تمام اوراد ووظائف اور معمولات وعملیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اسلئے علم حدیث کا حصول دیگر تمام دینی علوم کی نسبت زیادہ فضیلت واہمیت کا حامل ہے۔

—— نیز لفظ حدیث اور اس سے ماخوذ بہت سے کلمات خود حضور انور ﷺ نے اپنی مقدس زبان سے ادا فرمائے ہیں جیسا کہ معروف حدیث مبارک ہے من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثاً . اسی طرح آپ کا ارشاد گرامی ہے : حدثوا عنی ولا حرج (جامع الترمذی).

۸۔ آداب علم حدیث:۔ طالب حدیث کیلئے درج ذیل آداب کی رعایت نہایت ضروری ہے :

۱. **اخلاص وللهیت** : محض رب العالمین اور رحمت للعالمین کی رضا وخوشنودی کیلئے علم حدیث کو حاصل کرے

۲۔ **دعا وتضرع:** طلب حدیث کے مکمل دورانیہ میں ہر آن نہایت خشوع وخضوع سے توفیق ایزدی اور کرم مصطفوی ﷺ کا طالب رہے۔ نیز ماثور دعاؤں اور ادعیۂ سحر گاہی کا خاص اہتمام کرے۔

۳۔ **مسنون صورت وسیرت:** طلب وتعلم حدیث کے زمانہ سے وقت وصال تک اعمال مسنونہ اور معمولات صالحہ (سادات مشائخ) کا پابند رہے۔

٤۔ **اشتغال بالحدیث:** علم حدیث کے حصول میں اپنی تمام قوت صرف کرے، ضیاع وقت سے اجتناب کرے

۵۔ **حصول علوم آلیه:** علم حدیث کے تعلیم وتعلم سے قبل تمام متعلقہ علوم وفنون کو ضرور حاصل کر لے۔

٦۔ **ادب واحترام:** حضور انور ﷺ حضرات صحابہؓ، سادات تابعین اور تمام اساتذہ کرام کے اسمائے مقدسہ کو نہایت ادب وعقیدت سے بولے۔ ان سے کامل محبت وعقیدت رکھے اور ہمیشہ ان کیلئے دعا گو رہے۔ نیز کتب احادیث کو ہمیشہ باوضو دائیں ہاتھ میں تھامے، سینہ سے لگائے رکھے، ارباب روحانیت کے ہاں کتب احادیث کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ نیز کتب احادیث کو پس پشت رکھنا اور ٹیک لگانا بدنصیبی ومحرومی کی علامت ہے۔

۷۔ **عمل بالحدیث:** احادیث مقدسہ کے علم کی بقدر عمل کرتا چلا جائے۔ حضرات محدثینؒ اسے زکوٰۃ حدیث سے موسوم کرتے ہوئے حفظ حدیث کے لئے اسے ضروری قرار دیتے ہیں۔

۸۔ **تبلیغ علم:** جیسے جیسے احادیث مقدسہ سیکھتا جائے انہیں آگے انسانیت میں پھیلاتا چلا جائے۔

۹۔ **صبر واستقامت:** دلجمعی اور لگن کے ساتھ حصول علم میں مصروف رہے۔ ہم عصر طلبہ، محترم اساتذہ اور افراد خانہ کی جانب سے زبانی اور عملی تادیب، سرزنش اور طعنہ زنی پر صبر کرتے ہوئے استقامت واستقلال کے ساتھ پڑھائی جاری رکھے۔ نیز ان کیلئے دعا گو رہے۔

۹۔ **انتہاء سند** اور **نسبت کلام** کے اعتبار سے حدیث کی تین (۳) قسمیں ہیں:

i۔ **حدیث مرفوع:-** وہ حدیث جو حضور اکرم ﷺ سے مروی ہو۔

ii۔ **حدیث موقوف:-** وہ اثر جو حضرات صحابہؓ کی جانب منسوب ہو۔

iii۔ **حدیث مقطوع:-** وہ روایت جو سادات تابعینؒ سے منقول ہو۔

ﷺ

پھر ان تین (۳) اقسام میں سے ہر ایک (حدیث کی تعریف کی رو سے) کی تین (۳) اقسام ہیں۔ قول شارع

کا نام **حدیث مرفوع قولی** ہے۔ آپ ﷺ کے عمل و فعل کا نام **حدیث مرفوع فعلی** ہے۔
اور آپ ﷺ کی رضاء کا نام **حدیث مرفوع تقریری** ہے۔ ایسے ہی حدیث موقوف قولی ، فعلی ، تقریری اور حدیث مقطوع قولی ، فعلی ، تقریری ۔

احقر کے نزدیک تین (۳) کی بجائے چار (۴) قسمیں بنانا زیادہ بہتر ہے اور چوتھی (۴) قسم **حدیث قدسی** کی ہے کہ وہ حدیث جو خالق ارض و سماء کی طرف منسوب ہو اور سلسلۂ سند اللہ تبارک و تعالیٰ تک جا پہنچتا ہو

۹۔ **تعداد رواۃ** اور ناقلین کی قلت و کثرت کے اعتبار سے حدیث کی پانچ (۵) قسمیں ہیں :

i. **حدیث متواتر** :- وہ حدیث مبارک جسے ہر زمانہ میں ایک (۱) بہت بڑی جماعت روایت کرے جن کا کسی جھوٹی بات پر جمع ہونا ناممکن ہو اور عقل سلیم جھوٹ پر اتفاق کو محال سمجھے۔ **تواتر** کی چار (۴) قسمیں ہیں :

۱۔ **تواتر اسناد** :- یعنی ایسی حدیث مقدس جو مختلف اسناد و طرق سے مروی ہو۔ جیسے مسح علی الخفین کی احادیث متواترہ ۔ جنہیں تیس (۳۰) سے زائد حضرات صحابہؓ نے نقل فرمایا ہے۔

۲۔ **تواتر طبقہ** :- یعنی ایک (۱) جماعت یا ایک (۱) زمانے کے لوگ دوسری (۲) جماعت یا دوسرے (۲) زمانے کے افراد سے بغیر سند بیان کئے کوئی بات نقل کریں۔ جیسے قرآن مجید کی آیات اور سورتیں۔

۳۔ **تواتر عمل** :- حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے ہمارے دور تک ایک (۱) بہت بڑی جماعت کا کسی عمل پر کاربند رہنا۔ جیسے وضو کیلئے مسواک ۔ اذان، نماز اور عبادات کی کیفیات اور مسائل شرعیہ میں اتباع و تقلید و تسلیم

۴۔ **تواتر معنوی** :- کسی بات اور واقعہ کو مختلف کلمات سے بیان کرنا اور اس میں سے کسی ایک حقیقت پر سب کا متفق ہونا۔ جیسے سیدی حضور اکرم ﷺ کا صاحبِ معجزات کثیرہ، نبی و رسول ہونا۔ امام اعظمؒ ابو حنیفہ کا تمام ائمہ سے اعلم، افقہ اور اتقی ہونا۔ اسے تواتر قدرِ مشترک بھی کہتے ہیں۔

ii. **حدیث مشہور** : ایسی روایت جسکو نقل کرنے والے رواۃ ہر زمانہ میں کم از کم تین یا تین سے زائد ہوں

iii. **خبر مستفیض** :- وہ حدیث، جس کے راوی از اول تا آخر ہر زمانہ میں برابر ہوں۔
بعض حضرات فقہاءؒ و محدثینؒ کے نزدیک خبر مشہور اور خبر مستفیض میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں (۲) ہم معنی ہیں۔

iv. **خبر عزیز** :- جس حدیث مبارک کے ناقل ہر زمانہ میں دو (۲) اساتذہ حدیث سے کم نہ ہوں۔

اگر کسی زمانہ میں دو (۲) سے زائد ہوں تو بہت بہتر ہے۔

۷۔ **خبر غریب** ۔ سلسلۂ حدیث میں کہیں صرف ایک (۱) راوی ہوا سے **حدیث فرد** بھی کہتے ہیں

آخری چار (۴) قسمیں **اخبار احاد** ہیں اور ہر ایک کو **خبر واحد** کہا جاتا ہے۔ گویا خبر واحد کی تعریف یہ ٹھہری کہ ایسی روایت، جس میں متواتر کی جملہ شرطیں یا کوئی ایک (۱) شرط موجود نہ ہو خواہ روایت کرنے والا ایک (۱) شخص ہو یا دو (۲) یا دو (۲) سے زائد۔ **خبر متواتر** مفید یقین ہے۔ جبکہ **اخبار احاد** مفید ظن۔

خبر واحد کی صیغ ادا اور تلاوت سند کے اعتبار سے دو (۲) قسمیں ہیں : **معنعن** ، **مسلسل** ۔

۱۔ **معنعن** : اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں لفظ عن آیا ہو۔

۲۔ **مسلسل** : ایسی حدیث جس کی سند میں کلمہ عن نہ ہو۔ نیز ادائیگی کے کلمات یا راویوں کی صفات ایک ہی طرح کے ہوں۔ جیسے احادیث مقدسہ کی عمومی اسناد۔

۱۰۔ **سند** اور **طریق روایت** کے اعتبار سے حدیث **سات (۷) اقسام** پر مشتمل ہے :

i. **حدیث متصل** :- وہ حدیث محترم کہ جس کی سند حضور انور ﷺ تک موتیوں کی ہار کی مانند جڑی ہوئی ہو اور درمیان کا کوئی راوی کسی زمانے میں ساقط نہ ہوا ہو۔

ii. **حدیث مسند** :- وہ حدیث، جس کی سند حضور انور ﷺ تک جا پہنچتی ہو۔

احقر کو مسند اور متصل میں فرق معلوم نہ ہو سکا۔ شاید حدیث متصل میں اتصال حقیقتاً بھی ہوتا ہے اور ظاھراً بھی جبکہ مسند میں بظاہر اتصال معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ حقیقتاً اتصال سند نہ ہو۔ (یہ بات شرح نخبۃ الفکر کے مطالعہ سے معلوم ہوئی۔ واللہ اعلم) بہر حال مسند و متصل ہم معنی ہیں اور ان کا مدلول ایک (۱) ہے۔

نیز **احقر کے نزدیک** مسند میں انتہائے سند کی نسبت حضور انور ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں بلکہ وہ حدیث بھی مسند ہے، جس کا منتہی حضور اکرم ﷺ ہوں یا حضرتِ صحابیؓ ہوں یا جناب تابعیؒ۔ فافہم فتدبر۔

iii. **حدیث منقطع** :- ایسی روایت جس کی سند ایک (۱) یا ایک سے زائد مقامات سے جڑی ہوئی نہ ہو۔

iv. **حدیث معلق** :- ایسی روایت کہ جس کی سند مبدء سے منقطع ہو کہ ابتدائی ایک (۱) یا ایک (۱) سے زائد راویوں کے نام حذف کر دیئے گئے ہوں جیسے تعلیقات بخاری اور احادیث مشکوٰۃ شریف۔

v **حدیث معضل** :- جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زائد راوی معاً (اکٹھے) حذف کر دیئے گئے ہوں

vi **حدیث مُرسل** :- ایسی حدیث، جسکے آخری رواۃ کے اسماء کو حذف کر دیا جائے مثلاً کوئی جناب تابعی فرمائیں قال رسول اللہ ﷺ ھکذا گویا جناب تابعیؒ نے حضرۃ صحابیؓ کے اسم مبارک کو حذف کر دیا ہے۔

vii **حدیث مُدلّس** :- ایسی حدیث جس کا راوی اپنے شیخ یا شیخ کے استاذ کا نام حذف کر دے۔

—— **احقر کے نزدیک** آخری چار (۴) اقسام حدیثِ منقطع کی قسمیں ہونی چاہیئیں نہ کہ حدیث منقطع کی قسیم۔ گویا اصلاً اتصالِ سند کے اعتبار سے حدیث کی دو (۲) قسمیں ٹھہریں۔ (۱) **مُتصل** (۲) **منقطع**۔
پھر **منقطع** کی چار (۴) قسمیں ہیں (۱) **معلق** (۲) **معضل** (۳) **مُرسل** (۴) **مُدلّس**۔

۱۱۔ قابل حجت ہونے یا نہ ہونے کی نسبت سے حدیث مکرم کی دو (۲) قسمیں ہیں :

i. **حدیث مقبول** :- وہ حدیث کہ جس کے مدعیٰ پر عمل کرنا لازم ہے۔

ii. **حدیث مردود** :- جو حدیث بوجہ کسی فنی اشکال کے قابل عمل نہ رہے۔

حدیث مقبول کی چھ (۶) قسمیں ہیں :

۱۔	**صحیح لذاتہ**	۲۔	**حسن لذاتہ**	۳۔	**صحیح لغیرہ**
۴۔	**حسن لغیرہ**	۵۔	**حدیث معروف**	۶۔	**حدیث محفوظ**

۱۔ **صحیح لذاتہ** :- وہ حدیث کہ جس کے تمام راوی عادل اور کامل الحفظ ہوں۔ نیز اس کی سند متصل ہو

عادل (صاحب عدالت) کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی صاحب تقویٰ و تقدس ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اگر کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کر لی ہو، صاحب مروت ہو کہ اسباب فسق و فجور اور اسلامی معاشرہ کے معیوب امور سے پرہیز کرتا ہو۔ **کامل الحفظ** (صاحب ضبط) کے معنی یہ ہیں کہ راوی نہایت سمجھدار ہو، قوی حافظہ رکھتا ہو۔ تاکہ حدیث مبارک کے کلمات مکمل اور صحیح یاد رکھ سکے۔

۲۔ **حسن لذاتہ** :- ایسی حدیث، جس میں صحیح کے جملہ شرائط موجود ہوں فقط راوی کا ضبط قدرے خفیف ہو۔ متقدمین سے حدیث حسن کی تعریف، مختلف اقوال سے منقول ہے جیسے امام ترمذی کی تعریف جمہور سے مختلف ہے

۳۔ **صحیح لغیرہ** :- ایسی حدیث حسن جو مختلف اسناد سے مروی ہو۔ کہ راوی کے حفظ میں کمی کے سبب

صحت حدیث میں جو خفت پیدا ہوئی تھی اس کی تلافی کثرتِ طرق (اسناد) سے ہو جائے۔

۴۔ **حسن لغیرہ** :- وہ حدیث غیر مقبول جو کثرت طرق کے سبب قابل حجت ہو۔

۵۔ **حدیث معروف** :- یہ منکر کی ضد ہے یعنی وہ حدیث جس کا راوی ثقہ اور مضبوط حافظہ کا حامل ہو۔

۶۔ **محفوظ** :- شاذ کے معارض ہے کہ وہ حدیث جسے ایک انتہائی با اعتماد ثقہ راوی روایت کرے

سادات محدثینؒ کے ہاں کسی حدیث کو مقبول بنانے یا ماننے میں درج ذیل قرائن مِد و معاون ہوتے ہیں (۱) وہ حدیث جو صحیحین میں موجود ہو۔ (۲) جو حدیث صحیح کے معارض نہ ہو۔ (۳) ایسی سند سے مروی ہو جو ضعف و علل سے خالی ہو۔ (۴) جس کے راوی سادات ائمہ حدیث و فقہ ہوں۔

---

ii۔ **حدیث مردود** :- حدیث غیر مقبول (مردود) کی دس (۱۰) قسمیں ہیں :

۱۔ **حدیث ضعیف** :- وہ روایت جس کا راوی جھوٹا یا فاسق یا حافظہ کے اعتبار سے کمزور ہو۔

۲۔ **حدیث موضوع** :- ایسے راوی کی روایت جس پر من گھڑت روایات بیان کرنے کا ثبوت ہو چکا ہو

۳۔ **حدیث متروک** :- ایسے راوی کی حدیث جو اپنی عمومی گفتگو اور تحریر و تقریر میں غلط بیانی سے کام لیتا ہو۔ چاہے نقلِ احادیث میں محتاط ہو یا نہ ۔ نیز وہ روایت جو درایت حدیث کے خلاف ہو۔

۴۔ **حدیث منکر** : ایسے راوی کی روایت جو مغفل یا بدکار ہونے کے سبب بیانِ حدیث میں عموماً غلطی کرتا ہو۔ نیز وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور بیانِ حدیث میں ثقہ رواۃ کی مخالفت کرتا ہو ۔

۵۔ **حدیث شاذ** :- وہ روایت جس کا ناقل ثقہ ہونے کے باوجود اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرے۔ اور دونوں (ثقہ و اوثق) سے روایت شدہ احادیث میں مفہوماً تعارض ہو۔

۶۔ **حدیث معلول** :- ایسے راوی کی حدیث جو وہم میں مبتلا ہو جائے۔ اور متن و سند کو صحیح طرح بیان نہ کر سکے۔ اسے حدیث معلل بھی کہتے ہیں۔

۷۔ **حدیث مضطرب** :- راویٔ حدیث، سند یا متن میں ایسا اختلاف پیدا کر دے کہ ترجیح اور تطبیق کی کوئی صورت نہ بن پائے۔ اختلاف متن کی صورت میں **حدیث مضطرب المتن** ۔ اور اختلافِ سند کی صورت میں **حدیث مضطرب السند** کہلائے گی۔

۸۔ **حدیث مقلوب** :۔ ایسی حدیث جس کا راوی سند حدیث یا متن حدیث کو بدل ڈالے۔ متن میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں یہ حدیث **مقلوب المتن** اور سند کے ناموں کی تبدیلی میں **مقلوب السند** کہلائے گی۔

۹۔ **حدیث مُدرج** :۔ ایسے راوی کی روایت جو سند کے تسلسل کو بدل دے۔ اپنی ذاتی رائے کو سند و متن حدیث میں داخل کردے۔ متن میں دخل اندازی کے سبب **مدرج المتن** اور سند میں مداخلت کے سبب **مدرج الاسناد** کہلائے گی۔

۱۰۔ **حدیث مصحّف** :۔ ایسی روایت جس کے متن و سند کے صحیح تلفظ اور خط کو بدل دیا جائے۔ جیسے شین کو سین سے اور حا کو ھا سے یا برعکس۔ اسے **حدیث محرف** بھی کہتے ہیں بعض علماءؒ نے محرف کو ایک علیحدہ قسم شمار کیا ہے اور دونوں میں فرق ان کلمات سے کیا ہے کہ اگر ایک حرف میں تحریراً یا تلفظاً تبدیلی ہو تو **حدیث مصحف** ہے اگر دو (۲) ہم شکل یا دو ہم صورت حرفوں میں تبدیلی ہو تو **محرف** ہے

—— مندرجہ بالا سولہ (۱۶) اقسام کو **صفات رواۃ** کے اعتبار سے بھی تقسیم کرتے ہیں۔ کہ حدیث صفاتِ رواۃ کے اعتبار سے سولہ (۱۶) قسم پر مشتمل ہے (۱) **حدیث لذاتہ** .... (۱۶) **حدیث مصحّف**۔

احقر کے نزدیک حدیثِ ضعیف اور مندرجہ بالا نو (۹) اقسام کو ایک دوسرے کا قسیم بنانا درست نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض اقسام حدیثِ ضعیف کی قسمیں ہیں نہ کہ قسیم۔ چونکہ اصطلاحات میں مناقشہ درست نہیں۔ نیز اصول حدیث ایک نقلی علم ہے۔ حضرات مؤلفینؒ اور اساتذۂ حدیث نے جس طرح بیان فرمایا۔ ویسے ہی اسے نقل کردیا گیا ہے۔ طالبین حدیث اصطلاحات بالا کو یاد کرکے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں۔

مندرجہ بالا تقسیم، تعریف اور اصطلاحات کو **سادات محدثین**ؒ نے اس انداز سے بھی بیان فرمایا ہے کہ کسی حدیث کو رد کرنے (مردود، غیر مقبول سمجھنے) کے تین اسباب ہوتے ہیں : (۱) **اسقاط سند** (۲) **طعن** (۳) **جرح**

باعتبار **اسقاط سند**، حدیث مردود کی پانچ (۵) قسمیں ہیں **معلق**، **مرسل**، **معضل**، **منقطع**، **مدلس**

باعتبار **طعن** اور **جرح** (راوی حدیث غیر عادل، سوء الحفظ یا غیر صالح ہے) حدیث مردود کی دس (۱۰) قسمیں ہیں۔ از **حدیث ضعیف** تا **حدیث مصحف**۔

کسی حدیث کے قبول یا رد، جرح یا تعدیل میں **اصول درایت** بھی مدنظر رکھے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں

(۱) کوئی روایت، قرآنی آیت یا مستند حدیث کے خلاف نہ ہو۔

(۲) مشہور تاریخی واقعہ کے مخالف نہ ہو۔ (۳) قانون اور تقاضائے فطرت کے معارض نہ ہو۔

(۴) کسی حدیث کا حکم انسانی طاقت سے باہر نہ ہو۔

(۵) حدیث کا واقعہ جس قدر مشہور یا کثیر الوقوع ہو اس کے بیان کنندہ بھی اسی طرح کثیر تعداد میں ہوں۔

سادات محدثینؒ و اساتذہ حدیث کے **مراتب و مدارج** کی ترتیب کچھ یوں ہے :

(۱) **طالب** : وہ خوش بخت جو احادیث مقدسہ کی تلاوت، تعلم اور حصول کا ارادہ کرلے۔

(۲) **مسند** : وہ عالم جو صرف احادیث مقدسہ کی اسناد کو بیان کرتے ہوں۔

(۳) **محدث** : وہ شخصیت جنہیں ایک ہزار احادیث سند و متن کے ساتھ از بر ہوں نیز کتب احادیث کو سبقاً پڑھا ہو

(۴) **حافظ** : وہ محدث جن کو ایک (۱۰۰۰۰۰) لاکھ احادیث مقدسہ یاد ہوں۔

(۵) **حجة** : وہ استاذ حدیث جنہیں تین (۳) لاکھ احادیث متن و سند کے ساتھ حفظ ہوں۔

(۶) **حاکم** : وہ امام مقتدر جو تمامی احادیث مقدسہ بمع سند و متن، جرح و تعدیل، شان نزول اور تاریخ وقوع کے عالم و حافظ ہوں۔

(۷) **فقیہ** : وہ استاذِ حدیث جو شرعی احکام اور ضروری مسائل کا حل امت مسلمہ کے سامنے پیش کریں۔ قرآن وسنت سے استنباط کریں۔ اور احادیث متعارضہ میں تطبیق دیں۔

(۸) **محقق** : ایسے حضرت محدث وفقیہ جو سادات مفسرینؒ، محدثینؒ اور فقہاءؒ کے متضاد اقوال و آراء کو سلجھائیں، قابل عمل بنائیں۔ نیز وہ شخصیت تطبیق، ترجیح، استنباط احکام اور رفع تعارض کی ماہر ہو۔

تعارف کتب حدیث

علم حدیث چونکہ ایک (۱) مخدوم ومحبوب علم ہے۔اس لئے سادات عشاق نے اپنے اپنے ذوق ووجدان کے موافق، کتب احادیث تصنیف فرمائیں اور انہیں مختلف چالیس (۴۰) القابات سے نوازا۔

چند متداول اور مشہور اقسام کے نام یوں ہیں : **جامع، سنن، مسند، معجم، مرسل، جزء، اربعین، مستدرک، مستخرج، غریب، موضوع، ثلاثی، رسالہ۔**

۱۔ جامع :- اس کی جمع **جوامع** ہے الجامع هو مايوجد فيه جميع اقسام الحديث من العقائد و الاحكام و الاداب و التفسير و التاريخ و المناقب و الفتن. ایسی کتاب حدیث جس میں **ہر موضوع کی احادیث** بمعہ ابواب کے جمع کردی گئی ہوں۔اور وہ کتاب: سیرت، آداب، تفسیر، عقائد، فتن اشراط (علامات قیامت) احکام اور مناقب پر مشتمل ہو۔ (۱) **سیرت :** حضور انور ﷺ کی حیات مقدسہ اور جہاد وغزوات وسرایا کے بارے احادیث۔ (۲) **آداب :** ادب کی جمع ہے کہ معاشرتی آداب ومعمولات کی روایات۔ (۳) **تفسیر :** قرآنی آیات کی تفسیری احادیث (۴) **عقائد :** عقیدہ، ایمان وعلم کلام کی روایات۔ (۵) **فتن :** قیامت تک رونما ہونے والے واقعات، فتنوں اور فرقوں کی پیش گوئی احادیث۔ (٦) **اشراط :** علامات قیامت کی بابت روایات۔ (۷) **احکام :** مسائل فقہیہ کی ماخذ واساسی احادیث۔ (۸) **مناقب :** فضیلت ومنقبت کی روایات۔ ان آٹھ (۸) مضامین کو ایک شعر میں یوں نظم کیا گیا ہے :

سیر ، آداب ، تفسیر و عقائد فتن . اشراط . احکام و مناقب

جیسے صحیح بخاریؒ اور جامع ترمذیؒ۔البتہ صحیح مسلمؒ کے بارے میں حضرات محدثین کی دو (۲) **آراء** ہیں۔کیونکہ اس میں تفسیر کی احادیث بہت قلیل ہیں۔کتب احادیث میں سب سے پہلی جامع کتاب جامع معمرؒ بن راشد ہے

۲۔ السنن :- **هو تخريج الاحاديث على ترتيب ابواب الفقه.**

ایسی کتب جنہیں **ابواب فقهيه کی ترتیب** پر مرتب کیا جائے کہ اس میں کتاب الطہارہ (الوضوء) سے کتاب الوصایا تک کی احادیث موجود ہوں۔تدوین احادیث کے ابتدائی دور میں اس طرح کی کتب کو ابواب اور مصنف

کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس نوع میں ابواب الشعبیؒ اور **کتاب الآثار لابی حنیفہ** کو شرف **اوّلیت** حاصل ہے صحاح ستہ میں نسائی، ابوداؤد، ترمذیؒ اور ابن ماجہ شریف، سنن ہیں۔ کتب احادیث میں سنن ابن جریجؒ، سنن وکیع بن جراحؒ اس لقب کی ابتدائی کتب ہیں۔ سنن بیہقی، سنن دارمیؒ، سنن دار قطنیؒ اور سنن سعیدؒ بن منصور اس نوع کی معروف کتب ہیں۔ گویا **جامع** میں تمام احادیث موجود ہوتی ہیں۔ اور **سنن** میں بعض موجود ہوتی ہیں بعض نہیں۔ نیز جامع اور سنن کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یعنی جامع عام ہے اور سنن خاص۔ یہ خصوصیت صحاح ستہ میں جامع ترمذی کو حاصل ہے کہ وہ سنن بھی ہے اور جامع بھی۔

۳۔ مسند :۔ ھو ما ذکر فیہ الاحادیث علی ترتیب الصحابۃؓ ۔

مسند کی جمع مسانید ہے مسند حدیث کی وہ کتاب کہلاتی ہے جس میں احادیث کو **حضرات صحابہؓ کی ترتیب** سے جمع کیا گیا ہو۔ یعنی ہر صحابیٔ رسول ﷺ کی روایات کو الگ الگ جمع کیا جائے خواہ وہ روایات کسی عنوان اور باب سے متعلق ہوں۔ حضرات محدثینؒ کے نزدیک ترتیب صحابہؓ کی **چار (٤) صورتیں ہیں** :

i. **حروف تہجی** کے اعتبار سے۔ مثلاً سیدنا انسؓ اور سیدنا ابوبکرؓ کی روایات کو پہلے نقل کیا جائے۔

ii. صحابہ کرامؓ کے مقام، **مرتبہ اور عظمت** کے لحاظ سے : مثلاً سب سے پہلے سادات خلفاءؓ راشدین پھر حضرات عشرہ مبشرہ، پھر اصحابؓ بدر کی روایات کو نقل کیا جائے۔

iii. تقدمِ اسلام اور **سابقیت فی الاسلام** کے اعتبار سے، متقدم الاسلام سادات صحابہ کی روایات کو پہلے اور متاخر الاسلام معزز صحابہؓ کی روایات کو بعد میں تحریر کیا جائے۔

iv. **قبائل کی فضیلت** کے اعتبار سے۔ یعنی افضل قبائل کی روایات کو پہلے، مفضول قبائل کی احادیث کو بعد میں زینت قرطاس بنایا جائے۔ **احقر کے نزدیک** جس حیثیت سے بھی مسند میں احادیث کو جمع کیا جائے۔ سیدنا ابوبکرؓ صدیق کی روایات کو مقدم لایا جائے گا۔ سب سے پہلی مسند، **مسند امام اعظم ابوحنیفہؒ** ہے۔ اور معروف کتب میں مسند نعیمؒ بن حماد، مسند امام شافعیؒ اور مسند امام احمدؒ بن حنبل ہیں۔

۴۔ معجم :۔ ھو ما یذکر فیہ الاحادیث علی ترتیب المشائخ ۔

ایسی کتاب جس میں کوئی محدث اپنے اساتذہ اور شیوخ کی ترتیب پر احادیث کو نقل کرے۔ پھر ترتیب شیوخ کی

وہی چار (۴) حیثیتیں ہیں جو پہلے مسند کے ذیل میں ترتیب صحابہؓ کے عنوان سے گزری ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی تحقیق یہ ہے کہ معجم کی مندرجہ بالا تعریف درست نہیں بلکہ **معجم** وہ کتاب ہے جسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہو۔ خواہ یہ ترتیب حضرات صحابہؓ کے اعتبار سے ہو یا اساتذہ وشیوخ کے اعتبار سے۔ اس تحقیق کی رو سے معجم اور مسند میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ بہر حال اس سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں امام طبرانی کی تین (۳) معاجم از حد معروف ہیں :

المعجم الكبير ' المعجم الاوسط ' المعجم الصغير ۔

۵۔ مرسل:- ایسی کتاب حدیث جس میں مرسل احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو۔ مرسل کی جمع مراسیل ہے جیسے مراسیل ابوداؤدؒ۔ پھر **حدیث مرسل** کی دو (۲) اصطلاحیں ہیں :

i. حضرات محدثین کی اصطلاح یہ ہے کہ جناب تابعیؒ، حضرت صحابیؓ کا واسطہ حذف کرتے ہوئے کسی روایت کو بیان کریں۔ جیسے امام ابن سیرینؒ سیدنا ابوہریرہؓ کا اسمِ مُبارک حذف کر کے فرمائیں **قال قال رسول اللہ** ایسی مرسل احادیث سادات ائمہؒ کے نزدیک حجت ہیں۔

ii. اصطلاح فقہاءؒ میں حدیث مرسل، حدیث منقطع کے مترادف ہے یعنی سند حدیث میں کسی واسطے کو چھوڑ دینا۔

۶۔ جزء:- ایسا مجموعہ جس میں ایک مسئلہ کے متعلق تمام احادیث جمع کردی جائیں۔ جیسے امام بخاریؒ کی جزء رفع الیدین، امام بیہقیؒ کی جزء القرأۃ اور علامہ کشمیریؒ کے متعدد اجزاء ۔ اس کا دوسرا نام **رسالہ** بھی ہے

۷۔ اربعین:- **هو ما يجمع فيه اربعون حديثا** ۔ اربعین کے معنیٰ "چہل حدیث" کے ہیں۔

اصطلاح علم حدیث میں اربعین اس کتابچے کو کہتے ہیں۔ جس میں مصنف کسی ایک باب یا موضوع یا روزمرہ کی ضروریات یا تہذیب اخلاق کے بارے میں چالیس (۴۰) احادیث کو نقل کریں ۔ جیسے اربعین بیہقیؒ، اربعین ملا علی قاریؒ ، اربعین نوویؒ اور اربعین علامہ پرھارویؒ ۔ بے شمار سادات محدثینؒ نے **اربعینات** پر خوب کام کیا ہے۔

۸۔ مستدرک:- تخريج الاحاديث مع بيان شرائط المعتبره عند المصنف و لم يخرجه

مستدرک علم حدیث کی ایسی کتاب، جس میں کسی دوسری کتاب سے رہ جانے والی روایات کو جمع کر دیا جائے بایں شرط کہ یہ روایات ترتیب وتخریج اور شرائط وقیود کے اعتبار سے پہلی کتاب کی روایات کے مطابق ہوں جیسے مستدرک

امام حاکمؒ - متعدد حضرات محدثینؒ نے مستدرک پر کام کیا ہے۔

۹۔ مستخرج :- تخریج الاحادیث مع الاطلاع علی الماخذ۔

وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی بیان کردہ احادیث کی مزید اسناد بیان کی جائیں جیسے امام ابوعوانہؒ نے صحیح مسلم کی احادیث کو ایسے اسناد سے نقل فرمایا ہے جو اسناد صحیح مسلم میں مذکور نہیں یہ مجموعہ ''مستخرج ابی عوانہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ایسے ہی مستخرج علی سنن ابی داودؒ اور مستخرج علی جامع الترمذی

۱۰۔ غریب و مفرد :- ہو بیان تفردات عن المشائخ

حدیث کی وہ کتاب جس میں شاگرد اپنے شیخ سے سنی ہوئی ایسی روایات وتفردات کو نقل کرے جو اس کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے نقل نہ کی ہوں۔ اس کا دوسرا نام مفرد بھی ہے جیسے صرف سیدنا ابوہریرہؓ کی روایات کو جمع کر دیا جائے۔ اس نوع میں کتاب الافراد للدارقطنیؒ مشہور ہے۔

۱۱۔ تجرید :- اس کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں صرف حضرت صحابی کا نام اور حدیث کا متن لکھ کر بقیہ سند کو ترک کر دیا جائے جیسے تجرید الصحیحین وغیرہ۔

۱۲۔ موضوعات :- وہ کتابیں جن میں احادیث موضوعہ کو بیان کیا گیا ہو یا ان پر تحقیق کی گئی ہو۔ جیسے ملا علی قاری کی الموضوعات الکبیر۔ الموضوعات الصغیر۔

۱۳۔ ثلاثیات :- احادیث کی وہ کتب جن میں ان احادیث کو جمع کیا جائے جن میں مصنفؒ اور حضور اکرم ﷺ کے مابین کل تین (۳) واسطے موجود ہوں۔ جیسے ثلاثیات بخاریؒ۔ امام بخاری کی صحیح میں بائیس (۲۲) روایات ثلاثی ہیں۔ جن میں سے بیس (۲۰) ثلاثی روایات سادات مشائخ حنفیہؒ سے منقول ہیں۔ نیز مسند امام اعظمؒ اور کتاب الآثار للامام الاعظمؒ میں سینکڑوں روایات ثلاثی موجود ہیں۔ جو حنفی مسلک کی افضلیت پر دال ہیں۔ البتہ صحیح مسلمؒ، سنن ابوداودؒ سنن ابن ماجہ میں پانچ (۵) روایات اور جامع ترمذیؒ میں ایک (۱) روایت ثلاثی ہے۔ اور سنن نسائی میں کوئی ثلاثی روایت موجود نہ ہے۔

۱۴۔ تخریج : وہ کتاب جس میں دوسری کتاب حدیث کی تجریدی یا معلق احادیث کو بطور حوالہ کے نقل کیا جائے۔ جیسے ہدایہ شریف میں صحاح تسعہ (۹) کی روایات۔

۱۵۔ فهارس: ایسی کتب جن میں ایک (۱) یا ایک (۱) سے زائد کتب احادیث کی روایات مقدسہ کو فہرست وار جمع کر دیا گیا ہو۔ آج کل اس موضوع پر خوب کام ہو رہا ہے۔

۱۶۔ اطراف: وہ کتب جن میں احادیث مقدسہ کے صرف ابتدائی اور آخری جملے کو لکھ دیا جائے تاکہ پوری حدیث پہچانی جا سکے نیز آخر میں حوالہ بھی موجود ہو۔ اس موضوع پر سب سے پہلے حافظ ابن عساکر نے قلم اٹھایا۔ ان دنوں عالم عرب میں اس پر خوب کام ہو رہا ہے۔

۱۷۔ اذکار: یہ ان کتب کا لقب ہے جن میں حضور انور ﷺ سے منقول دعائیں (ادعیہ ماثورہ) جمع کی گئی ہوں

ان کے علاوہ بھی علم حدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی مختلف اقسام ہیں: جیسے **المصاحف ۔ مشکل الاحادیث ۔ الامالی ۔ الوحدان ۔ شروح الاحادیث ۔ العقائد ۔ التاریخ ۔ الزهد ۔ مشیخه ۔ العلل ۔ الترغیب و الترهیب ۔ مسلسلات ۔**
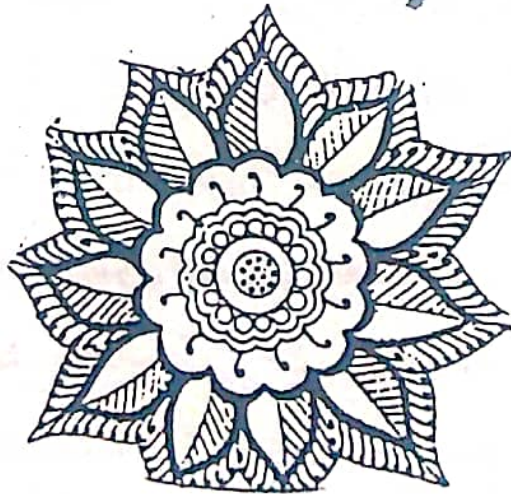
تاریخِ تدوین حدیث

۱۔ تاریخ تدوین حدیث:۔ سیدی حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں احادیث وروایات کی تدوین کتابی شکل میں نہ ہی رائج تھی اور نہ ہی عمومی طور پر کتابت کا سلسلہ جاری ہوا تھا۔ بلکہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں حفاظت و ضبط حدیث کے لئے مندرجہ ذیل تین (۳) طریقے موجود تھے :

i **ضبط حدیث** ii **تعامل صحابہؓ** iii. **کتابت خاصہ** ۔

i. **ضبط حدیث**:۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرات صحابہؓ نے قرآن وحدیث کے حفظ وضبط کیلئے یادداشت کا سہارا لیا۔ اہل عرب کا حافظہ، قوت ذہانت اور شدت فطانت کے اعتبار سے ضرب المثل تھا صرف اپنے ہی نہیں اپنے گھوڑے اور غلاموں تک کے نسب نامے انہیں یاد ہوا کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرات صحابہؓ اور سادات تابعینؒ کے متعدد حیرت انگیز واقعات کتبِ سیرت و تاریخ میں موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو **غیر معمولی حافظہ** عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک (۱) واقعہ یا ایک (۱) بات کو صرف ایک (۱) بار سن کر یا دیکھ کر پتھر پر لکیر کی مانند (**کالنقش علی الحجر**) از بر کر لیتے تھے۔

ii. **تعامل صحابہؓ**:۔ حفاظت حدیث کا دوسرا (۲) بڑا طریقہ تعامل صحابہ تھا۔ ہر صحابیِ رسول کے شب و روز میں حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال نمایاں نظر آتے تھے ان کی زندگی کا ہر پہلو وحی غیر متلو کا مظہر تھا حضرات صحابہؓ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کا نقشہ امت محمدیہ ﷺ کے سامنے ہر آن پیش فرما رہے تھے اور فرمایا کرتے : **ھکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یفعلہ** **ھکذا سمعت** ۔

یہ طریقہ عمل (عملی نمونہ) حفاظتِ حدیث اور ضبط وحی غیر متلو کے لئے بہت مؤثر ثابت ہوا۔ ہر عاشق و محب اپنے امام ومتبوع کی سیرت پاک کا **مجسم نمونہ** اور عملی تصویر تھا۔ نیز یہ وہ عشاق تھے جن کی والہانہ بے مثل عقیدت ومحبت کی نظیر آج تک نہ کوئی قوم پیش کر سکی ہے اور نہ ہی تاریخ انسانی پیش کر سکے گی۔

iii. **کتابت خاصہ**:۔ عہد رسالت ﷺ وصحابہ میں قرآن مجید کی طرح احادیث مقدسہ کو بھی نور کتابت کے حسین سانچے میں ڈھالا گیا اور ابتدائی دور میں مخصوص سادات صحابہؓ نے احادیث کو بصورت کتابت اپنے ہاں جمع

فرمایا تھا لیکن عمومی رواج نہ تھا۔ گویا **کتابت حدیث کے دو(۲) ادوار ہیں (۱) مطلق کتابت (۲) کتابت بصورۃ تالیف و تدوین۔**

عہد رسالت ﷺ و صحابہ میں کتابت کی پہلی قسم تو رائج تھی لیکن دوسری (۲) قسم کی بنیاد خلیفہٴ راشد سیدنا عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے رکھی گئی۔ اس تقسیم سے منکرینِ حدیث کا عدم کتابتِ حدیث پر حدیث مکتوبہ **لاتکتبوا عنی غیر القرآن** کا اعتراض رفع ہو جائے گا۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲۔ ادوار تدوین حدیث :- تدوین حدیث کو پانچ (۵) مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

i. **مرحلہ اولیٰ کتابت حدیث و ضبط کا دور** :- ابتدائی دور میں اگرچہ عمومی صحابہ کو کتابت حدیث کی اجازت نہ تھی۔ تاہم مجتہد و فقیہ صحابہ، حضور انور ﷺ کی اجازت سے احادیث کو قلمبند کر لیا کرتے تھے جسکے کئی نظائر کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں جو حدیث **النہی عن الکتابت** کے ذیل میں تفصیلاً آ رہے ہیں۔ نیز اس مبارک عھد میں درس حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے درسی تلامذہ کی تعداد سو (۱۰۰) سے زیادہ تھی۔ کوفہ میں سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے درس حدیث و فقہ میں چار (۴) ہزار سے زائد طلباء شریک ہوتے تھے۔ جو آپ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث کو حفظ اور تحریر کر لیتے تھے۔ ایسے ہی مدینہ منورہ میں سیدنا ابن عمرؓ اور دمشق میں سیدنا ابو درداءؓ درس حدیث دیا کرتے تھے۔ جسے ان کے شاگرد صفحات و اوراق پر محفوظ کر لیتے تھے۔ اسی دور میں سیدنا ابن عباسؓ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ جس میں احادیث کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے۔ نیز سیدنا ابیؓ بن کعب کی تفسیر بھی اسی مبارک عھد کی عمدہ تفسیر ہے۔ جو احادیث مقدسہ کا عظیم مجموعہ ہے۔

ii. **مرحلہ ثانیہ تصنیف و جمع احادیث کا دور** :- یہ مرحلہ باقاعدہ و منظم طریقے سے تدوین حدیث کا بصورت تصنیف پہلا (۱) مرحلہ ہے جو پہلی (۱) صدی ھجری کے آخر سے شروع ہو کر دوسری (۲) صدی کے وسط تک پھیلا ہوا ہے۔ جب خلیفہٴ راشد سیدنا عمرؓ بن عبدالعزیز نے صفر 99ھ میں منصب خلافت سنبھالا۔ تو آپؒ نے مدینہ منورہ کے گورنر سیدنا ابو بکرؒ بن حزم (متوفی 120ھ) سمیت تمام اسلامی ممالک کے گورنروں کو جمع احادیث کا حکم فرمایا۔ سیدنا ابو بکر بن حزم ایک نامور محدث، فقیہ اور شب زندہ دار ولی کامل تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کا بیان ہے کہ میرے شوہر چالیس سال تک رات کو بستر پر آرام فرما نہیں ہوئے۔ امیر المومنینؒ نے آپ (گورنر مدینہ منورہ

کولکھا : **انظر الی ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء** نیز انہیں سیدۃ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن انصاریہؓ اور سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے احادیث مقدسہ کے مجموعوں کو جمع کرنے کا حکم بھی فرمایا۔ خلیفہ راشد کے اس تاریخی فرمان سے حضرات محدثینؒ و سادات فقہاء کی حوصلہ افزائی ہوئی، انہوں نے جمع وضبط حدیث کا کام بڑے پیمانہ پر کیا اور اپنے مساعی جمیلہ کو تیز سے تیز تر کردیا۔ اس قافلۂ عظیم اور مقدس گروہ میں مندرجہ ذیل سادات محدثینؒ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں :

۱۔ **امام محمدؒ بن مسلم ابن شہاب زھری مدنی (م ۱۲۵)** انہیں مدون اول کہا جاتا ہے

۲۔ **سیدنا عمرو بن دینار مکیؒ۔** (مکہ مکرمہ میں)

۳۔ **امام قتادہ بصریؒ۔** ٤. **علامہ یحیٰی بن کثیر بصریؒ**

۵. **امام ابو اسحاق کوفیؒ۔** ٦. **سیدنا سلیمان اعمش کوفیؒ**

مرحلہ اولیٰ (۱) اور مرحلہ ثانیہ (۲) میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلے (۱) مرحلہ میں کتابت حدیثؐ صرف اور صرف ضبط و حفاظت کے پیش نظر، جب کہ دوسرے (۲) مرحلہ میں کتابت بصورت تصنیف کی گئی۔

iii. **مرحلہ ثالثہ: ترتیب و تبویبِ احادیث کا دور:-** یہ مرحلہ دوسری (۲) صدی کے وسط سے شروع ہوکر دوسری (۲) صدی کے اختتام تک جا پہنچتا ہے۔ اس مرحلہ میں ترتیب وتبویبِ احادیث کا عمل شروع ہوا اور اس دور میں تقریباً بیس (۲۰) سے زیادہ کتب حدیث لکھی گئیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

۱۔ **کتاب الآثار للأمام الاعظمؒ:-** یہ امام اعظمؒ ابوحنیفہ متوفی 150ھ کی تصنیف لطیف ہے امام صاحبؒ نے چالیس (۴۰) ہزار احادیث سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا۔ اور اس میں سیدنا ابوبکرؒ بن حزم کی بہت سی روایات موجود ہیں۔ معروف مؤرخ علامہ ابن نصیر فرماتے ہیں **سمعت ابا حنیفۃؒ یقول عندی صنادیق من الاحادیث و انتخب ابو حنیفۃؒ کتاب الآثار من اربعین الف حدیث.** یہ وہ پہلی تصنیف ہے جس میں احادیث وروایات کو فقہی ترتیب سے مدون ومزین کیا گیا ہے۔ حضرات محدثین کی روایت کے مطابق حضرت امام اعظمؒ سے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سادات محدثینؒ وفقہاءؒ نے **کتاب الآثار** کا سماع کیا ہے۔

۲۔ **السنن للامام ابن جریج :-** علامہ عبدالملکؒ ابن جریج (م ۱۵۰) نے مکہ مکرمہ میں اسے بصورۃ کتاب جمع فرمایا۔ اسے **سنن ابو الولیدؒ** کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

۳۔ **الموطا للامام مالکؒ**:۔ یہ امام دارالہجرۃ کی علمی کاوشوں کا مجموعہ ہے۔اور یہ کتاب اپنے زمانہ میں اصح الکتب بعد کتاب الله کے لقب سے معروف ہوئی۔ہزاروں محدثینؒ نے آپ کے سامنے موطا شریف کو درساً پڑھا اور آپ سے لکھنے کی اجازت لی۔ سیدنا امام مالکؒ نے سیدنا امام اعظمؒ کی کتاب الآثار سے بہت حد تک استفادہ کیا۔ جیسا کہ امام مالک اور حضرات محدثینؒ کے تحقیقی اقوال سے ظاہر ہے۔

۴۔ **الجامع للامام سفیانؒ الثوری**:۔ امیر المومنین فی الحدیث سیدنا سفیان ثوری کوفی (متوفی ۱۶۱) کی تالیف ہے۔اس کتاب سے بعد میں آنے والے سادات محدثینؒ نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ **جامع سیدنا معمر بن راشد السیفیؒ (م ۱۵٤)** یمن میں۔

السنن للامام سعید بن ابی عروبه (م ۱۵٦) **السنن للامام وکیعؒ بن جراح**۔

کتاب الذھد للامام عبداللهؒ بن المبارک الخراسانی (م ۱۸۱)۔

السنن للامام عبدالرحمان الاوزاعی الشامیؒ (م ۱۵۷)

الجامع للامام ربیع بن صبیح البصریؒ (م ۱٦۰)

مصنف لیثؒ بن سعدالمصری (متوفی ۱۷۵)

مصنف سفیان بن عیینهؒ الکوفی .(متوفی ۱۹۸)

مصنف جریربن عبدالحمید (م ۱۸۸)

مصنف للامام حماد بن سلمهؒ البصری (م ۱٦۷)۔

مصنف سعد بن ابی عروۃؒ۔ **مسند للامام الشافعیؒ (م٤٠٢)**۔ وغیرھا

اسی دور میں مدوّن کی گئیں۔ ان تمام سادات مولفین کو مدونین اول کہا اور لکھا گیا ہے۔ اس دور کی مؤلفہ کتب، مرفوع وموقوف اور صحیح وحسن وضعیف کی قید سے معرا تھیں۔

---

iv. **مرحلہ رابعہ تدوین حدیث کا زمانہ عروج**:۔ یہ دور تیسری (۳) صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔اور تقریباً اس صدی کے آخر تک جا پہنچتا ہے۔ اس دور میں مرفوع احادیث کو موقوف روایات سے

اور صحیح روایات کو ضعیف احادیث سے علیحدہ کیا گیا۔ خدمت احادیث وسنت کے اعتبار سے یہ ایک (۱) شاندار دور ہے۔ اس میں تدوین حدیث کا کام اپنے شباب کو پہنچا۔ اسماء الرجال کے علم کی بنیاد رکھی گئی۔ سادات محدثینؒ کے اصطلاحات کی رو سے کتب حدیث کی بیس (۲۰) سے زیادہ قسمیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی دور میں صحاح ستہ تالیف ہوئیں جو من وعن سادات محدثینؒ وفقہاءؒ کے وسائط سے ہم میں موجود ہیں اور آج تک علوم نبوت ﷺ و رسالت ﷺ کے یہ اساسی مصادر تشنگان علم و ہدایت کو سیراب کر رہے ہیں۔

اس زمانہ کی معروف کتابیں درج ذیل ہیں :

۱۔ صحیح بخاریؒ متوفی 256ھ
۲۔ صحیح مسلمؒ (م 261ھ)
۳۔ سنن ابی داؤدؒ متوفی 275ھ
٤۔ جامع ترمذیؒ (م 279ھ)
۵۔ سنن نسائیؒ متوفی 303ھ
٦۔ سنن ابن ماجہؒ (م 273ھ)
۷۔ مسند ابن حنبل (م 241ھ)
۸۔ مسند اسحاق بن راھویہؒ
۹۔ مسندابن حمیدؒ (م 249ھ)
۱۰۔ مسند الدارمیؒ (م 255ھ)
۱۱۔ مسندکبیر قرطبی متوفی 271ھ
۱۲۔ مسندابی یعلیؒ (م 307ھ)
۱۳۔ تھذیب الاثار امام محمد طبریؒ
۱٤۔ مسند ابی داؤد الطیالسیؒ
۱۵۔ مصنف عبدالرزاقؒ
۱٦۔ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہؒ
۱۷۔ معاجم طبرانیؒ
۱۸۔ مسند بزازؒ
۱۹۔ مسند ابی یعلیؒ
۲۰۔ سنن کبری بیھقیؒ
۲۱۔ سنن دارقطنیؒ
۲۲۔ معانی الاثار للطحاویؒ
۲۳۔ مسندعبیداللہ عبسی ۲۱۳ھ
۲٤۔ مسندنعیم خزاعی (م 228ھ)
۲۵۔ مسند عثمان بن ابی شیبہؒ متوفی 239ھ

۷۔ **مرحلہ خامسہ :-** چوتھی (۴) صدی کے اوائل میں حضرات محدثینؒ کے شب وروز مساعی جمیلہ کے پیش نظر صحاح ستہ جیسی کتابیں منظر عام پر آ چکی تھیں اور مشرق ومغرب ان کتب کے انوار سے منور ہو چکے تھے۔ اسکے بعد محدثین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جنھوں نے سابقہ کتب احادیث پر استخراج اور استدارک لکھنے شروع کئے اور ایسی احادیث کو جمع کرنے لگے جو صحیحین کے معیار پر پوری اترتی تھیں۔ چند مشہور کتب حسب ذیل ہیں :

۱۔ صحیح ابن حبانؒ
۲۔ صحیح ابن خزیمہؒ
۳۔ مستدرک حاکمؒ
۴۔ مستخرج امام قزوینیؒ
۵۔ مستخرج امام اسماعیلیؒ
۶۔ مستخرج ابی نعیمؒ
۷۔ مستخرج ابی عوانہؒ وغیرھا

۲۔ عہد رسالت میں تحریر شدہ صحیفے :-

i **الصحیفہ الصادقۃ** :- سیدنا عبداللہ بن عمرؓو بن العاص کی جملہ روایات اس صحیفہ میں موجود تھیں۔ عہدِ رسالت ﷺ میں یہ سب سے ضخیم صحیفہ تھا اور یہ صحیفہ حضورانور ﷺ کی خصوصی اجازت سے مرتب کیا گیا تھا۔ عمومی محدثین کا خیال ہے کہ یہ نام خود آنحضرت ﷺ کا تجویز کردہ ہے۔ اس صحیفہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں : ان عبد اللہ بن عمروؓ کان یکتب و لا اکتب (صحیح بخاریؒ)۔ کتب احادیث میں جہاں عن عمروؓ بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدّہ کی سند آئے وہاں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ حدیث، صحیفۂ صادقہ سے منقول ہے۔

ii **صحیفہ سیدنا علیؓ** :- حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں : قلت لعلیؓ ھل عندکم کتاب قال لا الا کتاب اللہ او ما فی ھذہ الصحیفہ۔ اس صحیفہ میں دیت، قصاص، زکواۃ کے متعلق احادیث درج تھیں۔

iii **صحیفہ عمروؓ بن حزم** :- سیدنا عمرؓو بن حزم کو یمن کی طرف بطور عامل بھیجتے وقت حضور اکرم ﷺ نے ایک (۱) مفصل تحریری ھدایت نامہ ان کے حوالہ فرمایا۔ جس میں صدقات، زکوٰۃ، عشر، طہارت، صلوٰۃ اور فرائض (علم میراث) وغیرہ کے احکام درج تھے۔ سنن ابوداؤدؒ وغیرہ میں اس صحیفہ کے کچھ اقتباسات موجود ہیں۔

iv **کتاب الصدقۃ** :- حضور اکرم ﷺ نے اپنے آخری دور میں مختلف علاقوں کے گورنروں کیلئے ایک مجموعہ احادیث تیار فرمایا۔ جس میں زکوٰۃ، صدقات اور عشر وغیرہ کے احکام درج تھے۔ اس مجموعہ کو بھیجنے سے قبل آپ ﷺ دارِفانی سے وصال فرما گئے۔ بعد میں یہ مجموعہ خلیفۂ اولؓ اور خلیفۂ ثانیؓ سے منتقل ہوتا ہوا سیدنا سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے امام زہریؒ اور دوسرے محدثین کو سبقاً نقل کروا دیا۔ اس صحیفہ کے متعلق سیدنا سالمؒ فرماتے ہیں : ان رسول اللہ ﷺ کتب کتاب الصدقۃ فلم یخرجہ الی عمالہ حتی قبض (رواہ الترمذیؒ)

v **صحف سیدنا انس بن مالکؓ** :- مستدرکِ حاکم اور خطیب بغدادیؒ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے

کہ سیدنا انسؓ بن مالک کے پاس احادیث کے کئی مجموعے تھے۔ کیونکہ سیدنا انسؓ بن مالک خود بھی لکھا کرتے تھے اور اپنی اولاد و تلامذہ کو بھی لکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے (سنن دارمیؒ)۔ حضرت سعیدؒ بن ھلال فرماتے ہیں قال انسؓ بن مالک هذه سمعتها من النبی ﷺ فکتبتها و عرفتها (مستدرک حاکم)۔ ان کے علاوہ سیدنا ابن مسعودؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا جابرؓ، سیدنا سمرة بن جندبؓ، سیدنا ابوھریرہؓ کے صحف کا بھی کتب احادیث میں ثبوت ملتا ہے۔ جن میں مسائل فقھیہ اور احادیث نبویہ ﷺ بکثرت مذکور تھے۔

جن حضرات صحابہؓ سے ایک ہزار یا ایک ہزار سے اوپر احادیث مروی ہوں انہیں " مکثرین فی الحدیث" کہا جاتا ہے

٤۔ تعداد روایات مکثرین صحابہؓ:- ۱۔ سیدنا ابو ھریرہؓ ۵۳۷٤

فقہ اسلامی میں جن تین ہزار احادیث پر احکام و مسائل کا مدار ہے ان میں سے پندرہ سو احادیث آپؓ سے مروی ہیں

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ ۲٦٦۰ — ۳۔ سیدة عائشہؓ ۲۲۱۰

٤۔ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص ۱٦۳۰ — ۵۔ سیدنا جابرؓ ۱۵٤۰

٦۔ سیدنا انسؓ بن مالک ۱۲۸٦ — ۷۔ ابو سعیدؓ خدری ۱۱۷۰

۸۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ۷۰۰ — ۹۔ عبداللہؓ بن مسعود ۸٤۸

۱۰۔ سیدنا علیؓ ۵۸٦ — ۱۱۔ سیدنا عمرؓ ۵۳۹

۱۲۔ سیدہ ام سلمةؓ ۳۷۸ — ۱۳۔ ابو موسیٰ اشعریؓ ۳٦۰

۱٤۔ سیدنا براءؓ بن عازب ۳۰۵ — ۱۵۔ سیدنا ابو ذرؓ ۲۸۱

۱٦۔ سیدنا سعدؓ بن ابی وقاص ٤۱۵ — ۱۷۔ سہلؓ بن سعد ۱۸۸

۱۸۔ سیدنا عبادہؓ بن صامت ۱۸۱ — ۱۹۔ سیدنا ابو درداءؓ ۱۸۹

۲۰۔ سیدنا ابو قتادہؓ ۱۷۰ — ۲۱۔ سیدنا ابیؓ بن کعب ۱٦٤

۲۲۔ سیدنا بریدہؓ بن حصیب ۱٦۱ — ۲۳۔ سیدنا معاذؓ بن جبل ۱۵۷

۲٤۔ سیدنا ابو ایوبؓ انصاریؓ ۱۵۰ — ۲۵۔ سیدنا عثمانؓ ۱٤٦

۲٦۔ سیدنا جابر بن سمرہؓ ۱٤٦ — ۲۷۔ سیدنا مغیرہؓ ۱۳٦

۲۸۔ سیدنا ابوبکرہؓ ۱۳۰ — ۲۹۔ عمرانؓ بن حصین ۱۳۰

۳۰۔ سیدنا ثوبان مولی رسول اللہ ۱٤۷ — ۳۱۔ سیدنا معاویہؓ ۱۳۰

۳۲۔ سیدنا اسامہؓ ۱۲۸
۳۳۔ سمرہؓ بن جندب ۱۲۳
۳۴۔ سیدنا ابو مسعودؓ ۱۰۲
۳۵۔ سیدنا جریرؓ ۱۰۰
۳۶۔ سیدنا زیدؓ بن ثابت ۹۲
۳۷۔ سیدنا ابو طلحہؓ ۹۲
۳۸۔ سیدنا زیدؓ بن ارقم ۹۰
۳۹۔ سیدنا سلمانؓ فارسی ۶۴
۴۰۔ سیدہ حفصہؓ ۶۰
۴۱۔ سیدہ میمونہؓ ۴۶
۴۲۔ سیدہ ام ہانیؓ ۴۶
۴۳۔ سیدنا بلالؓ ۴۴
۴۴۔ سیدنا زبیرؓ بن العوام ۳۸
۴۵۔ عبداللہؓ بن سلام ۵۰
۴۶۔ سیدنا خالدؓ بن ولید ۱۸۔

۵۔ **منع کتابت کی روایت پر مفصل گفتگو** :- منکرین حدیث، سیدنا ابو سعید خدریؓ کی حدیث لاتکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه سے استدلال یوں کرتے ہیں کہ تین (۳) صدیوں تک اس منع کے سبب احادیث کی کتابت نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کتابت کا اہتمام فرمایا تھا۔ لھذا احادیث حجت نہیں۔

i. **عدم کتابت عدم حجت کی دلیل نہیں** :- منکرین حدیث کا یہ شبہ کہ "چونکہ حضور اکرم ﷺ نے عدم کتابت کا حکم دیا ہے تو حدیث حجت نہیں" بالکل باطل ہے کیونکہ شرعاً کسی منقولی چیز کے حجت بننے کے لئے اس کی کتابت ضروری نہیں بلکہ اس کا محفوظ ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ صدور میں محفوظ ہو یا سطور میں۔ جبکہ اس کا ناقل ثقہ و عادل ہو۔ اس دعویٰ کی تائید قیاس و نظر کے ساتھ ساتھ اس آیت باری سے بھی ہوتی ہے ایتونی بکتاب من قبل ھذا أو أثرة من علم ان کنتم صادقین ۔ آپ ﷺ کفار سے اُن کے اس شرک کے ثبوت پر یا تو کوئی لکھی ہوئی دلیل یا زبانی مضمون پیش کرنے کو کہیں۔ اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ حکمت و دانش کے ہاں جس طرح مکتوب چیز حجت ہے اسی طرح زبانی نقل کردہ چیز بھی۔ یہ حقیقت تفصیلاً بیان ہو چکی ہے کہ حضراتِ صحابہؓ و تابعینؒ اپنے محبوب ﷺ کے اقوال و افعال کے حفظ و ضبط میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔

ii. **تبیین حدیث حجیت پر دال ہے** : منکرین حدیث کی طرف سے پیش کردہ حدیث مبارک میں جہاں عدم کتابت کا حکم ہے وہاں تحدیث کا حکم موجود ہے۔ کہ حدثوا عنی ولا حرج ۔ معلوم ہوا کہ منع کتابت کا مقصود ہرگز یہ نہیں کہ احادیث قابل اعتبار نہیں۔ اگر یہ مقصود ہوتا تو آپ بیان حدیث سے بھی منع فرما دیتے۔ بلکہ آپ

نے اپنے عظیم الشان خطبۂ حجۃ الوداع میں اپنے جانثاروں کو حکم دیا فلیبلغ الشاھد الغائب۔
آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر ناقلین حدیث کی ان کلمات سے تحسین فرمائی نضّر الله امرأ سمع مقالتی فوعاھا و اداھا کما سمعھا ۔ معلوم ہوا کہ منع کتابت کا مقصد صرف اختلاط بالقرآن سے احتراز تھا۔ نہ کہ احادیث پاک کا نا قابل اعتبار ہونا۔ اور یہ بھی صرف ابتدائی دور میں تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چند شواہد درج ذیل ہیں :

۱۔ عن ابی ھریرۃؓ فقال رسول الله ﷺ استعن بیمینک و اومأ بیده لخط ۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث مبارک پر باب ماجاء فی الرخصۃ فیه (کاباب) قائم فرمایا ہے۔

۲۔ عن عبدالله بن عمرو قال قلت یا رسول الله ﷺ افلا نکتبھا قال ﷺ بلی اکتبھا (رواہ احمد)

۳۔ عن ابی ھریرۃؓ قال جاء رجل من اھل الیمن فقال ﷺ اکتبوا لابی شاہؓ (رواہ البخاریؒ والترمذی)

۴۔ عن رافعؓ بن خدیج قال قال لی رسول الله ﷺ اکتبوھا و لاحرج۔ (سنن ابی داود)

۳۔ **منع کتابت احادیث مع القرآن** :- علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ احادیث کی کتابت کسی زمانہ اور صورت میں بھی ممنوع نہ تھی۔ بلکہ ممانعت کتابت صرف اس صورت کے ساتھ خاص تھی۔ جب قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ تفسیری احادیث کو لکھ دیا جائے۔ اس کی تائید سیدنا فاروق اعظمؓ کے فرمان کان قوماً کتبوا کتبا و ترکوا کتاب الله و انی لاالبس کتاب الله بشئی ابداً ۔ سے صراحتاً ہو رہی ہے۔ کہ آپؓ ایسی تدوین حدیث کے حق میں نہیں جس میں قرآن وحدیث کا التباس واختلاط لازم آئے۔ اور قرآن واحادیث کو معاً جمع کر دیا جائے۔ جس کی جانب انی لاالبس کتاب الله بشئی کا جملہ وضاحت سے ہم سب کی رہنمائی کر رہا ہے۔

حجیتِ حدیث

۱. منکرین حدیث کا مختصر تعارف :- جملہ علماء اسلام ، تمامی فقہاء امت مسلمہ اور جمہور امت محمدیہ کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ ''قرآن مجید کی طرح احادیث نبویہ بھی حجت ہونے کے ساتھ ساتھ اساس دین، مدار اسلام اور ماخذ احکام ہیں''۔ نیز علم حدیث کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ قرونِ اولیٰ میں سب فرقِ اسلامیہ، احادیث مقدسہ کو حجت، اس پر عمل کرنے کو واجب اور سنت مطہرہ کو دوسرا (۲) اہم ماخذ دین سمجھتے تھے۔ سب سے پہلے بعض معتزلہ اور خوارج نے حجیت حدیث کا انکار کیا۔ علماء و محققین امت نے مدلل جوابات دیئے۔ کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں (۱) امام بخاری کی کتاب الاعتصام (۲) امام شافعیؒ کی کتاب الاثار المرسلہ (۳) علامہ سیوطی کی کتاب مفتاح الجنۃ قابل مطالعہ ہیں۔ ان حضرات کے علمی تبحر اور مخلصانہ کاوشوں کی وجہ سے یہ باطل فرقہ دب گیا اور یہ فتنہ خبیثہ (انکار حجیت حدیث مبارک) ہمیشہ کیلئے اپنی موت آپ مرگیا۔ انیسویں (۱۹) صدی کے آخر میں جب برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ انگریز کا غاصبانہ دور شروع ہوا تو اس گمراہ فرقے نے دوبارہ سر اٹھایا آج کل یہ فرقہ **منکرین حدیث** اور پرویزیت کے نام سے معروف ہے

۲. منکرین حدیث کا تذکرہ و تعاقب :- اس فتنے کے بانیوں میں مندرجہ ذیل نام ہمیں نظر آتے ہیں۔ i. عبداللہ چکڑالوی یہ لاہور کی ایک مسجد کا امام تھا۔ مسلک غیر مقلدیت کا پابند۔ حضرات ائمہ اربعہ اور حضرات فقہاء کی شان میں ناشائستہ کلمات اور سب و شتم روا رکھتا تھا۔ بعد میں اپنی کم علمی، بدفہمی، جیالا پن اور غیر مقلدیت کے سبب حجیت حدیث کا منکر ہو گیا۔ ii. غیر مقلد عالم مولوی چراغ علی۔ یہ چکڑالوی صاحب کا مؤید بنا اور یہ دونوں اہل تجدد اور اہل قرآن کے نام سے موسوم ہونے لگے۔ مولوی اسلم جیراج پوری ہندوستان میں اور غلام احمد پرویز (یہ بھی اپنے پیشواؤں کی طرح غیر مقلد ہی تھے) پاکستان میں انہی کی معنوی اولاد بنکر رہے

بحر العلوم علامہ محمد زاہد کوثریؒ ترکی فرماتے ہیں العجب ان الاکثر من منکری الحدیث کانوا غیر مقلدین و بعض منھم صاروا رافضیین و بعض منھم صاروا قادیانیین کنور الدین النائب الاول لمرزا القادیانی

الملعون وغیرہ لان عدم التقلید ھو الامذھبیۃ و الامذھبیہ ھی قنطرۃ الالحاد۔ اس حقیقت کی تائید علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ نواب صدیق حسن خانؒ سے بھی منقول ہے۔ احقر کی تحقیق کے مطابق نواب صدیق حسن خانؒ کے گیارہ (۱۱) غیر مقلد ملا رفقاء کار غیر مقلدیت کے جوش و ولولہ میں نواب صاحب کو چھوڑ کر مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کے مرید جا بنے۔ جس پر نواب صاحب نے غیر مقلدیت کے فتنہ پر قلم اٹھایا اور مضامین لکھے۔

۲۔ **حجیّت حدیث پر نصوص قطعیہ**:- ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا۔

اس آیت میں ما اتاکم عام ہے وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے نیز اس میں صیغۂ امر وجوب اطاعت پر دال ہے

۲۔ **ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**۔ اس آیت پاک میں اللہ کی محبت کیلئے اتباع رسول کو ضروری قرار دیا گیا ہے

۳،۵۔ **قل اطیعوا اللہ و الرسول ' اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ' یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و رسولہ**۔ ان تین (۳) آیات سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے "کہ اطاعت باری کی طرح اطاعت نبوت ﷺ بھی واجب و لازم ہے۔ اس سے انحراف کفر و گمراہی ہے"۔ اگر حضور اکرم ﷺ کا قول و فعل قابل حجت نہیں تو پھر اطاعت رسول ﷺ کے کیا معنی ہیں ؟ ۔ نیز نبوت ﷺ مطلقاً مطاع ہے۔ خواہ وحی متلو ہو یا غیر متلو

۶۔ **و ان تطیعوہ تھتدوا**۔ اس آیت میں آپ ﷺ کی اطاعت کو وجہ ھدایت قرار دیا گیا ہے۔

۷۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ**۔

ان دو (۲) آیات میں صراحت ہے کہ نبوتؐ مطلقاً واجب الاطاعت ہے اور یہ اطاعت بعینہٖ اطاعت اللہ ہے۔

۸۔ **وما کان لمومن و لا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ**۔ اس آیت میں حضور انور ﷺ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قضاء و حکم کو ایک درجہ دیا گیا ہے۔ نیز قضی اللہ میں وحی متلو اور ورسولہ میں وحی غیر متلو کی طرف اشارہ ہے۔ ۹۔ **فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ** : اس آیت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت دنیا میں موجب فتنہ اور آخرت میں موجب عذاب الیم ہے۔

۱۰۔ **و ما ینطق عن الھویٰ** : نطق سے احادیث مراد ہیں۔ کیونکہ آیات کیلئے تلاوت کا کلمہ مستعمل ہے۔ جیسا کہ واذا تتلیٰ علیھم ایاتنا ، ما تلوتہ علیکم ، و اذا تلیت علیھم آیاتہ ۔

۱۱۔ **فلا وربک لایومنون حتی یحکموک** : اس آیت میں واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ نہ صرف واجب التسلیم ہے بلکہ مدار ایمان ہے۔

۱۲۔ **الی ما انزل الله والی الرسول** : یہاں الی الرسول کا عطف الی ما انزل اللہ پر ہے جو مغایرۃ کا مقتضی ہے کہ ما انزل الی الرسول سے احادیث مراد ہیں۔

٤۔ **وحی غیر متلو کا ثبوت آیات سے** :۔ مندرجہ ذیل آیات سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ وحی غیر متلو ایک مستقل قسم ہے جو وحی متلو کی طرح آیات قرآنیہ سے ثابت بھی ہے اور شرعاً ماخذ و حجت و معتبر بھی۔

i **تحویل قبلہ**:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے و ما جعلنا القبلة التی کنت علیھا .آیت مذکورہ میں القبلۃ سے بیت المقدس مراد ہے۔ اور جعلنا میں رب ارض وسماء نے بیت المقدس کی طرف حکم استقبال کی نسبت اپنی جانب کی ہے حالانکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں یقیناً بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا وحی غیر متلو کے ذریعے تھا۔ گویا وحی متلو کی طرح وحی غیر متلو بھی من جانب اللہ ہوا کرتی ہے۔ اور اس پر عمل ضروری ہوتا ہے۔

ii **لیالی رمضان میں جماع** :۔ قرآن کریم میں ہے :علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم ۔ اس آیت نے رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کرنے کو حرمت و خیانت سے تعبیر کیا ہے بالاتفاق یہ حرمت وحی غیر متلو ہی سے تھی کیونکہ قرآن مجید میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

iii **قصہ سیدۃ عائشہؓ و حفصہؓ** :۔ واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے تاکید اخفاء کے باوجود سیدۃ حفصہؓ نے سیدہ عائشہ کو راز کی بات بتا دی۔ رب ذوالجلال نے اس افشاءِ راز کی اطلاع اپنے محبوب کریم ﷺ کو دی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں۔ لامحالہ وحی غیر متلو کے ذریعے رب علیم و خبیر نے یہ خبر اپنے نبی خاتم ﷺ کو دی تھی۔

iv **نزول ملائکہ بموقعہ بدر** :۔ آیت قرآنیہ ہے لقد نصر کم الله ببدرٍ و انتم اذلة یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی جس میں غزوۂ بدر میں نزول ملائکہ کی پیشین گوئی کا تذکرہ ہے، حالانکہ قرآنِ مجید کے تیس (۳۰) پاروں میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ انزالِ ملائکہ کا وعدہ یقیناً وحی غیر متلو سے تھا۔

v **خیبر میں منافقین کی عدم شمولیت** :۔ قول باری جل وعلا ہے سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم ۔ اس آیت طویلہ میں تصریح ہے کہ غزوۂ خیبر میں منافقین کو شمولیت کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ رب کائنات نے پہلے ہی سے کرلیا تھا۔ جب کہ یہ فیصلہ ہمیں پورے قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ یہ

فیصلہ بھی وحی غیر متلو (فرامین رسالت ﷺ) ہی سے ہوا تھا۔

vi **احکام حج** :- قرآنی حکم ہے : و اذکروہ کما ھداکم ۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ احکام حج کو بیان کردہ اوامر کے مطابق ادا کیا جائے۔ حالانکہ قرآن کریم میں احکام حج کی تفصیل مذکور نہیں تو بلا ریب کلمہ **ما** میں ان فرامین نبوت ﷺ کی طرف اشارہ ہے جن میں احکام حج کی پوری تفصیل بیان ہوئی

vii **وعدۂ الٰہی بموقعہ بدر** :- قرآن مجید میں ہے واذ یعدکم الله احدی الطائفتین ۔ اس آیت میں جس وعدہ کا تذکرہ ہے وہ وعدہ تمیس پاروں میں کہیں مذکور نہیں۔ بلاتردد یہ وعدہ وحی غیر متلو کے ذریعے سے ہوا ہے۔

viii **قطع اشجار یہود** :- ارشاد باری تعالیٰ ہے ما قطعتم من لینۃٍ او ترکتموھا قائمۃً علی اصولھا فباذن الله ۔ آیت مذکورہ میں قطع شجرۃ اور ترک شجرۃ کے حکم کی نسبت رب ارض وسماء نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی کسی بھی آیت میں یہ حکم مذکور نہیں لامحالہ رب کائنات نے اذنِ نبوت کو اپنے اذن سے تعبیر کیا ہے

ix **عطف ارسال رسول علی الوحی** :- قرآن کریم میں ہے : ما کان لبشرٍ ان یکلمہ الله الا وحیاً او من وراء حجابٍ او یرسل رسولاً ۔ اس آیت میں ارسالِ رسول کا وحی پر عطف کیا گیا ہے۔ اور عطف مغایرۃ کا تقاضا کرتا ہے۔ گویا بغیر ارسال رسول کے بھی وحی ہوتی ہے جو یقیناً وحی غیر متلو ہے۔

5. **منکرین حدیث کی ملحدانہ لغویات** : i. **تبلیغ قرآن** :- آپ ﷺ کا کام صرف اور صرف کتاب اللہ کو پہنچانا تھا۔ قرآن مجید میں ہے وما علینا الا البلاغ المبین . و ما علی الرسول الا البلاغ منکرین کے نزدیک نبی و رسول ﷺ کی حیثیت نعوذ باللہ ایک ڈاکیہ (ہرکارے) کی سی ہے جس کا فریضہ پیغام رسانی ہوتا ہے تشریح و تفسیر نہیں۔ لہذا صرف اطاعت قرآن ضروری ہے اطاعتِ رسول ﷺ نہیں۔

ii **صرف وحی متلو** :- قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ نیز وحی کی صرف ایک (۱) ہی قسم ہے ۔ وحی متلو (قرآن) ۔ وحی غیر متلو (حدیث) کا کوئی وجود نہیں۔

iii **صرف صحابہؓ کیلئے** :- حضور اکرم ﷺ کے فرامین و ارشادات صرف حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھے۔ گویا آپ کے فرامین حضرات صحابہ کیلئے تو حجت تھے۔ امت محمدیہ ﷺ کیلئے نہیں

iv **عدم وثوق ذرائع** :- چونکہ ہمارے زمانے تک احادیث قابلِ اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں۔ اسلئے کوئی اعتبار نہیں

v. **احادیث ظنی ہیں:-** اکثر احادیث خبر واحد ہیں خبر واحد مفید ظن ہے۔ قرآن کی رو سے ظن قابل اعتماد نہیں۔

۶۔ **جامعیت قرآن:-** قرآن مجید ایک (۱) جامع کتاب ہے۔ سنت مقدسہ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سنت مطہرہ کا ماخذ دین ہونا قرآن حمیدہ کی جامعیت کے منافی ہے۔

vii. **منع کتابت:-** حضور اکرم ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد شارع ﷺ ہے : لاتکتبوا عنی غیر القرآن ۔ اگر احادیث مبارکہ شرعاً اساسِ دین ہوتیں۔ تو آپ ﷺ منع فرمانے کی بجائے اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے۔

viii. **روایت بالمعنی:** بہت سی احادیث روایت بالمعنی ہیں لہٰذا احادیث کی صحت کا یقین نہیں

ix. **خلافِ عقل:-** بعض احادیث خلافِ عقل ہیں۔ خلاف عقل حکم قابل قبول نہیں ہوتا۔

سادات علماءؒ و مقتدر محققینؒ نے ان لغویات کے جوابات قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں تفصیلاً دیئے ہیں۔ خلاصہ درج ذیل ہے :

6. **لغویات کا اجمالی رد:-** i. **اعتراض اول کے جوابات:-** یہ اعتراض حجیت حدیث کے دلائل کے ذیل میں تحریر شدہ ہر ایک (۱) آیت سے مردود ہے اور ہر آیت اس اعتراض کے جواب میں مضبوط ترین دلیل ہے ۔ نیز امت محمدیہ کی دو (۲) قسمیں ہیں : ۱۔ امت دعوت یعنی کفار و مشرکین ۔ ۲۔ امت اجابت یعنی اہل اسلام و ایمان ۔ جن آیات میں آپ کا فرض منصبی تبلیغ و دعوت کو قرار دیا گیا ہے وہاں مخاطبین و مامورین صرف کفار ہیں و گرنہ اہل اسلام کیلئے جہاں آپ ﷺ داعی و مبلغ ہیں وہاں آپ ﷺ شارع و مطاع بھی ہیں۔ اور آپ کو رب کائنات نے قرآن مجید میں بے پایاں اوصاف و القاب سے ملقب و موصوف فرمایا ہے جن میں سے چند آمدہ صفحات پر مرقوم ہیں۔ ان آیات میں بلاغ، اکراہ کے مقابلہ میں ہے علینا البلاغ لا الاکراہ

ii. **اعتراض ثانی کے جوابات:-** اس لغو اعتراض کے جوابات ''وحی غیر متلو کا ثبوت آیات سے'' کے ذیل میں مفصل آ چکے ہیں۔ نیز ایک (۱) نہیں۔ تقریباً نو (۹) آیات مقدسہ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے : ''کہ وحی متلو کی طرح وحی غیر متلو شرعاً قابل اعتماد بھی ہے اور لائق حجت بھی''۔

iii. **اعتراض ثالث کے جوابات:-** یہ انتہائی لغو قسم کی ہرزہ سرائی ہے۔ کیونکہ قیاس و نظر کی طرح دلائل نقلیہ کے تناظر میں بھی یہ اعتراض مردود ہے۔ نیز مندرجہ ذیل آیات صراحۃً اس حقیقت پر دال ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کی انسانیت و جملہ مخلوقات کیلئے عام، جامع اور لازم اتباع ہے۔

۱۔ یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا (القرآن)۔

۲۔ و ما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا (الآیة)۔

۳۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا۔

٤۔ و ما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔

ان چار (۴) آیات مقدسہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک آنیوالی انسانیت کیلئے کافی ہے۔ تعجب ہے کہ منکرین حدیث کے ہاں جب قرآن مجید ہی صرف حجت وقابل اتباع ہے۔ تو یہ آیات مقدسہ کیونکر حجت نہ ہوں گی ؟۔

۵۔ ماکان محمدا ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین۔ جب کوئی نیا نبی معلوم نہیں آئے گا۔ تو یقیناً آپ ﷺ کی تعلیمات کاملہ قیامت تک کے انسانوں کیلئے واجب الا تباع ہوں گی۔

٦۔ رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة اگر رسول اکرم ﷺ کے افعال و اقوال ہمارے لئے حجت نہیں۔ تو ہم (انسانیت) پر اتمام حجت کے کیا معنی ؟ جو کہ حاصل بعثت اور مقصود رسالت ہے ان دلائل قرآنیہ کے علاوہ دلائل عقلیہ کی رو سے بھی یہ اعتراض نہایت غیر معقول اور انتہائی احمقانہ ہے۔

IV. **اعتراض رابع کے جوابات** :۔ اس اعتراض کا رد تدوین حدیث کے ذیل میں مفصل گزر چکا ہے۔

V. **اعتراض خامس کے جوابات** :۔ لفظ ظن تین (۳) معانی میں مستعمل ہے :

۱۔ بمعنی تخمینہ اور انکل یعنی جس کی بنیاد کسی دلیل اور مستند قول پر نہ ہو۔ ۲۔ ظن غالب

۳۔ علم یقینی، نظری و استدلالی۔ احادیث کو معنی ثانی (۲) و ثالث (۳) کے اعتبار سے ظنی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص رازیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں : الظن علی اربعة اقسام : محظور و ماموز و مندوب و مباح ۔ کہ سوء ظن، حرام ہے۔ حسن ظن، مامور ہے۔ احادیث میں ظن، مندوب ہے۔

(۲) شرعاً، قانوناً، عرفاً ہر اعتبار سے خبر واحد کو حجت مانا گیا ہے۔ دنیا کا سو فیصد نظام خبر واحد پر چل رہا ہے۔ اگر خبر واحد کی حجیت کو ختم کر دیا جائے۔ تو دنیا کا تمام نظام ایک (۱) سیکنڈ میں تہ و بالا ہو جائے۔

(۳) سابقہ انبیاء خبر واحد پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کے قرآن مجید میں کئی نظائر موجود ہیں۔

(۴) ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ۔ معلوم ہوا کہ فاسق کی خبر واحد معتبر تو ہے البتہ تحقیق ضروری ہے

vi. **اعتراض سادس کے جوابات** :- یہ اعتراض مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں وضو نماز، زکوۃ وغیرہ کا بیان ہے لیکن وضاحت نہیں۔ نیز لکل شئی سے اصول دین مراد ہیں نہ کہ جزئیات وفروعات۔ نیز کئی آیات میں حضور اکرم ﷺ کو شارع اور مبین کے القاب سے نوازا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال حجت ہیں۔ نیز قرآن میں جو اجمال ہے۔ آپ کے اقوال و فرامین اس کی تفسیر ہیں

vii. **اعتراض سابع کے جوابات** :- یہ جوابات تدوین حدیث کے عنوان کے تحت تحریر ہو چکے ہیں

viii. **اعتراض ثامن کے جوابات** :- منکرین حدیث کا یہ دعویٰ کہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں قطعا غلط ہے کیونکہ حدیث حضور اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کے مجموعے کا نام ہے۔ آخری دو (۲) صورتوں میں کلمات نبویہ ہیں ہی نہیں کہ ان پر روایت بالمعنی کا اطلاق کیا جاسکے۔ باقی احادیث قولیہ میں سے اذان، اقامت، ادعیہ ماثورہ، احادیث قدسیہ اور احادیث کلیہ 'بعینہ آپ کے کلمات والفاظ ہی میں مروی ہیں۔ ہاں احادیث قولیہ میں روایت بالمعنی کا وجود ہے لیکن بہت ہی قلیل۔ پھر جو روایات بالمعنی مروی ہیں ان کے راوی حضرات صحابہؓ ہیں جو کہ مزاج شناس نبوت ﷺ بھی تھے۔ عاشق ومحب بھی اور عربی کے الفاظ ومعانی سے بخوبی واقف بھی

ix. **اعتراض تاسع کے جوابات** :- چودہ (۱۴) سو سال میں تشریف لے آنے والے علماء، فقہاء، اہل عقل ودانش اور محققین کے نزدیک کوئی آیت قرآنیہ اور کوئی حدیث صحیح خلاف عقل نہیں بلکہ یہ دونوں عقل ودانش کا مجموعہ اور حکمت ودانائی کے سرچشمہ ہیں۔ آج کے کم فہم اگر اپنی عقل پر احادیث کو پرکھنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی عقل کی کمی کے ساتھ ساتھ قسمت کے خراب ہونے کی علامت بھی ہے جو انہیں نور ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہونے دیتی۔

حضور اکرم ﷺ کے متبعین وعشاق میں عقلاء ومحققین کی ایک غیر معمولی جماعت موجود ہے جن کی نظیر مستقبل میں ممکن نہیں اور زمانہ اب تک ان کی مثال لانے سے عاجز رہا ہے۔ بہرحال صاحب عقل وعلم کیلئے دانائی وحکمت کی ایک بات بھی علم وفکر کا کام دے جاتی ہے لیکن غیر عاقل کم فہم گدھوں کیلئے دانائی کے دفاتر وکتب بھی غیر مفید رہتے ہیں۔

آیت باری ایسے جہلاء کیلئے ہے **مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار** ۔ یہ کم فہم آج کی پیداوار نہیں۔ ایسے ویسے صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔ جو ہمیشہ جاہلانہ شبہات پیدا کر کے امت مسلمہ کی نظر میں راندہ درگاہ اور خس و خاشاک بنتے چلے آئے ہیں۔

7. **قرآن مجید میں اوصاف رسول** :- اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کو مندرجہ ذیل دس (۱۰) اوصاف محمودہ وعظیمہ سے نوازا ہے۔ جن سے آپ ﷺ کے اقوال وافعال اور

سیرت و احادیث کا حجیت و اساس اور منبع دین ہونا صراحۃً متحقق ہوتا ہے۔

۱۔ **واجب الاتباع :** قرآن مجید میں ہے اطیعوا الرسول، من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ وغیرہم

۲۔ **مفسر قرآن :** ارشاد باری ہے : لتبین للناس مانزل الیھم ۔

۳۔ **شارع احکام :** فرمایا : ویحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث (القرآن) ۔

۴۔ **معلم کتاب :** ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ ۔ کلمہ حکمت میں حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے

۵۔ **مربی و مزکی :** ارشار ربانی ہے : یتلو علیکم آیتنا و یزکیکم (الآیہ) ۔

۶۔ **قاضی خصومات :** قرآن مجید میں ہے : حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ۔

۷۔ **نور ھدایت :** ارشاد ربانی ہے : قدجاء کم من اللہ نور ۔

۸۔ **اسوۂ حسنہ :** لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (القرآن)

۹۔ **داعی الی اللہ :** رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے : داعیاً الی اللہ باذنہ ۔

۱۰۔ **سراج منیر :** ایک آیت مقدسہ کا ٹکڑا ہے : و سراجاً منیراً ۔

ان جملہ اوصاف عالیہ کا تقاضہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال حجت ہوں۔

بہر حال ایک (۱) نہیں متعدد آیات سے حدیث وسنت کا حجت ہونا اور وحی غیر متلو کا وجود صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ کی تحقیق میں ایک سو ایک (۱۰۱) آیات حجیت حدیث پر دال ہیں۔ جبکہ علمائے سلف وخلف کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ ایک (۱) آیت کا انکار بھی موجب کفر ہے۔ اب منکرین حدیث خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ وہ چودہ (۱۴) سو سال میں تشریف لے آنے والے : حضرات صحابہؓ، سادات محدثینؒ، ائمہؒ رشد وہدایت، محققین علماءؒ اور محدثینؒ عظام کے فتاویٰ وملفوظات کی روشنی میں امت مسلمہ میں شامل ہوں گے یا ملت کفر کے علمبردار ؟۔

حجیت حدیث قرآنی آیات کے علاوہ سینکڑوں (۱۰۰) صحیح احادیث، ہزاروں آثار صحابہؓ وتابعینؒ امت مسلمہ کے اجماع اور اہل علم ودانش کے ارشادات سے ثابت ہے۔ جب بصیرت وبصارت سے محروم کم علم افراد نور قرآنی سے عقل ودانش کو منور نہیں کر سکے اور ضلال وگمراہی کے راستہ کو انہوں نے اختیار کرلیا۔ ۔ وہاں احادیث مقدسہ و آثار منورہ کی ضیاء ان کے لئے کیسے نور ہدایت کا کام دے سکتی ہے ؟

ہاں صاحب بصیرت شخص کیلئے ایک آیت قرآنیہ ہی کیا ایک حدیث صحیح ہی نور ہدایت کا کام دے جاتی ہے۔

وھو المضل وھو الھادی

یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

و

کتاب الوضوء

مکتبہ دار العلوم

عبیدیہ ○ قدیر آباد ○ ملتان ○ پاکستان

ضمنی فہرست

بَاب لَا تُقبَل صَلٰوة بغَير طهُور

۱۔ حاصل مطالعہ سیدنا امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حدیث الباب پر ایک جیسا باب قائم فرمایا ہے: لاتقبل صَلوةٌ بغیر طُھُورٍ ۔ **نیز** امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ، طہارت اور وضو کے اَبواب میں اس باب کو سب سے پہلے لائے ہیں۔

امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ حدیث الباب کو **باب فرض الوُضُو** کے ضمن میں لائے ہیں۔

۲۔ ترجمہ کوئی نماز بغیر طہارت (وضو **یا** تیمم) کے صحیح نہیں۔ اور نہ ہی کوئی خیرات، دھوکہ و خیانت کے بعد (بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہے) یہ ترجمہ سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کے توسط سے روایت شدہ حدیث الباب کا ہے جسے امام ترمذیؒ اور امام مسلمؒ نے نقل فرمایا ہے۔

...... امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ یہی روایت سیدنا ابو الملیحؒ کے والد حضرت اسامہؓ بن عمیر کی سند سے نقل کرتے ہیں ...... جس کا مفہوم یوں ہے: ''اللہ تعالیٰ کسی نماز کو بغیر طہارت کے اور نہ ہی کسی طرح کی خیرات کو دھوکہ دہی سے قبول کرتے ہیں''۔

......امام بخاریؒ حدیث الباب کو سیدنا ابوھریرہؓ کے طریق سے مرفوعاً لائے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے ''اُس شخص کی نماز قابل قبول نہیں۔ جو بے وضو ہو جائے ...... جب تک کہ دوبارہ وضو نہ کر لے'' ......حضرموت کے ایک شخصؓ (حضرت صحابیؓ) نے سوال کیا! اے ابوھریرہؓ! انسان، بے وضو کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا: بے آواز **یا** باآواز ہوا کے خارج ہونے سے''۔

......امام ابن ماجہؒ یہی روایت (اسی مفہوم میں) سیدنا انسؓ اور ابو بکرہؓ کے واسطے سے بھی نقل کرتے ہیں۔

۳۔ قبول وصحت کے معنیٰ وباھمی نسبت: حضرات محدثینؒ، قبول کے دو معانی بیان فرماتے ہیں ......اور انہیں قبولِ مطلق اور قبولِ کامل کے عنوان سے معنون کرتے ہیں۔

i. قبول مطلق: ایک چیز کا تمامی اَرکان و شرائط کے ساتھ درست ہونا (کونُ الشیءِ مُستجمعاً بجمیع الشرائطِ وَالارکان) اس قبول کی نفی، مطلق شی کی نفی کو لازم ہے ...... اور یہی تعریف لفظِ صحت کی بھی ہے۔

...... گویا صحت اور قبولِ مطلق ایک دوسرے کے ہم معنیٰ ہیں ...... اس کا دوسرا نام قبولِ اجابت بھی ہے۔

حضورِ انور ﷺ کے ارشادِ گرامی لایقبلُ اللہ صلوۃ حائض الا بخمار (دوپٹہ کے بغیر بالغہ عورت کی نماز قطعاً صحیح نہیں ۔ نہ ہی درست اور نہ ہی باعث اجر وثواب ہے) میں **لایقبل** بالاتفاق **لایصح** کے معنی میں ہے لہٰذا قبول (مطلق) اور صحت، مترادف و ہم معنی ہوئے۔

ii **قبول کامل** اسے ''قبولِ اثابت'' بھی کہا جاتا ہے کہ فقہی قواعد کی رو سے عمل درست تو ہے مگر باعث اَجر وثواب نہیں جیسے فرمانِ شارع ﷺ ہے لاتُقبلُ صلاۃُ شارب الخمر (کہ شرابی کی نماز حسبِ ضابطہ درست تو ہے۔ البتہ مقبول اور باعث اَجر وثواب نہیں) اس کی تعریف درج ذیل کلمات میں منقول ہے کونُ الشیٔ واقعافی حیّزِ مرضاۃِ اللّٰہ (کہ نیک عمل، رضائے ایزدی کا سبب ہو)۔

اس معنیٰ کے اِعتبار سے قبول اور صحت میں عموم وخصوص کی نسبت ہے کہ عمل مذکور شرعاً صحیح تو ہے۔ لیکن اُس پر اَجر وثواب نہ ہوگا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِین (الآیۃ) کہ اللہ جل جلالہ کے ہاں غیر متقی کا عمل صحیح تو ہے۔ لیکن رفع درجات اور مکمل اجر وثواب کے حصول کا ذریعہ نہیں

علامہ ابنؒ دقیق العید کے نزدیک لفظِ قبول دونوں معانی میں مشترک ہے جن میں سے پہلا معنیٰ (قبولِ مطلق، جو صحت کے مترادف ہے) حقیقی ہے۔۔۔۔۔ اور دوسرا معنیٰ (قبول کامل) مجازی ہے۔

علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی تحقیق اِس کے برعکس ہے کہ لفظِ قبول' قبولِ کامل کے معنی میں حقیقتاً مستعمل ہے۔۔۔۔۔ اور قبولِ مطلق کے معنی میں مجازاً ہے۔

علامہ موسیٰ خان روحانی کی رائے یہ ہے: کہ قبول، دو کی بجائے تین (۳) اَقسام میں منقسم ہے:

i. قبولِ اَدنیٰ جو صحت کے مترادف ہے۔ ii. قبولِ متوسط' جو قبولِ کامل کے ہم معنیٰ ہے۔

ii. قبولِ اعلیٰ جو استحسان کے معنی میں ہے۔۔۔۔۔ کہ عمل، درست' باعثِ اجر وثواب نیز قابلِ قدر ہے۔

٤۔ قبول کے معنیٰ مع دلائل: جمہور سادات محدثینؒ کے نزدیک، حدیث الباب میں کلمہ **لاتُقبلُ**، **لاتصح** کے ہم معنی ہے۔۔۔۔ کہ بغیر حصولِ طھارت نماز درست ہے۔ اور نہ ہی باعث اجر وثواب۔ ۔۔۔ گویا لفظ قبول سے قبولِ مطلق ہی مراد ہے۔۔۔۔ جس کی تائید درجِ ذیل قرائن ودلائل سے ہوتی ہے:

i. **عطف**: حدیث الباب میں'' لاتُقبلُ صَلٰوۃ '' معطوف علیہ اور ''لاصَدَقَۃ'' معطوف ہے۔۔۔ کلمہ

''واؤ'' حرفِ عطف ہے علم نحو کے ماہرین کے نزدیک، معطوف علیہ اور معطوف کی حیثیت حکم کے اعتبار سے یکساں ہے۔ جب تمام سادات محدثینؒ کے نزدیک، معطوف'' لا صدقة'' میں قبول مطلق یعنی صحت کی نفی ہے۔ تو ''لاتقبل صلوة'' معطوف علیہ میں بھی قبول مطلق وصحت کی نفی ہی ہوگی تاکہ یکسانیت باقی رہے۔

ii. **حديث الباب**: سیدنا امام علیؓ کی حدیث مبارک جسے امام ترمذیؒ (اسی پہلے ہی صفحہ پر باب ماجاء مفتاح الصلوة الطهور کے ضمن میں) اور تمام سادات محدثینؒ نے درج ذیل کلمات سے نقل کیا ہے:

عَنْ عَلِیٍّؓ عنِ النَّبی ﷺ قال مِفتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطَّھُور اس سے بھی اسی حقیقت کی تائید ہوتی ہے۔ کہ حدیث الباب میں قبول مطلق اور صحت کی نفی ہے، نہ کہ قبولِ کامل کی کیونکہ حدیث مذکور میں طہارۃ کو نماز کی مِفتَاح (کلید، چابی) بتلایا گیا ہے۔ یقیناً جو عمل کلیدی حیثیت کا حامل ہو۔ اُس کے بغیر، بعد والا عمل درست نہ ہوگا لہٰذا بغیر طہارت کے نماز، صحیح ہوگی اور نہ ہی مقبول ہوگی۔

iii. یَاایّھا الذین امنُوا اِذا قُمتُم الی الصَّلوٰۃ فاغسِلُوا (سورۃ المائدہ) میں اقامتِ صلوٰۃ اور غسل اَعضاء کو شرط وجزاء کی ترکیب سے بیان کیا گیا ہے۔ معروف ضابطہ ہے اذافاتَ الشَّرطُ فَاتَ المَشرُوط لہٰذا ادائیگی نماز سے قبل اَعضاء کو پاک کرنا ضروری ہے یقیناً ایسی نماز درست نہ ہوگی جو بغیر طہارت کے اَدا کی جائے

iv. ملتِ اِسلامیہ کے تمام سادات فقہاءؒ و محدثینؒ کے نزدیک طہارت (وضو یا تیمم) نماز کیلئے بحیثیت شرط کے ہے۔ اِس اِجماعی اور مسلمہ اُصولِ کے مطابق کسی نوع کی کوئی نماز بغیر طہارت کے درست نہ ہوگی۔

(البتہ نمازِ جنازہ اور سجدہ تلاوت میں بعض حضرات صحابہؓ اور محدثینؒ نے طہارت (وضو یا تیمم) کی شرط عائد نہیں کی۔ اِن دو (۲) عبادات کو بغیر طہارت کے جائز تسلیم کیا ہے۔ **نیز** انہیں نماز ماننے سے بھی اِنکار کیا ہے کہ ''نماز جنازہ مسنون دعاؤں کی مانند صرف ایک دعا ہے'' جب مسنون دعاؤں واَدعیہ ماثورہ کیلئے طہارت، شرط نہیں۔ تو نمازِ جنازہ کیلئے بھی طہارت شرط نہ ہوگی۔ نیز سجدہ تلاوت یقیناً نماز نہیں۔

جبکہ حضرات فقہاءؒ کے ہاں تمام اَرکانِ صلاۃ کیلئے طہارت، بطور شرط کے ہے۔ خواہ صرف رکن، قیام ہو جیسے نمازِ جنازہ **یا** فقط رکن، سجدہ ہو۔ جیسے سجدہ تلاوت **یا** مکمل اَرکان جیسے فرض ونفل نمازیں۔

نیز احادیث مقدسہ میں نمازِ جنازہ پر لفظ صلاۃ کا اِطلاق کیا گیا ہے۔ **جیسے** صَلّی رَسُولُ اللّٰہ ﷺ

الجنازة ، صَلّوا علی صاحِبکم) نیز تمام سادات محدثینؒ نے نماز جنازہ کے مسائل اور احادیث مقدسہ کو کتاب الصلاۃ کے ضمن میں روایت کیا ہے۔ اور ان پر صلاۃ سے مشتق کلمات کے ابواب قائم کیے ہیں)

۷۔ **عبادات محضة** : علامہ عبد العزیز پر ہاڑوی فرماتے ہیں کہ '' عبادات محضہ مقصودہ میں قبول، صحت کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا ہے وہاں دوسرے کسی معنی کو لینا درست نہیں (لان الصحة والقبول متحدان فی العبادات المحضة المقصودة)۔

VI. **نفی الذات فرد کامل** : جب کسی کلام میں نفی ذات **یا** نفی کمال کا احتمال موجود ہو۔ تو نفی ذات کا مفہوم حقیقی ہوا کرتا ہے اور نفی کمال کا مجازی الاصلُ فی النفی اَن یکونَ نفیُه لِلذات اِلا بقرینَة صَارِفة.

۵۔ **فاقد الطهورین کسے کہتے ہیں ؟** : **فاقد الطهورین** وہ شخص ہے جسے حصول طہارت کیلئے پانی میسر ہو اور نہ ہی پاک مٹی ..... مثلاً وہ شخص، جو ایک ایسے مکان میں محبوس ہے جہاں پانی بھی دستیاب نہیں ..... اور اُس کے در و دیوار بھی نجس ہیں ..... یوں یہ شخص، نہ ہی وضو کر سکتا ہے اور نہ ہی تیمم ۔

یا ..... وہ مسافر جو ایسی سواری پر سوار ہے جس میں وضو کیلئے پانی کا ملنا ممکن نہیں ۔ نیز تیمم کیلئے صعیدِ طیّب (پاک مٹی) بھی ناپید ہے ..... جیسے ہوائی جہاز کا مسافر ۔ **یا** ..... ایسا شخص جو پانی اور مٹی کے اِستعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ۔ **یا** ..... اُسے اِن دونوں کے اِستعمال سے روک دیا گیا ہے ..... جیسے آپریشن والا **یا** اَعضاء شکستہ مریض جسے حرکت کرنے کی اِجازت نہ ہو ..... اب یہ شخص وضو اور تیمم کیے بغیر اِس وقت (وقتی) فرض نماز پڑھے یا نہ ؟ ..... اِس میں حضرات فقہاءؒ اور سادات محدثینؒ کی آراء درج ذیل ہیں :

۶۔ **فقہاءؒ ومحدثینؒ کے اقوال** : سیدنا اِمام اعظم اَبوحنیفہؒ، اِمام اَوزاعیؒ اور جمہور فقہاءؒ و محدثینؒ کے نزدیک فی الحال فرض نماز ادا نہ کرے ..... بلکہ اُس وقت کا انتظار کرے جب اُسے وضو **یا** تیمم کیلئے پانی یا پاک مٹی میسر آ جائے ۔ ii. ..... سیدنا اِمام مالکؒ کے ہاں اِن فرض نمازوں کو نہ ہی اب اَدا کرے، نہ ہی بعد میں ..... گویا یہ نمازیں اِس شخص پر نہ ہی اَداءً فرض ہیں ۔ اور نہ ہی قضاءً ۔

iii. ..... امام احمدؒ بن حنبلؒ کے نزدیک بغیر وضو اور تیمم کے اِسی حالت میں نماز ادا کر لے ۔ پانی اور صعید طیب کی فراہمی پر اِن نمازوں کو لوٹانا ضروری نہیں ..... iv. ..... امام شافعیؒ اِس مسئلہ میں کوئی ایک رائے قائم نہیں فرما سکے ۔

آپ سے چار (۴) طرح کے اقوال منقول ہیں زیادہ معروف قول، سیدنا امام اعظمؒ کے فرمان کے موافق ہے۔ **یا**...... یہ کہ ان نمازوں کو اب بھی اَدا کر لے۔اور بعد میں بھی لوٹا لے۔

۷. امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور فقہاءؒ متاخرین کے نزدیک نمازیوں کی طرح اَرکانِ نماز یعنی رکوع اور سجدہ تو ابھی بجالائے لیکن نہ ہی قرآنی آیات کی تلاوت کرے اور نہ ہی اَدائے نماز کی نیت اسے اصطلاحِ فقہ میں **تشبّہ بالمُصلّین** کہتے ہیں جبکہ بعد میں ان فرض نمازوں کی قضاء لازم ہے۔

۷۔ اقوالِ ائمہ کے دلائل : سیدنا امام اعظم ابُوحنیفہ اُن تمام اَحادیث اور دلائل سے اِستدلال کرتے ہیں جو اِس مسئلہ کے عنوان ''حدیث الباب میں قبول کے معنی مع دلائل'' کے ضمن میں تحریر کیے جا چکے ہیں۔

......اِمَام مَالِکؒ حدیث الباب سے یہ اَخذ کرتے ہیں کہ عدم طہارت کے سبب فی الحال نماز ادا نہ کرے......اور بعد میں نماز کی قضاء لازم نہ ہونا...... اِس لئے ہے کہ اَقِیمُوا الصَّلوٰۃ کا حکم، وقت کے ختم ہو جانے کے ساتھ گزر چکا ہے......گزرے ہوئے اَوقات کے نماز کی اَدائیگی اَب لازم نہ ہوگی۔

...... اِمَام شافِعیؒ نے اَحادیث صحیحہ اور دلائلِ شرعیہ کے مفاہیم میں وسعت و جامعیت کے سبب ہر دلیل کو اپنا متدل یوں بنایا کہ چار (۴) اَقوال بیان فرمائے......یعنی جتنے دلائل، اُتنے ہی اَقوال۔

...... امام احمدؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآنی آیات اور اَحادیث مقدسہ میں اِنسان کو اِستطاعت اور صلاحیت کے مطابق مکلّف بنایا گیا ہے، چونکہ باوضو ہونا اِس کے اِستطاعت میں نہیں۔ اِسلئے فی الحال بے وضو، نماز ادا کرلے۔

...... بعد میں نماز کو لوٹانا تکلیف مَالا یُطاق ہے...... اِسلئے اِس شخص پر اِن نمازوں کی قضاء لازم نہ ہوگی۔

...... **نیز** جب عُذر کے وقت اَرکان نماز کی اَدائیگی معاف ہو جاتی ہے۔تو عجز کے لمحات میں، طہارت کی شرط بھی نہیں رہے گی......اور بغیر وضو و تیمم کے نماز درست ہوگی۔

......حضرات صَاحبَینؒ اپنی تائید میں اُن اِجماعی مسائل کو بطور دلیل پیش فرماتے ہیں۔ جو حضرات فقہاءؒ نے اِس اُصول کے تحت مستنبط کیے ہیں کہ ''جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن نہ رہے، تو پھر مجاز قابل عمل ہوگا''...... **جیسے** حج اور عمرہ سے فراغت کیلئے گنجے آدمی کا تَشبّہ بالمُحَلّقِین اختیار کرتے ہوئے اپنے سر پر اُسترا پھروانا جبکہ اُس کے سر پر بال ہی نہیں **نیز** مریض، مسافر، نو مسلم، نیو بالغ اور تازہ پاک ہونے والی عورت، روزہ نہ ہونے

کے باوجود تشبّہ بالصّائمین کرے۔ سر عام کھانے پینے سے باز رہے۔ جبکہ وہ روزہ دار نہیں۔

نیز گونگا شخص قرآن مجید کی تلاوت سے معذور ہے۔ لہٰذا اُسے تشبّہ بالمصلّین کا حکم دیا گیا ہے کہ خاموش رہے **یا** ہونٹوں کو جنبش دیتا رہے۔

۸۔ **امام اعظمؒ کے فرمان کی ترجیحات**: سیدنا امام اعظمؒ ابوحنیفہ کا فرمان جہاں متعدد اَحادیث صحیحہ (جو قبول کے معنی و دلائل کے ضمن میں تحریر شدہ ہیں) سے ثابت ہے۔ وہاں تدبر و فراست کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ شخص ایک غیرِ اختیاری عذر (پانی اور صعید طیب کی عدم دستیابی) کے سبب سکون سے بیٹھا رہے۔ تاوقتیکہ اُسے پانی یا پاک مٹی میسر آئے اور یہ شخص باوضو **یا** باتیمم ہو کر فرض نماز ادا کرے۔

...... حضرت امامؒ کے فرمان کی تائید سیدنا فاروق اعظمؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر کے اُس مشہور واقعہ سے بھی ہوتی ہے

...... جسے امام بخاریؒ اور جملہ سادات فقہاءؒ و محدثینؒ نے باب التیمم کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ

''کہ دورانِ سفر حضرت عمرؓ نے مُحتلم ہو جانے کے سبب فرض نمازوں کو اُس وقت تک اَدا نہ کیا۔ جب تک انہیں پانی دستیاب نہ ہو سکا'' **نیز** چونکہ حضرت عمرؓ اس وقت تیمم جنابت کے مسائل سے واقف نہ تھے۔ اس لئے آپؓ نے نمازوں کی ادائیگی کو موقوف رکھا اختتام سفر پر بارگاہِ نبوت ﷺ میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے جب یہ اپنی کیفیت بیان فرمائی۔ تو حضورِ انور ﷺ نے تیمم جنابت کا طریقہ سکھا دیا اور بس ...... یہ نہ فرمایا:

اے عمرؓ! آپ بغیر وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لیتے (جو امام احمدؒ بن حنبل کا مسلک ہے) ...... **یا** ...... اِن فرض نمازوں کی قضاء نہیں (جو امام مالکؒ کا مذہب ہے) ...... اور نہ ہی آپ ﷺ نے تشبّہ بالمصلّین کا حکم فرمایا (جو حضرات صاحبینؒ کی رائے ہے) ...... بلکہ حضورِ انور ﷺ نے اِن نمازوں کو بہ نیتِ قضاء پڑھنے کا حکم دیا۔

...... (یہی میرے اور آپ سب کے اِمام، سیدنا امام اعظمؒ کا مسلک ہے)۔

...... **نیز** بالاتفاق بے وضو **یا** بے تیمم بارگاہِ ایزدی میں سجدہ حرام ہے۔

۹۔ **لفظ ''ح''**: ایک حدیث مبارک جب دو (۲) **یا** زیادہ اَسناد سے مروی ہو۔ تو حضرات محدثینؒ سند کے درمیان لفظ ''ح'' تحریر فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ ''ح'' اُس محدث کے نام کے آگے لکھا جاتا ہے۔ جس کے متعدد شاگرد اپنے اپنے طرق سے حدیث الباب کو مصنفِ کتاب **یا** اُستادِ حدیث تک پہنچائیں۔

..... اس لفظ '' ح '' کے کیا معنی ہیں ؟ اور یہ کون سے کلمے کا اختصار ہے ؟

..... اس بارے میں حضرات محدثینؒ سے چار (۴) اقوال منقول ہیں :

i. **حائل و حاجز** : حائل اور حاجز کا معنی رکاوٹ اور دیوار کے ہیں جس کا حاصل یہ کہ اس کلمہ کے ذریعے سے سندِ اول کو سندِ ثانی سے جدا کر دیا جاتا ہے ..... اب اس '' ح '' کے پڑھنے یا نہ پڑھنے میں دو (۲) مختلف اقوال مروی ہیں ..... راجح قول میں سندِ حدیث کو پڑھتے ہوئے کلمہ '' ح '' کو نہ پڑھنا بہتر ہے۔

ii. **الحدیث** : کلمہ '' ح '' سے اشارہ '' الحدیث '' کی جانب ہے۔ جس طرح کہ قرآنی آیت **یا** متنِ حدیث کا ابتدائی حصہ نقل کرنے کے بعد '' الأیة **یا** الحدیث '' تحریر کر دیا جاتا ہے ..... جس سے اشارہ اس جانب ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت یا حدیث مبارک، آخر تک تلاوت کی جائے ..... اسی طرح دورانِ سند کلمہ '' ح '' لکھ کر اشارہ اس جانب کر دیا جاتا ہے۔ کہ یہ پہلی سند بھی آخر تک متصل ہے۔ اور دوسری سند بھی ..... یہ قول مغرب، مراکش، تیونس اور الجزائر کے متعدد سادات محدثین کا ہے ..... لہٰذا یہ حضرات سندِ حدیث کو پڑھتے ہوئے '' ح '' کی بجائے '' الحدیث '' کا کلمہ زبان پر لاتے ہیں۔

iii. **صحیح** : یہ لفظ '' ح '' کلمہ '' صحیح '' کا مخفف ہے جس کا مقصد یہ '' کہ دونوں اَسناد صحیح ہیں '' ..... یعنی لفظ '' ح '' سے پہلے والی سند بھی درست ہے ..... اور بعد والی بھی۔

iv. **تحویل و تحوّل** : یہ '' ح '' تحویل اور تحوّل کی علامت ہے یعنی شیخ مذکور کے بعد اب آپ دوبارہ نئی سند کی جانب لوٹ کر جائیں اور شیخ مذکور، پلٹتی ہوئی دونوں اَسناد کا مدار و مرکز ہیں ..... جن پر مصنفِ کتاب کی دونوں اَسناد جمع ہو رہی ہیں ..... اس قول کے تناظر میں تلاوتِ سند کے وقت لفظ '' ح '' کو بالقصر (ح) یا بالمد (حآء) پڑھنا ضروری ہے ..... علامہ کشمیریؒ کی تحقیق میں بالقصر پڑھنا زیادہ موزوں ہے۔

v. ..... بعض محدثینؒ کے نزدیک یہ '' ح '' اصل میں '' خ '' ہے۔ جو '' اسنادِ آخر '' سے مخفف ہے ..... یعنی ایک سند '' ح '' سے پہلے ہے ..... اور دوسری سند '' ح '' کے بعد۔

۱۰۔ اقسامِ تحویل : تحویل کی دو قسمیں ہیں ..... (۱) کثیرُ الوُقوع ..... (۲) قلیلُ الوُقوع۔

i. ..... **کثیرُ الوُقوع، تعدد الطرق فی الاسفل** : مصنفِ کتاب کو ایک حدیث پاک کئی اَساتذہ اور شیوخ

کے توسط و طرق سے ملے اور وہ طرق آگے چل کر کسی ایک ہی راوی پر جمع ہو جائیں اس راوی کو اصطلاح حدیث میں مدارِ اسناد اور مخرج اسناد کہا جاتا ہے اس کی تعریف علماء سے یوں منقول ہے اِجتِمَاعُ الطُّرُق المُتعَدِّدہ مِنَ الأسفل علی رَاوٍ وَاحِدٍ وھذا الرّاوی یُسمّی مَدَاراً او مَخرَجًا جیسا کہ یہاں حدیث مذکور میں حضرت قتیبہؒ اور حضرت ھنّادؒ کی اسناد، سیدنا سماکؒ بن حرب پر جمع ہو رہی ہیں۔

ii ...... **قَلِیلُ الوُقوعِ، تَعَدُّد الطّرق فی الاعلیٰ** : حضرتِ محدّث کو حدیث موصوف ایک ہی طریق سے ملی ہو۔ لیکن آگے چل کر وہ سند کئی طرق اختیار کرلے ...... اس تعریف کے مفہوم کو علماء یوں تعبیر کرتے ہیں اِفتِراقُ الطَّرِیقِ الوَاحِدِ مِنَ الأسفَلِ اِلیٰ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَة یہ قسم، کتب حدیث میں قلیل الوقوع اور شاذ و نادر ہے

۱۱۔ نُحت کی تعریف واقسام: ایک حرف سے مکمل کلام یا کلمے کی طرف اشارہ کرنے کو اصطلاحِ عرب میں نحت کہتے ہیں ..... نُحت کے لُغوی معنیٰ "کھریدنے" کے ہیں...... اس کی تین (۳) قسمیں ہیں :

i ...... **نُحتِ بَابِی** : ایک بڑے جملے کو مخفف کر کے اُس کا باب بنا دینا ...... جیسے حَوقَل ..... کہ اُس شخص نے لاحَولَ وَلا قُوّۃَ اِلا بِاللّٰہ کہا ..... یہ سب اَفعال، سِمَاعِی ہیں۔

ii ...... **نُحتِ خَطّی** : ایک مکمل کلمہ کی بجائے ایک حرف لکھ دیا جائے ..... جیسے "ح" حِینَئِذٍ کیلئے۔

iii ...... **نُحتِ تَلفّظِی** : جو خطًا اور تلفظًا مخفف ہو۔ جیسے یہ "ح" جو حدیث الباب میں مذکور ہے۔

۱۲۔ غلول : (۱) ..... غلول، مصدر ہے ..... غَلَّ یَغُلُّ غَلُوْلاً باب نَصَرَ سے ..... اس کے معنیٰ ..... "خیانت کرنے" کے ہیں ..... اور یہی معنی اَغَلَّ یُغِلُّ اِغْلالاً باب اِفعال کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے : وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغُلّ ..... قَالَ اِبنُ عَبّاسٍؓ وَ مُجَاھِدٌؒ قولہُ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغِل. اَي مَایَنبَغِی لِنَبِیٍّ اَن یَخُونَ. ..... بعض علماءؒ کے ہاں "غلول" اُس خیانۃ کو کہتے ہیں۔ جو مالِ غنیمت میں تقسیم سے قبل کی جائے پھر اس کے معنی میں وسعت ہوئی تو غلول کا اطلاق سَرِقَۃُ الأبل پر ہونے لگا ..... پھر اس میں مزید توسع ہوا تو اس کا اطلاق کُلُّ مَالٍ حَصَلَ بِطَرِیقٍ حَرام پر ہوا۔ ..... اب غلول اور اِغلال، خیانت کرنے کو کہتے ہیں

(۲) بعض محققینؒ کے ہاں غلول کے لغوی معنی سرقۃُ الأبل کے ہیں ..... لیکن اصطلاحِ فقہ میں اس کا اطلاق سرقۃُ مالِ الغنیمۃ پر ہوتا ہے۔ پھر سادات فقہاءؒ نے مزید وسعت کر کے "ہر مالِ خبیث پر" اس کا اطلاق کیا ہے

۱۳۔ الطَّهور : اسے بالضم اور بفتح الطاء، دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے اگر بفتح الطاء پڑھیں تو اس میں دو (۲) احتمال ہیں (۱) یہ مصدر ہے باب نصر اور باب کرم سے۔

(۲) یہ اسم مصدر ہے اور اس سے مراد" وہ پانی ہوتا ہے جس سے طہارت حاصل کی جائے"۔

امام نووی فرماتے ہیں بالفتح اِسم لِمَا يتطهَّرُ به الماء و ما يقومُ مقامَه عند عدمِه .

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ" فعول کا وزن مصطلحات طب میں بسا اوقات اسم آلہ کیلئے بھی آتا ہے۔ جس طرح بَخور، قَطور، سَعُوط وغیرہ تو اس حوالہ سے طَهور کے معنی" اس برتن کے ہوں گے۔ جس میں پاک پانی موجود ہو"۔

اگر بضمّ الطّاء پڑھا جائے تو جمہور کے ہاں یہ مصدر ہے کالوُضوء اور یہ نجاست کی ضد ہے۔

۱٤۔ الباب : امام ترمذی لفظ باب کے بعد جو عنوان باندھتے ہیں۔ اُسے تَرجَمَةُ الباب کہا جاتا ہے۔

گویا باب، دعویٰ کا درجہ رکھتا ہے اور بعد میں آنے والی روایت' اثباتِ دعویٰ پر دلیل کا درجہ ...امام ترمذی عموماً متن حدیث کے ایک جملہ کو تَرجَمَةُ الباب بنا دیتے ہیں.....؛ سلئے حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں : کہ امام ترمذیؒ کے تَرَاجُم، سہل ترین اور امام بخاریؒ کے مغلق ترین ہیں۔ حضراتِ محدثینؒ کا مشہور مقولہ ہے فِقهُ المُحَدّثِ فِي تَرَاجُمِه...... اِس کے علاوہ امام ترمذیؒ کا ایک طریق وَفِي البَابِ عَن فُلان کا بھی ہے جس میں وہ اُن اَحادیث کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ جو تَرجَمَةُ البَاب کے موافق ہوں۔

علامہ **سیوطی** تَدرِيبُ الرَّاوِي میں فرماتے ہیں وَفِي البَابِ عَن فُلان کے تحت جتنی اَحادیث، مذکور ہوتی ہیں وہ تمام تَرجَمَةُ البَاب کی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں..... یوں یہ امام ترمذیؒ کی ایک نرالی خصوصیت ہے.....علامہ ابن حجر عَسقَلانیؒ اور علامہ اِبنِ حَجَر عِرَاقیؒ نے اِس حوالہ سے تفصیلی کتب، تالیف کی ہیں۔

۱۵۔ اصَحّ شئ وأحسن : سادات محدثینؒ کے ہاں امام ترمذیؒ جس حدیث الباب پر اَصَحّ شئ و أحسن کا حکم لگائیں اُس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ حدیث، فی نفسہٖ صحیح ہو۔ بلکہ اُس سے مقصود یہ ہے" کہ حدیث الباب اِس باب میں سب سے اعلیٰ ہے"۔ بسا اوقات جس کے بارے امام ترمذیؒ أصَحّ شی و احسن کا حکم لگاتے ہیں۔ وہ حدیث الباب غیر صحیح اور غیر حسن ہوتی ہے **نیز** امام ترمذیؒ کی یہ عادت

مبارکہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایسی احادیث کی تخریج فرماتے ہیں جنہیں باقی حضرات صحاح تسعہ ذکر نہیں کرتے۔ نہ اس سے اُن کا مقصود ذخیرۂ احادیث کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے اس صورت میں اَحسَنُ شیٔ واصح سے مراد یہ ہوگا کہ ''حدیث الباب اُن تمام احادیث سے اَعلیٰ ہے۔ جنہیں اربابِ صحاح نے تخریج نہیں فرمایا''

۱۶۔ **اساتذۂ صحاح کا اجمالی تعارف**: صحیح بخاری شریف کی حدیث الباب کو جن سادات محدثینؒ نے بحوالہ تعلیم وتعلم نقل کیا ہے ان کی سندی ترتیب بمع اجمالی حالات کچھ یوں ہے:

۱. **اسحقؒ بن ابراهیمؒ الحنظلی**۔ کنیت اَبومحمد۔ آپ ثِقَة حَافِظ مُجتَهِد ہیں۔ امام احمدؒ بن حنبلؒ کے ہم سبق ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے قبل از وفات، حافظہ کی بابت کلام کیا ہے۔ بعمر ۷۲ سال ۲۳۸ھ وصال فرمایا

۲۔ **عبدالرزاقؒ بن همام الحمیریؒ**۔ آپ کی محدثانہ شان ثِقَة حَافِظ مُصنّف ہے۔۔۔۔۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے ۔۔۔ آپ پر بڑھاپے میں ''شیعہ'' بن جانے کا اِلزام ہے۔ فضائل کے باب میں بہت سی روایات میں منفرد ہیں جو عموی محدثینؒ کے ہاں ضعیف ونادرست ہیں ۔۔۔۔۔ امام ابن حبانؒ نے آپ کو ''ثقات'' میں داخل کیا ہے جبکہ بہت سے محدثینؒ نے ''شیعہ و کذاب'' کہا ہے۔ ۲۱۱ھ میں بعمر ۸۵ سال وفات پائی

۳. **معمرؒ بن راشدالازدی البصریؒ**۔ کنیت اَبوعُروَہ ہے۔۔۔۔۔ زیادہ تر یمن میں رہے ۔۔۔۔ ثِقَة ثبت فاضِل آپ کا لقب ہے۔۔۔۔۔ بعض اپنے اساتذہ (امام ثابتؒ، اعمشؒ، ہشامؒ اور جملہ محدثینؒ ملکِ بصرہ) سے احادیث نقل کرنے میں ''ضعیف'' ثابت ہوئے ہیں ۔۔۔۔ بعمر ۵۸ سال، ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

٤. **همامؒ بن مُنبّه الصنعانی الیمانیؒ**۔ کنیت ''اَبُوعتبہ'' ہے۔۔۔۔۔ آپ، معروف تابعی سیدنا وَھبؒ بن مُنبّہ کے بھائی ہیں بالاجماع ''ثقہ'' ہیں ۔۔۔۔۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

۵. **سیّدنا اَبوھُریرہؓ الدّوسی**۔ الصَّحابی الجَلِیل حَافِظُ الصَّحَابَه . متضاد اقوال میں سے نام کے بارے میں تین اَقوال زیادہ مشہور ہیں ۔۔۔۔ (۱) عبدالشمس بن صخر. یہ آپ کا قبل از اِسلام، دورِ جاہلیت کا نام ہے (۲) عبدالرحمٰن بن صخر. یہ مقدس نام بعد از اِسلام حضورِ انور ﷺ نے خود مقرر فرمایا (۳) عبداللّٰه بن عمرو ۔۔۔ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کی تحقیق میں یہی ایک نام، دونوں اَدوار میں رہا۔ آپ کی کُنیت لسانِ رسالت ﷺ نے خود متعین فرمائی جس کی کیفیت خود سیدنا ابوھریرہؓ اِن کلمات سے

بیان کرتے ہیں كُنتُ احمِلُ يوماً هِرّة فِي كُمّي وَ رَانِي رَسولُ اللّٰه ﷺ فقالَ ﷺ مَا هذه فقُلتُ هِرّة فقال ﷺ يا أبا هُرَيرة قبل از اسلام آپ کی کنیت ''ابواسود'' تھی۔

اہل صرف ونحو کے ہاں کلمہ '' اَبُو هُرَيرہ '' غیر منصرف ہے۔

سیدنا ابوھریرہ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقعہ پر اسلام لائے۔ مسلسل چار (۴) سال تک صحبت نبوتؐ سے شب وروز فیض یاب ہوتے رہے...... صُفّہ کی مقدس جماعت کے ہونہار طالب علوم نبوتؐ تھے خود بیان فرماتے ہیں...... ''طالبِ حدیث بننے سے پہلے، میں نہایت کُند ذہن تھا۔۔ بارگاہِ جودوکرم میں کُند ذہنی کی بابت عرض کیا...... آپ ﷺ نے فرمایا: اَبُو هُرَيرہ چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلائی۔ آپ ﷺ نے دوبار بند ہتھیلی کو کھولا...... اور یوں مجھے علم شریعت اور علم تکوین کا حافظ و امام بنادیا (صحیح بخاری وغیرہ)۔

...... آٹھ سو (۸۰۰) سے زیادہ نامور حضراتِ صحابہؓ اور سادلتِ تابعینؒ، آپ کے تلامذہ میں ہیں سب سے زیادہ اَحادیث مقدسہ (۵۳۷۴) صحاحِ تسعہ میں آپ سے مروی ہیں اٹھہتر (۷۸) سال کی عمر میں ۵۹ھ، مدینہ منورہ میں وفات پائی...... جنّت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا ...... رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

...... امام ترمذیؒ (اور امام مسلمؒ، نسائیؒ، ابوداؤدؒ، ابن مَاجہ، طحاویؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ) نے جن اپنے اَساتذہ وشیوخ سے اَحادیث الباب رِوَایت کیں...... اُن میں سے معروف درج ذیل ہیں:

۶. **قُتیبہؒ بن سعید ثقفی**...... قُتَیبَہ لقب۔ ابورجاء کنیت۔ نام یحییٰ ہے۔ ثِقَة ثَبت ہیں خراسان میں درس حدیث وفقہ دیتے تھے...... امام بخاریؒ نے چار سو سے زائد روایات، صحیح بخاری میں آپؒ کے توسط سے نقل کی ہیں۔ یوں آپؒ، شیخ الجماعة کے نام سے معروف ہیں ۲۴۰ھ میں وفات پائی

۷. **اَبُوعُوانہؒ بن عبد اللّٰہ الواسطیؒ**. نام وَضّاح آپ کپڑے کے تاجر تھے۔ عمومی محدثینؒ کے ہاں آپ، تحریر شدہ رِوَایات میں ثقة ثبت ہیں...... جبکہ حفظ کردہ رِوَایات میں عموماً بوجہ ''وہم'' غلطیاں کیا کرتے تھے...... بعض محدثینؒ نے آپ کو ضعیف راوی قرار دیا ہے ۱۷۵ھ میں وَفات پائی۔

۸. **سماکؒ بن حرب الذهلی الکوفیؒ**: کنیت اَبُو المُغِیرہ. صغار تابعینؒ میں سے ہیں امام

ذھبیؒ نے ثقہ کہا۔ جبکہ سادات محدثینؒ نے آپ کی روایات کو مُضطرِبَۃ، ضَعِیفَۃ وَمُصَحَّفَۃ قرار دیا ہے اسلئے سادات محدثینؒ نے آپ کو ضَعِیف وَ لَیِّن کہا ہے ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

۹۔ **ھنادالتمیمی الکوفیؒ** کنیت اَبُو السری ...... ثِقہ ہیں ..... ولادت ۱۵۲ھ۔ وفات ۲۴۳ھ۔

۱۰۔ **وکیعؒ بن الجراح الکوفیؒ** کنیت اَبُو سُفیَان ..... محدثینؒ کے ہاں ثقہ وحافظ ہیں۔ عام طور پر امام اعظم اَبوحنیفہؒ کے فرمانِ اَحق کے مطابق ''فتویٰ'' جاری کیا کرتے تھے۔ ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

۱۱۔ **اسرائیلؒ بن یُونسؒ سبیعی کُوفی** ..... کنیت اَبو یوسف۔ ثقہ ومتکلم فیہ راوی ہیں۔ وفات ۱۶۰ھ

۱۲۔ **مُصعبؒ بن سعد آلزھری** ..... کنیت اَبو ذُرَارَہ ہے۔ مدنی ہیں۔ ثقہ ہیں۔ وفات ۱۰۳ھ۔

۱۳۔ **سیدنا عبداللہ بن عُمر آلمدنی** ..... کنیت ابوعبدالرحمٰن ..... آپؓ، سیدنا فارُوق اعظمؓ کے عظیم علمی ورُوحانی فرزند ہیں ..... اعلانِ رسالتؐ کے مقدس سال پیدا ہوئے ..... اپنے والدگرامی کے ہمراہ، بچپن میں اسلام لائے۔ جبکہ ہجرت اُن سے پہلے کی۔ غزوہ خندق اور اُس کے بعد کے تمام غزوات وسرایا میں شریک رہے۔ ..... اِتباعِ رسالتؐ میں آپؓ، فقیدالمثال ثابت ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں حضور انور ﷺ نے جس درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا تھا۔ آپؓ ساری زندگی اُس درخت کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ حاضر ہوتے۔ قیلولہ فرماتے۔ محبت رسالتؐ میں آپؓ بے مثال تھے ..... فقہ، حدیث اور تصوف کے بانی اَئمہ میں ہیں ..... صاحبِ کرامات و فضائلِ کثیرہ ہیں ..... عبادلہ اَربعہ فقیہ صحابہؓ میں سے ایک ہیں ..... چھ مُکثِرین سادات صحابہؓ میں آپ کا شمار ہے ۲۶۳۰ روایات آپؓ سے مروی ہیں ..... وفات ۷۳ھ مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ شہرِ مکہ کی ایک گمنام سی چاردیواری میں آپؓ، مدفون ہیں ..... **احقر** نے بارہا زیارت کر کے اِتباعِ صحابیتؓ کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۷۔ **حاصل متن جامع ترمذی**: امام ترمذیؒ نے اپنی تالیف کا آغاز، کتبِ فقہ وسنن کے مطابق احادیث طہارت سے کیا۔ اور ابواب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ کا مرکزی عنوان قائم فرمایا ..... جبکہ عمومی اندازِ عقلی ضابطہ کے مطابق اَبواب کی بجائے لفظ کتاب کا انتخاب ..... زیادہ مناسب تھا ..... **احقر کے نزدیک** امام ترمذیؒ نے عقل وضابطہ پر عشق وادب کو ترجیح دی ..... وہ یوں کہ حضور انور ﷺ کے حضور، حاضری، باب (چوکھٹ) اور اَبواب (دروازہ) کے ذریعہ ہی مناسب ہے۔ اور ہمیشہ اَربابِ عشق ومحبت درِنبوت ﷺ

پر پڑاؤ ... اور حاضری کو اپنے لئے سب سے بڑا اعزاز و افتخار جانتے اور سمجھتے ہیں۔

...... عن رسول الله ﷺ میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ ایسی روایات کو تحریر کیا جائے گا۔ جو مرفوع ہوں گی۔

...... حدیث الباب کا متن دو (۲) طرح سے مروی ہے۔ ایک بغیر طهور. اور دوسرا الابطهور کے کلمات سے۔

...... ابو المليح بن اسامه اسمه عامر ويقال زيد بن اسامه بن عمير الهذلی. کہ ابو المليح کا نام عامر یا زید دو طرح سے معروف ہے۔ والد کا نام اسامہ اور دادا کا نام عمیر ہے۔ قبیلہ هذلی سے تعلق ہے۔

...... امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ نے آپ (سیدنا ابو المليحؒ) کی روایت کو بمع متن و سند نقل کیا ہے۔

...... امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی کا تیسرا باب (باب ماجاء مفتاح الصلوة الطهور) اس پہلے ترجمہ الباب کے تائیدی مفہوم میں نقل کیا ہے ...... لیکن چونکہ لفظ قبول میں دو معانی کا احتمال تھا۔ اسلئے اس مفہوم کیلئے علیحدہ مستقل عنوان بنایا۔ اور اس کے ضمن میں فارس الاسلام سیدنا علی کرم اللہ کی روایت مقدسہ کو نقل کیا۔

....

وفاق المدارس / تنظیم المدارس / اتحاد المدارس / دار العلوم کراچی

قال الامام الترمذیؒ باب ما ...... حدثنا قتيبةؒ بن سعيدؒ .... قال ابو عيسیؒ هذا الحديث

...... اوضحوا الالفاظ المخطوطة وبينوا معنى القبول والصحة هل هما متحدان ام مفترقان

ما المراد منهما فی الحديث وحرّروا حكم فاقد الطهورين

..... رابطه المدارس ..... دار العلوم محمدیه غوثیه ..... جامعه اشرفیه ..... جامعه نعیمه

دنیا بھر میں موجود دینی مدارس ...... جامعات ...... دار العلوم اور اسلامک سنٹرز ...... نیز ملک بھر کے بہت سے دینی مدارس اور دینی مدارس کے امتحانی بورڈز نے بارہا مندرجہ بالا علمی مباحث کو پرچہ امتحان میں جگہ دی ہے۔

بَاب ماجاءَ فی فَضل الطّہُور

۱۔ حاصل مطالعہ کُتب حدیث: سیدنا امام مسلمؒ حدیث الباب کو بَابُ خُرُوجِ الخَطَایَا مَعَ مَاءِ الوضوء امام نسائیؒ بَابُ مسح الأذنین مَعَ الرّاس امام ترمذیؒ بَابُ مَاجاءَ فِی فَضل الطّہُور امام مالکؒ جامع الوضوء امام ابن ماجہؒ ثوابُ الطّہور۔ اور امام طحاویؒ بَابُ حُکم الأذُنَین فِی وضُوءِ الصّلوٰۃ کے ضمن میں لائے ہیں ...... اور حدیثِ مذکور سے حضرات محدّثینؒ نے دو (۲) طرح کا استدلال کیا ہے ...... (۱) وضو/ طہارت اور غسل کی فضیلت پر ...... (۲) اُذُن (کان) کا تعلق راس (سر) سے ہے اور کان' سر کے تابع ہیں، اسلئے کانوں پر مسح، فرض ہے۔ غسل (دھونا) ضروری نہیں

...... امام بُخاریؒ نے وضوء اور طہارت کی فضیلت پر سیدنا ابوھریرہؓ کی ایک معروف روایت کو تخریج کیا ہے جسے تمام حضرات صحاحِ تسعہ نے کتاب الوضوء میں متعدد مقامات پر نقل کیا ہے ...... جس کا حاصل یہ: حضورِ انورؐ نے فرمایا ...... میری اُمت کے اَفراد بروزِ قیامت اس کیفیت میں بلائے جائیں گے کہ ...... اُن کی پیشانیاں/ ہاتھ/ پاؤں اور چہرے (سفید گھوڑوں کی چمک کے مطابق) نورانیت سے چمک رہے ہوں گے۔ اور اُن کی یہ چمک، وُضوء کے تسلسل **یا** وُضوء کی اَحادیث پر عمل کرنے کی وجہ سے ہوگی۔

...... امام بخاریؒ اور دیگر سادات محدثینؒ نے اِس مذکورہ روایت پر بَابُ فَضل الوضوء وَ الغُر المُحَجّلون مِن اٰثار الوضُوء کا عنوان قائم فرمایا ہے۔

...... **بہر حال** مذکورہ بالا دونوں روایات سے وضوء اور طہارت کی نہایت گراں قدر فضیلت معلوم ہوتی ہے کیوں نہ ہو؟ ...... کیونکہ بالا جماع وضوء اور حصولِ طہارت، نماز کیلئے بطورِ کلید اور مِفتاح کے ہے۔

...... **نیز** نماز کی قبولیت کا دارومدار وضوء کی صِحّت اور عَدمِ صِحّت پر (موقوف) ہے۔

۲۔ کلمۂ او، اس کی دو صورتیں: حضرات محدثینؒ و سادات فقہاؒ کے ہاں حدیث الباب میں کلمہ ''او'' شک کیلئے ہے ...... ویسے کلام عرب اور اَحادیث مقدسہ میں بعض اَوقات کلمہ ''اَو'' شک اور تردد کیلئے آتا ہے۔ اور بعض اَوقات تنویع وتقسیم کیلئے ...... ان دونوں ممکنہ معانی میں سے کسی ایک کا انتخاب، عبارت کے سیاق وسباق' اہلِ قلم کے ذوقِ سلیم اور قرائن واَحوال کے اعتبار سے کیا جاتا ہے ...... حدیث الباب میں کلمہ **او**

اگر تردد وشک کے مفہوم میں لیا جائے تو حدیث الباب کا مفہوم یہ ہوگا کہ سیدنا ابو ہریرۃؓ **یا** کسی راوی کو تردد ہے کہ وجہ کائنات ﷺ نے کلماتِ مذکورہ کو بیان فرماتے ہوئے **اَلمُسلم** فرمایا **یا اَلمُؤمن**۔

...... عمومی ساداتِ محدثینؒ کے بقول جب ''او'' بمعنی شک ہو تو وہاں کلمہ ''اَوْ'' کے بعد، لفظ **قال** پڑھنا مناسب ہے ... تقدیرِ عبارت یوں ہوگی ... اذا توَضَّأ العبدُ المُسلِمُ أو قال ﷺ المُؤمنُ۔

...... حدیث الباب میں اگر کلمہ **أو** تنویع وتقسیم کے معنیٰ میں متصور کیا جائے تو اس صورت میں حدیث الباب کا مفہوم یہ ہوگا کہ حدیث الباب میں مذکورہ فضائل ''عبدِ مُسلِم'' کیلئے ہیں **یا** ''عبدِ مؤمن'' کیلئے (دونوں کیلئے نہیں)

...... اِس مفہوم کی مناسبت سے **مُسلِم** اور **مُؤمِن** کے مابین معنوی اعتبار سے تغایر اور تباین کی نسبت ہوگی۔

...... حضراتِ شراحؒ میں سے کوئی بھی اِس مفہوم ومعنی کا قائل نہیں۔

٣۔ چند أعضاء بیان کرنے کی وجہ : اِس سوال'' کہ چند اَعضاءِ وضو کا بیان ہے تمام اعضاء کا نہیں ؟'' کا عمدہ جواب یہ ہے کہ ...... حدیث الباب بعض کتب اَحادیث (صحیح بخاریؒ) میں مختصر ہے ...... جبکہ صحیح مسلم، سنن نسائیؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ میں حدیث الباب تفصیلی کلمات سے منقول ہے ...... جہاں **غسلِ یدین** اور **غسلِ وجہ** کے ساتھ ساتھ **مَسح رأس** اور **غسل رجلَین** کا تذکرہ ...... مع اُن کے خطایا کے موجود ہے ...... اِس لئے بعض أعضاء کے بیان کرنے اور بعض کے بیان نہ کرنے کا سوال باقی نہ رہا۔

٤۔ وجہ تخصیص عینین : اِس سوال کے دو (٢) جواب ساداتِ علماءؒ سے منقول ہیں :

١...... یہ حدیث، مختصر ہے اور دوسری روایات میں **عینین** کے ساتھ **أنف** (ناک) اور **فم** (منہ) کا ذِکر بھی ہے

٢...... تخصیص کی وجہ اَولویت ہے ...... یعنی کسی چیز کو اِس طرح ذکر کرنا کہ مَسکوت عَنہ کا حکم اُس سے بدرجہ اَولیٰ معلوم ہو ...... اِسے ساداتِ اُصولیین کی اِصطلاح میں دَلالۃُ النّص سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے ارشادِ باری ہے۔

...... **فَلاتَقُل لَّهما أُف** (الأیة) ...... جب اُف سے منع کیا گیا ہے۔ تو اِہانت، عدمِ تسلیم حکم اور زجر وتوبیخ تو بطریق اَولیٰ ممنوع ہوں گے ...... یہاں حدیث الباب میں دو (٢) وجوہ سے تخصیصِ عینین کی گئی ہے :

١۔ عین و نَظر کی خطایا، تمام اَعضاء کی خطایا سے زیادہ ہوا کرتی ہیں ...... کیونکہ اِس نظر ہی کی وجہ سے دِل اور دوسرے اُعضاء میں تمام اَمراض سَیّئہ وعشقیہ پیدا ہوتے ہیں ...... جب کَثیرُ الذّنوب اَعضاء کے گناہ

معاف ہو جاتے ہیں ۔ تو دوسرے اَعضاء کے گناہ بطریقِ اَولیٰ معاف ہونے چاہئیں ۔

۲۔ ..... وضوء کرتے وقت مَحَلِّ گناہ (جو آنکھ کا اَندرُونی حصہ ہے) میں پانی نہیں پہنچتا ..... بخلاف ناک ' کان اور دوسرے اَعضاء کے ..... کہ اُن سب کے مَحَلِّ گناہ میں پانی پہنچتا ہے جو گناہوں کو بہا کر لے جاتا ہے ۔

..... جب آنکھ کی خطایا باوجود اُس میں پانی نہ پہنچنے کے معاف ہو جاتے ہیں ..... تو دوسرے اَعضاء کے گناہ اور معاصی بَطَرِیقِ اَولیٰ بہہ جانے کے سبب معاف ہو جاتے ہیں ۔

۵۔ اَومع آخر میں کلمۂ اَو : یہ کلمہ '' اَوْ '' بالاتفاق شک ہی کیلئے ہے ..... لہٰذا یہاں بھی قِراءۃِ حدیثِ مبارک کے وقت لفظ قَال بڑھایا جائے گا ..... گویا راوی کی طرف سے بیانِ کلمات میں ترَدّد کی طرف اشارہ ہے ..... (البتہ یہ کلمہ اَو اگر تنویع و تقسیم کیلئے ہوتا تو پھر معنیٰ ہوں گے '' ایسے گناہ جو انتہائی خفیف ، معمولی اور صغیر قسم کے ہوں ۔ وہ پہلے ہی قطرہ سے دھل اور بہہ جاتے ہیں ۔ مگر وہ گناہ جو ثقیل (بڑے) ہوں وہ پانی کے آخری قطرہ سے زائل ہو کر معاف ہو جاتے ہیں) ۔

..... اِمام اعظمؒ نے حدیث کے اِس جملہ سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ غَسْل (دھونے) میں تقاطر وَاجب ہے ۔

۶۔ کفارۂ سیِّات میں اَقوال مع دَلائل : حضرات علماءؒ اور ساداتِ محققینؒ کا اِس اَمر میں اِختلاف ہے کہ اَحادیثِ مقدسہ میں خَطِیئَہ / خَطایَا ..... سَیِّئَہ / سَیِّئَات ..... ذَنب / ذُنُوب کا اِطلاق صغائر و کبائر (معمولی و وزنی) دونوں طرح کے گناہوں پر ہوتا ہے ..... **یا** ..... صرف صغیرہ گناہوں پر ؟

..... نیز وضو اور اِس طرح کے عبادات سے دونوں قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں **یا** صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں ؟ ..... ساداتِ فقہاءؒ اور حضراتِ اُصولِیّینؒ سے درجِ ذیل تین (۳) اَقوال مروی ہیں :

(البتہ اِس حقیقت پر اُمتِ مُسلِمہ کے تمام اہلِ علم کا اِتفاق ہے کہ '' حقوق العباد اور حقوقِ مالیہ یعنی مُعاملات ' حساب کتاب اور قرض وغیرہ کیلئے عبادات کی اَدائیگی اور حَسنات کی اَنجام دہی اِن حقوق کی معافی کیلئے کفارہ نہیں ۔

..... بلکہ خود اِن حقوق کی اَدائیگی ضروری ہے کہ صاحبِ حق تک اُس کا حق پہنچے **یا** وہ خود مَعاف کرے ..... جسمِ اِنسانی کے نشوونُما میں مالِ حرام اور مُشتبہ ذرائع آمدنی کا اِیک روپیہ ، ہمیشہ کیلئے مسلمان کو جنت اور اُسکی دائمی نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے ..... خواہ وہ شخص عبادات و حسنات میں کتنا ہی مُجاہدہ کرنے والا اور ظاہری شکل و صورت

میں کس قدر تائب و صالح نظر آئے'') :

۱ ..... **توقف** : سادات متقدمین فقہاء ومحدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ معاملہ اللّٰہ ربّ العالمین کے نظامِ تقدیر اور قوانینِ عدل کے سپرد ہے ..... اس میں قیل و قال کی گنجائش نہیں ۔ وہ حسبِ شان ، کرم فرماتا ہے ۔

۲ ..... **صرف صغائر** : جمہور متاخرینؒ کے نزدیک نیک اُمور کی بجا آوری سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ..... کبیرہ گناہوں سے خلاصی کیلئے توبہ و استغفار ضروری ہے ..... ان حضرات کے مُستدلات میں قرآنی آیات (مثلاً اَنَّ الحَسنَات یُذھِبنَ السَّیِّئات وغیرہ ہیں ..... کیونکہ سیئات کا اطلاق صرف صغیرہ گناہوں پر ہوتا ہے)

..... **نیز احادیث** ہیں (مثلاً الصَّلوٰۃُ الخمس وَالجُمعَۃُ مِنَ الجُمعَۃِ مُکفِّرَات لِمَا بَینَھُنَّ مَالَم یَغشِ الکَبَائِر کہ کبیرہ گناہوں کے ماسوا تمام چھوٹے گناہ نماز اور جمعہ کی ادائیگی سے معاف ہو جاتے ہیں) ..... اور **اجماع** ہے کہ سادات اہلِ سنت محققینؒ کا اَحادیث وروایات کی روشنی میں یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ '' کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے'' ..... علامہ ابن حجر فَتحُ البَارِی میں فرماتے ہیں اَنَّ الکبَائِر لابُدَّلَھا مِن تَوبَۃ . لِقولہ تَعالیٰ و مَن لَم یَتُب فأولئِک ھُمُ الظّٰلِمُون (الایہ) ۔

..... اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ حدیث الباب کے آخری جملے '' حتّی یَخرُجَ نَقِیًا مِنَ الذُنُوب'' سے تو صَغَائر اور کبائر دونوں کا معاف ہونا معلوم ہوتا ہے ..... پھر صرف صَغائر کی تخصیص کیوں ؟ ۔

جوابات : اس حکم عام کیلئے مُخصّص دوسری اَحادیث مقدسہ ہیں جن سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ '' کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے'' ..... (۲) حضورِ اکرم ﷺ عموماً ہر عمل کی مفرد خاصیت بیان فرماتے ہیں اور وہ خاصیت دیگر عَوَارِض و مَوَانِع سے قطع نظر صرف اُسی فعل وعمل پر مُرتّب ہوتی ہے ..... جس کے بارے نص وارد ہو ۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے کلمہ طیبہ کی خاصیت یوں بیان فرمائی مَن قَالَ لاَاِلٰہَ اِلااللّٰہ مُحَمّد رَّسُولُ اللّٰہ دَخلَ الجَنّۃ ..... کہ جب صرف کلمہ طیبہ پر یقین ہو اور اُسکے مُعَارِض' سیئات وخطایا کا اِرتکاب نہ ہو تو اِس کلمہ طیبہ کا اَثر دُخولِ جنت ہوگا ..... لیکن جب اِس کلمہ طیبہ کے مُعارِض' خطایا اور مَعَاصی ہوں ۔ تو پھر کلمہ طیبہ کی یہ خاصیت اِس تعارُض کے سبب ختم ہو جائے گی ..... اور اس کلمہ کے معارض جو خطایا و معاصی ہیں ۔ اُن کی خاصیات پھر مرتب ہونے لگیں گی ..... یعنی ایسا شخص '' نہ ہی سیدھا جنت میں جائے گا ۔ اور نہ ہی بوجہ گناہوں کے

ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہے گا'' بلکہ دونوں کے اِجتماع سے ایک مجموعی اثر مرتب ہوگا کہ یہ شخص، دخولِ جہنم کے بعد جنت میں پہنچ جائے گا (جیسا کہ یہ امر، اَدِیات ونسخہ جات میں متحقق ہے) بہرحال حدیث الباب میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ''وضوء کی خاصیت یہ ہے کہ وضوء کرنے سے تمام لغزشیں اور خطائیں معاف ہو جاتی ہیں''۔ مگر یہ اثر اُس وقت مرتب ہوگا۔ جب اِس کلمہ گو مسلمان نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

(۳)...... حدیث الباب میں اِستغراقِ حقیقی (کہ تمام گناہ معاف ہو جائیں) مراد نہیں...... بلکہ وہ ذُنوب و خَطَایَا مراد (معاف) ہوں گے جو دَورانِ وُضوء اِنسان سے صادر ہوئے۔ (واللہ اعلم)۔

(۴)...... **احقر کے نزدیک** اَحادیث طیبہ میں کسی معمولی عمل **یا** کسی اَدنیٰ سی عبادت کی ادائیگی پر سَیِّئات / خَطَایَا / ذُنُوب یا مَعَاصِی کے بالکلیہ خاتمے کا جو ذکر کیا جاتا ہے...... وہ اَحادیث مقدسہ خَیرُالقُرُون (حضراتِ صحابہؓ) کی پاکیزہ مُعاشرت پر محمول ہیں...... کیونکہ اِن پاکیزہ اِنسانوں سے فقط ایسی معمولی لغزشوں کا وقوع ممکن تھا، جو زیادہ سے زیادہ صغیرہ گناہوں کی فہرست میں آتے ہیں...... اور وہ صغیرہ گناہ اعمال مذکورہ سے یقیناً بالا جماع مندمل ہو جاتے ہیں...... جبکہ شرالقرون کی معاشرت اُن احادیث پر محمول ہے۔ جن میں کفارہ سیئات کیلئے توبہ واستغفار ضروری ہے...... گویا حدیث الباب اور احادیث توبہ میں فرق، تفرقِ اَزمنہ اور تغیر زماں کے اعتبار سے ہے...... لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔ کہ جہاں بالکلیہ سیئات وذنوب کے خاتمہ کا ذکر ہے...... وہ احادیث، صغائر وخیر القرون (ساداتِ صحابہؓ وتابعینؒ) کی معاشرت پر محمول ہیں...... اور جن احادیث مقدسہ میں توبہ اور اِستغفار کی قید ہے۔ وہ، کبائر اور شرالقرون کے اَحوال پر محمول ہیں۔

...... **میری اِس طالب علمانہ رائے کی تائید** حضراتِ مفسرینؒ کے اُس تقییدی ضابطہ سے ہوتی ہے جو اِن محققین نے تفسیر قرآن کیلئے بطورِ شرط بیان فرمائی...... کہ ''مفسر قرآن کیلئے ضروری ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر کے وقت اُس ماحول ومعاشرت کو ذہن میں رکھے۔ جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا...... اَلنَّظرُ اِلی الجَوِّ الَّذِی نَزَلَ فِیهِ القُرآن'' ...... یقیناً اَحادیث مقدسہ میں تعارُض کو رَفع کرنے کیلئے اِس ضابطہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۵)...... علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں گناہوں کیلئے مندرجہ ذیل چار (۴) قسم کے اَلفاظ موجود ہیں۔ جو عربی لغت کے اِعتبار سے مُتَرَادِف نہیں۔ بلکہ ہر ایک کا اپنا ایک خاص معنیٰ ہے...... **ذنب**

(ذُنوب) عیب کو کہتے ہیں یہ اِثم کا سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے ii۔ **خطیئۃ** اور **خطا**۔ اس کی جمع خطایا ہے۔ یہ صواب کی ضد ہے یعنی نادرست iii۔ **سیئۃ**، یہ حسنہ کی ضد ہے یعنی بدی۔ جمع اس کی سیئات ہے iv۔ **معصیۃ**، جمع مَعَاصِی ہے۔ اس کا اطلاق نافرمانی پر ہوتا ہے۔ جو طاعت کی نقیض ہے ان چار میں قُوّت و ثِقل اِسی ترتیب سے ہے گویا معاصی، اِثم کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اُس سے کم سیئات، پھر خطایا اور آخر میں ذُنوب ہیں ایسے مسائل میں صغائر و کبائر کی بحث کو ترک کر کے، اَحادیث کو ظاہری اَلفاظ پر رکھا جائے اور اِن اقسامِ اَربعہ میں سے صرف معصیۃ، کبیرہ میں داخل ہے باقی تین، صغائر ہیں...... اِس تقسیم سے تمام اَحادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے گی ...... حدیث الباب میں بھی خطیئہ اور ذُنُوب کا ذکر ہے جو صغائر میں داخل ہیں اور اِن کے معاف ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

(۶)...... علامہ موسیٰ خانؒ نے یہ توجیہ فرمائی کہ کبائر میں دو (۲) اِعتبارات ہیں۔ ۱۔ نفسِ کبیرہ ۲۔ اثرِ کبیرہ (گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اَعضاء میں سیاہی وغیرہ اُمور کا پیدا ہو جانا)...... اب حسنات اور وضوء سے صغائر بنفسہٖ معاف ہو جاتے ہیں...... اور کبائر کا صرف اَثر زائل ہوتا ہے...... کیونکہ وہ خود (کبائر) بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے ...... اِس توجیہ کی تائید...... ۱۔ قرآن مجید کی اِس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے سِیْمَاهُم فِی وُجُوهِهِم مِن أَثَرِ السَّجُود...... سُجُود و حَسَنات کی طرح سَیئات کا اَثر بھی اَعضاء پر پڑتا ہے۔

۲...... اہل کشف سادات اَولیاءؒ کے فرامین سے ہوتی ہے...... جیسا کہ امام شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ایک آدمی نے وضو کیا۔ آپؒ نے نہایت محبت سے فرمایا یَا اَخِی! تُب عَنِ الزِّنَا.

...... اِسی طرح آپؒ نے دورانِ وضوء تین آدمیوں کو مختلف کبیرہ گناہوں سے منع فرمایا...... جو حضرتِ اِمامؒ نے وضوء کے مُستعمَل پانی سے معلوم فرمالئے تھے...... سیدنا اِمام شَعرانیؒ اَلمُحَدِّث، مِیزَانُ الکُبریٰ میں رقم طراز ہیں قُلتُ لِشَیخِی فَاذَا کَانَ اَبُوحَنِیفَۃَ وَصَاحِبُہ اَبُویُوسُفَ صَاحِبُ الکَشف؟ قَالَ نَعَم. وَقَد بَلَغَنِی اَنَّہ دَخَلَ مَطهَرَ جَامِعِ کُوفَۃَ فَرَاٰی شَاباً یَتَوَضَّأُ فِی الْمَاءِ الْمُتَقَاطِرَةِ. فَقَالَ یَا اَخِی تُبْ مِنَ الزِّنَا فَقَالَ تُبتُ. وَهٰکَذَا قَالَ لِشَارِبِ الخمرِ وَ لِسَامِعِ الاٰتِ اللَّهوِ فَکُلّهُم تَابُوا. ... وَ قَالَ اَیضاً بَلَغَنَا اَنَّہ سَئَلَ اللّٰہ اَن یَحجبَہ هٰذَا الکَشف لِمَا فِیہ مِنَ الاَطّلاعِ عَلیٰ سَیِّئَاتِ النَّاس. فَاَجَابَہ اللّٰہ اِلیٰ ذٰلِک۔

...... نیز اِمامِ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ علی خواصؒ کو بھی ربِّ اَرض وسماء نے یہ علم دیا تھا۔ اور وہ اِسی طرح

وضو، غسل کے پانی سے لوگوں کے گناہ جان لیتے تھے ...... اس پر امام شعرانیؒ نے اپنے شیخ مکرمؒ کے کئی مکاشفات تحریر فرمائے ہیں ...... آخر میں لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے ایک مرتبہ میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو مجھے بھی گناہوں کے اَثرات، وُضوء کے پانی سے زائل ہوتے دکھائی دینے لگے۔

...... نیز فرماتے ہیں کہ اِمام اعظمؒ کے ماءِ مستعمل کے بارے میں تین اقوال متوضی کے گناہوں کے اعتبار سے ہیں کہ مُرتکبِ گُناہِ کبیرہ کا غُسالہ، نجس غلیظ ...... گناہِ صغیرہ کا غسالہ، نجاستِ خفیفہ ...... اور جو شخص صرف مباحات کا مرتکب ہو، اُس کا غسالہ، طاہر غیر مطہر ہے ......(سُبْحَانَ اللّٰہ مَا أعظَمَ شَانَ أمَا مِنا الأعظَمؒ)۔

(۷) ...... **اُمامُ الهند** سیدی علامہ عبدالعزیز پرھارویؒ فرماتے ہیں: ۔ کہ تین (۳) طرح کے عَالَم، خالقِ کون و مکان نے پیدا فرمائے ہیں ...... (۱) عالَمِ مُشاھدہ۔ جسے عَالَم ظاھر بھی کہا جاتا ہے ...... تمام جواہر و اَجسام (جمادات، نباتات اور حیوانات) اور اَعراض و صفات اِس عالم میں دکھائی دیتے ہیں۔

(۲) ...... عالَمِ اَرواح۔ جس میں تمام اَجسام کی اَرواح موجود ہیں ...... (۳) عالَمِ مثال جس میں اَعراض (صفات و اَعمال) کی صورتیں نظر آئیں ...... جیسے قرآنِ کریم میں ہے: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا.

...... حدیث مذکور میں حتّى يَخرُجَ نقيًا مِّنَ الذُّنُوب کا جملہ بھی اِسی نوع (عالم مثال) سے ہے ...... کہ ذُنوب کا خروج، عالمِ مثال کے اِعتبار سے ہے ...... اور ذُنوب کی معافی، عالم مشاھدہ کے اِعتبار سے ...... کیونکہ خروج، جسم کا خاصہ ہے اور ذُنوب کا کوئی جسم نہیں۔ لہٰذا اِنسانی اَعضاء (جسم) سے گُناہوں کا اِخراج سیاہی کی صورت میں ہوتا ہے

۳ ...... **صغائر و کبائر دونوں:** علامہ ابن حزم ظاہریؒ اور بعض علماءؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حدیث مذکور صغائر و کبائر دونوں کو عام ہے ...... یہ حضرات مندرجہ ذیل قرائن بطورِ دلیل پیش فرماتے ہیں:

(الف) ...... حدیث الباب میں كُلّ خَطِيئة کا کلمہ عام ہے ...... جو صغائر و کبائر دونوں کو شامل ہے۔

(ب) ...... حدیث الباب کے آخری جملے حتىٰ يخرج نقيا من الذنوب سے بھی عموم کی تائید ہوتی ہے۔

...... علامہ موسیٰ خانؒ روحانی فرماتے ہیں ''حسناتِ صغیرہ، ذنوبِ صغیرہ کیلئے اور حسناتِ کبیرہ، ذنوبِ کبیرہ کیلئے موجب کفارہ ہیں ...... جس کی تائید سیدنا سلمان فارسیؓ کے ایک اثر اَلوُضُوءُ يُكَفِّرُ السَّيِّئَات الصَّغَائِر وَ المَشْيُ إِلَى المَسْجِد يُكَفِّرُ اَكْبَر مِن ذَاكَ وَالصَّلوٰةُ تُكَفِّرُ اَكْبَرَ مِن ذَاكَ سے ہوتی ہے۔

مولانا گنگوہیؒ، مولانا محمود الحسنؒ اور بعض متاخرینؒ کے نزدیک صغائر و کبائر دونوں مراد ہیں لیکن کبائر کی معافی بِشرط النَدامَة والتَوبة ہے جس پر مندرجہ ذیل اصول دال ہیں :

۱۔ حدیث مذکور میں تَوَضَّا العَبْدُ المُسْلِمُ **یا** اَلعَبْدُ المُؤمِنُ فرمایا گیا ہے۔ تَوَضَّا الرَّجلُ نہیں۔ ...... اُصول فقہ و حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ ''جب اسمِ مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے۔ تو ماخذِ اشتقاق اُس حکم کیلئے علت ہوا کرتا ہے (اَلْحُكمُ عَلَى المُشتَقِ يُعَلَّلُ بِمَاخَذِ اِشتِقَاقِهِ) ..... اس حدیث مبارک میں فضیلت وضوء کا حکم مسلم **یا** مؤمن پر لگایا گیا ہے۔ اور مؤمن بغیر ندامت و توبہ کے رہ ہی نہیں سکتا ..... یقیناً مسلم اور مومن جب توبہ و ندامت کے ساتھ وضوء کرے گا تو تمام گناہ زائل ہو جائیں گے ...... ۲۔ مُؤمِن و مُسلِم کی شان کے یہ بات منافی ہے کہ وہ مرتکبِ کبائر ہو۔ اِسلئے جملہ گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

۷۔ **معنى المُكثر بالحَديث** : مُكثِرُ الحَدِيث اُس حضرتِ صحابیؓ کو کہا جاتا ہے ..... جن سے کم از کم ایک ہزار (۱۰۰۰) اَحادیث مروی ہوں ..... جیسے سیدة **عائشةؓ**، سیدنا **ابو هُريرهؓ** وغیرہما۔ ...... اِمام اِسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ اَحکام فقہ تین ہزار (۳۰۰۰) اَحادیث سے مُستنبط ہیں ...... اُن میں سے ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) رِوایات، سیدنا ابو ھریرہؓ اور ایک تہائی (۱۰۰۰) سیدہ عائشہؓ سے مروی ہیں۔

۸۔ **تحقيق صُنابُحی** : ''صُنابُح'' عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے ...... اور اِس قبیلہ سے نسبت کی وجہ سے مندرجہ ذیل حضرات کو صنابجی کہا جاتا ہے : :

۱ ..... **أبو عَبدالله صُنابُحیؒ** ۲ ..... **عَبدُالله صُنابُحیؒ** ۳ ..... **أبو عبدالرحمٰن صُنابُحیؒ**
٤ ..... **عبدُالرحمٰن بن عُسيلة صُنابحیؒ** ٥ ..... **صُنابُح بن أعسر صُنابُحیؒ** ۔

...... محدثینؒ اور اصحابِ جرح و تعدیل میں سے امام بخاریؒ اور امام علی بن مدینیؒ کے نزدیک یہ پانچ اَسماء، حقیقتاً دو شخصیتوں کے نام ہیں ..... امام علیؒ بن مدینی کا یہ مقولہ مشہور ہے : هٰؤُلاءِ الصُنابحيّون ...... هُم اِثنَان ...... اِلٰی دو (۲) حضرات میں سے ایک، صحابیؓ ہیں۔ اور دوسرے، تابعیؒ ...... جبکہ ساداتِ جمہورؒ کے نزدیک یہ تین (۳) شخصیات ہیں ...... (دو، حضرات صحابہؓ اور ایک حضرت تابعیؒ)۔ اجمالی تعارف درج ذیل ہے :

(۱) ...... ابو عبداللّٰہ عَبدالرحمان بن عُسیلہ صُنابُجیؒ بالاتفاق تابعی ہیں ...... آپکا اسمِ مبارک عبدالرحمان اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ علامہ ابنِ حجرؒ تهذيب التهذيب میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی

زیارت کیلئے روانہ ہوئے ابھی مدینہ منورہ کے راستہ میں تھے کہ والئ دوجہاں ﷺ رفیق اعلیٰ کی جانب تشریف لے گئے جب آپ مقامِ ذُوالخُلیفه پر پہنچے تو آپ کو یہ جانکاہ خبر سنائی گئی کہ حضور اکرمؐ کا آج سے پانچ دن قبل وِصال ہوگیا ہے یوں آپ شرفِ صحابیت حاصل نہ فرما سکے آپؒ نے سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا فارُوقِ اَعظمؓ، سیدنا علی المرتضیٰؓ، سیدنا سعدؓ بن اَبی عبادۃ اور سیدہ عائشہؓ سے روایات کا سماع فرمایا ہے۔

اگر آپ کسی روایت کو بغیر واسطۂ صحابی ذکر فرمائیں تو وہ بالاتفاق مرسل ہوگی۔ متصل نہیں۔

علامہ عَسقَلانیؒ فرماتے ہیں رَوىٰ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مُرسَلاً و عَن أبِی بَکرؓ و عُمَرؓ و عَلِیؓ و سَعدؓ و عَائِشَةؓ ...... علامہ ابن سعدؒ طبقات میں تحریر فرماتے ہیں أنہ ثِقَة قَلِیلُ الحَدِیث ...... ان صاحب کو مستقل چار (۴) اَسماء سے موسوم کر کے چار (۴) اَفراد بنا دیا گیا ...... (۱) ابوعبداللہ صنابحیؒ۔ (۲) عبداللہ صنابحیؒ (۳) ...... ابوعبدالرحمٰن صنابحیؒ ...... (۴) ...... عبدالرحمان بن عُسَیلہ صنابحیؒ۔

(۲) ...... **عَبدُاللہؒ صَنابُحی** آپ بالاتفاق صحابی ہیں ...... حدیث الباب انہیں سے مروی ہے۔

...... اِمام ابن معینؒ اور امام ابن سکنؒ فرماتے ہیں: لَه صُحبَةٌ و یَروِی عَنِ النَّبِیِّ و عَن عُبَادَةؓ بنِ الصَّامِت أیضاً ...... باب الوتر میں بھی ایک حدیث آپؓ سے مروی ہے۔

(۳) ...... **صَنابُح بن أحمر أحمُسی**۔ انہیں بھی صنابحی کہا جاتا ہے۔ علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں لَه صُحبَة سَکَنَ الکُوفَة و رَوىٰ عَنِ النَّبِی ﷺ حَدِیثاً وَاحِداً أنِی مُکَاثِر بِکُم الْأُمَم فَلَا تَقتلُنَّ بَعدِی ...... آپ، بالاتفاق صحابیؓ ہیں ...... آپ سے مزید دو روایات بھی کتب حدیث میں منقول ہیں۔

...... اِمام ترمذیؒ کی درج ذیل تحقیق: **وَالصَّنابُحی هٰذَا الذی رَوَی عن النَّبی ﷺ فِی فضلِ الطَّهور هُو عبد اللّٰه الصَّنابِحِی وَ الصَّنابُحی الَّذِی رَوَی عَن اَبی بکر الصدّیق لیسَ لَه سِمَاع من النَّبی ﷺ واِسمُه عبدُالرَّحمٰن بُن عُسَیلة وَیُکنیٰ اَباعبدِاللّٰه رَحَلَ اِلی النَّبِیّ فَقُبِضَ النَّبیّ ﷺ وَ هُوَفِی الطَّرِیق وَقَد رَوىٰ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَحادِیث وَ الصَّنابُح بن الاَعسَر الاَحمُسِی صَاحِبُ النَّبی ﷺ یُقَالُ لَه الصَّنابُحِی اَیضا وَاِنَّمَاحَدِیثُه قَالَ سَمِعتُ النَّبِیﷺ یَقولُ اِنِّی مُکاثِربِکُمُ الاُمَم فَلا تَقتَتِلُنَّ بَعدِی** (جامع ترمذی) کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ رُواۃِ حدیث میں مندرجہ بالا تین (۳) شخصیات کو لفظِ **الصَّنابُحی** سے

یاد کیا جاتا ہے ایک (۱) وہ جو حدیث الباب کے راوی ہیں جن کا نام "عبداللہ الصنابحی" ہے دوسرے وہ جو زیارتِ نبوت کیلئے پا بہ رکاب ہوئے۔ لیکن وصال رسالتؐ کے سبب زیارت و سماع سے مشرف نہ ہو سکے۔ آپؓ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے اَحادیث مقدسہ کو سنا۔ آپ سے کافی اَحادیث مقدسہ مروی ہیں۔ آپ کا نام "عبدالرحمٰن بن عسیلہ" اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ تیسرے الصنابح بن الاعسر الاحمسی ہیں۔ جو سادات صحابہؓ میں سے ہیں۔ اور آپؓ نے اِنّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الأُمَم کے کلامات مبارکہ خود لسان رسالتؐ سے سماعت فرمائے۔

۹۔ اساتذۂ صحاح کا اجمالی تعارف : صحیح بخاری شریف کی حدیث الباب کو جن ساداتِ محدثینؒ نے نقل کیا ہے...... ان کی سندی ترتیب مع اجمالی حالات کچھ یوں ہے :

۱...... **یحییٰؒ بن بُکَیر القُرَشی المصریؒ** : کنیت ابوزکریا...... مصر و شام میں تدریس فرمائی...... ثِقَة حَافِظ مُحتَجّ بہٖ آپ کی شان ہے...... البتہ امام نسائیؒ نے ضَعِیف مُطلَق لَیسَ بِثِقَة . اور امام ابُوحاتم نے یُکتَبُ و لا یُحتَج . کے جملے بطور جرح فرمائے ہیں، ولادت ۱۵۴ھ۔ وفات ماہ صفر ۲۳۱ھ میں ہوئی۔

۲...... **لیثؒ بن سعد فهمی مصریؒ** : کنیت ابوالحارث...... ولادت ۹۴ھ مصر میں ہوئی۔ أحَدُ الأعلام ثِقَة حُجَّة آپ کا تعارف ہے...... اِمام شافعیؒ نے أفقَه مِن مَالِکؒ کا لقب دیا ہے۔ امام ابن خلکانؒ اور عمومی ساداتِ محدثینؒ نے حنفِیّ المَذهَب کہا ہے۔ امام اعظمؒ کے شاگرد تھے جس کی برکت سے حدیث و فقہ دونوں کے مسلّم امام تھے...... ہمیشہ امام اعظمؒ کے سفر حرمین میں شریک رہے...... وفات ۱۷۵ھ مصر میں ہوئی۔

۳...... **خالدؒ بن یزید الأسکندرانی البربریؒ** : مصر میں پیدا ہوئے...... تابعی ہیں۔ وفات ۱۳۹ھ

٤...... **سعیدؒ بن أبی هلالؒ اللیثی** : التیمی البصری المصری...... مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ عمومی محدثینؒ نے صدوق کہا ہے...... بہت سے محدثینؒ نے أنه اِختَلَطَ کے جملہ سے تضعیف کی ہے وفات ۱۳۵ھ

۵...... **نُعَیم المُجمر** : نام نُعَیم بن عبد اللّٰه المَدنی الوَردِی...... آپؒ، سیدنا فاروق اعظمؓ کے خانوادہ کے غلام رہے...... سادات محدثینؒ کے ہاں آپؒ اور آپ کے والد دونوں ثِقه و مُحَدّث ہیں۔

......اِمام ترمذیؒ اور دیگر اَئمہ کی حدیث الباب کے اَساتذہؒ و محدثینؒ کی ترتیب کچھ یوں ہے :

٦...... **اسحٰقؒ بن مُوسیٰ الأنصاریؒ** : الخَطمِی المَدنی۔ کنیت ابوموسیٰ۔ قبیلہ اَوس، مدینہ منورہ سے

آپ کا تعلق ہے نیشاپور ایران میں بطور قاضی خدمات سرانجام دیں۔ ثِقَة فقیہ مُتقن۔ وفات ۲۴۴ھ۔

۷ **معن بن عیسیٰ** : الاشجعی المدنی کنیت ابو یحییٰ۔ کپڑے کی تجارت فرماتے۔ ثقة ثبت سیدنا امام مالکؒ کے مستند تلامذہ میں ہیں اور آپؒ کے فتاویٰ کے ناقل ہیں۔ وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی۔

۸ **مالک بن انس** : آپ امام اہل سنت وامام دار الھجرہ ہیں (تفصیلی حالات آغاز کتاب میں مرقوم ہیں)

۹ **سُہیلؒ بن ابی صالح المدنیؒ** : کنیت ابو یزید...... کسب معاش، گھی کی تجارت تھی۔ ثِقَة صَدُوق ...... البتہ آخری عمر میں حافظ نہایت کمزور رہا۔ امام بخاریؒ نے بعض شرائط کے ساتھ اور باقی تمام سادات محدثینؒ نے مکمل اعتماد سے آپؒ کی رِوَایات کو نقل کیا ہے...... عباسی بادشاہ منصورؒ کے زمانہ حکومت میں وفات پائی۔

۱۰ ...... **ابو صالح السمّان** : نام ذکوان۔ لقب سمان اور زیات ہے۔ کوفہ سے گھی اور تیل مدینہ منورہ لاتے۔ آپؒ، حضرت سہیلؒ کے والد ہیں۔ دونوں باپ اور بیٹا مستند محدث ہیں۔ سادات محدثینؒ نے آپکی روایات کو نقل کیا ہے۔ سیدنا ابوھریرۃؓ کے شاگرد رشید ہیں ...... سیدنا امام ترمذیؒ نے آپ کا تعارف اِس طرح کرایا ہے اَبُو صَالح وَالِدُ سُهَيل هُوَ اَبُو صَالِح السمّان و اِسمُه ذَكوَان. ...... نیز امام ترمذیؒ نے سیدنا ابو ہریرۃؓ اور سیدنا صنابحیؓ کی بابت اظہار خیال فرمایا ہے۔ جس کی مکمل تفسیر اور وضاحت پہلے کی جا چکی ہے۔

وفاق المدارس...... تنظیم المدارس...... اتحاد المدارس

اخرجَ الترمذیؒ فی باب فضل الطهور عن ابی هریرۃؓ قال قالَ رسولُ اللهِ ﷺ اِذا توَضا العبدُ المسلم او المومن ...... كل خطيئة...... قطر الماء او نحو هذا...... حتى يخرجَ نقيا من الذنوب ...... اجيبوا عن الاَسئِلة الاتية ...... كلمه اَو فی قوله العبد المسلم او المومن للترديد او للتنويع و ما معنى الترديد والتنويع ؟ ...... اُذكروا وجه تخصيص العينين من الوجه ...... قال فی الاخر مع الماء او مع آخر قطر الماء فَاَو للشک او للتنويع و ما الفرق فی معنى الحديث باعتبار هما ؟ ...... اُذكرُوا امثلةَ الكفارة...... الحسنات مكفرات للصغائر فقط ام للصغائر و الكبائر جميعا ؟ ...... اُذكروا من اَحوال ابی هريرةؓ وعدد رواياتهٖ وهو من المكثرين بالحديث ؟ ...... اُذكروا الاختلاف فی الصنابحی...

ھذا حدیث حسن صحیح

۱۔ **تعریف حدیث صحیح** : مَااتَّصَلَ سَنَدُہٗ بِنقلِ العَدلِ الضَّابِطِ عَن مِثلِہٖ وَ یَکُونُ سَالِمًا عَنِ العِلَّۃِ وَالشُّذُوذِ وَالنکارَۃ...... کہ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس میں درج ذیل پانچ (۵) شرائط موجود ہوں (۱) جس کے جملہ رُوَاۃ (روایت کرنے والے راوی) عادِل ہوں ...... (۲) کامِلُ الضبط ہوں ...... (۳) اُس کی سند متصل ہو ...... (۴) وہ حدیث علّت ...... (۵) شُذُوذ اور نکارۃ سے محفوظ ہو۔

۲۔ **تعریف حدیث حسن** : مَارَوَاہُ عَدل خَفِیفُ الضَّبط بِسَنَدٍ متصِل سَالِمًا عَنِ العِلَّۃِ وَالشُّذُوذِ وَالنَّکَارَۃ...... وہ حدیث کہ جس کے ناقلین کا ضبط ناقص ہو...... جبکہ حدیث صحیح کی بقیہ چاروں شرائط، اُس میں موجود ہوں...... گویا حدیث صحیح کے جملہ رُواۃ کامِلُ الضبط ہوتے ہیں۔ اور حدیث حسن کے خفیف الضبط

۳۔ **اجتماعِ صَحیح وحَسَن پر اشکال** : سادَاتِ اُصُولِیینؒ کے ہاں حسن کا درجہ صحیح سے کہیں کم ہے ...... کیونکہ حسن میں ناقلین کا ضبط ناقص ہوتا ہے۔ اور صحیح میں تمام رُواۃ کا کامِلُ الضبط ہونا ضروری ہے ...... اِس اِعتبار سے ایک ہی روایت پر حسن اور صحیح کا معاً اِطلاق درست نہیں ...... کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قسیم اور ضد ہیں ...... گویا اِمام ترمذیؒ نے ھذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیح فرما کر ایک ہی جملہ میں نقیضین (دو متضاد) کا اِجتماع فرمایا ...... جو سادات اہل فن کے نزدیک عقل و نقل اور قانون و دستور کی رو سے محال ہے۔

٤۔ **اشکالِ مذکورکے جوابات** : حسن عام، صحیح فرد خاص : اِمام ترمذیؒ نے کتاب العِلَل میں حسن کی تعریف جمہور علماء کی مشہور (مذکورہ بالا) تعریف سے قدرے مختلف بایں کلمات فرمائی ہے ...... کُلّ حَدِیثٍ یُروی لایَکُونُ فِی اُسنَادِہٖ مَن یتھمُ بِالکَذِب وَ لا یَکُونُ الحَدِیثُ شَاذاً وَ یُروی مِن غَیرِ وَجہ نحو ذَالِک فَھُوَ عِندَنَا حَدِیثٌ حَسَنٌ...... گویا اِمام ترمذیؒ کے نزدیک حدیث حسن میں راوی کا خفیفُ الضبط (ناقص الحفظ) ہونا ضروری نہیں ...... بخلاف جمہُور اہل فن کے۔ کہ اُن کے نزدیک ''راوی کا ناقص الحفظ ہونا شرط کے درجہ میں ہے''...... یوں اِس تعریف کی رُو سے حسن اور صحیح میں نسبت عُمُوم خُصُوص مطلق کی ہے۔ نہ کہ تبَایُن کی ...... یہ سیدنا اِمام ترمذیؒ کی اپنی ایک خاص اِصطلاح ہے ...... اور اِس اِصطلاح کی رُو سے حسن اور صحیح کا اجتماع بلاشبہ درست ہے۔ (وَلامُناقَشَۃَ فی الأصطِلاح) ...... چنانچہ وہ حدیث جس کا راوی تام

الضبط ہو نیز وہ حدیث سالِم عنِ العِلّہ ہو وہ حدیث، حسن بھی ہوگی اور صحیح بھی اور اگر راوی خَفیفُ الضَّبط ہو یا حدیث میں کوئی علت موجود ہوتو وہ حدیث صرف حسن ہوگی۔ صحیح نہیں
یوں احقر کی ناقص تحقیق میں امام ترمذیؒ کے نزدیک حدیثِ حَسَن عام ہے۔ جس کا اِطلاق ناقص الضبط اور کامل الضبط دونوں طرح کے رُواۃ کی اَحادیث پر ہوتا ہے ... جبکہ صحیح، خاص ہے ... جس کا اِطلاق صرف کامل الضبط راوی کی حدیث پر ہوگا جیسا کہ سادات علماءؒ کے ہاں نبیؑ اور رسولؑ میں فرق ہے کہ لفظ نبیؑ کا اِطلاق سادات رسولؑ پر بھی درست ہے۔ اور غیر رسول (انبیاءؑ) پر بھی۔
... میری اس رائے کی تائید اِس حقیقت سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جامع ترمذیؒ میں کہیں بھی اِمام ترمذیؒ نے کسی حدیث مبارک پر صرف صحیح کا حکم نہیں لگایا ... بلکہ صحیح کے ساتھ حسن کو بھی شامل کیا ہے ... جبکہ بارہا کئی اَحادیث مقدسہ پر حسن کا اِطلاق کیا ہے ... صحیح کا نہیں ... (فَتَدَبَّر هٰذَا تَحقِيق أنيق).

۲ ... تَعَدُّدِ طُرُق : علامہ أبنُ الصَّلاحؒ نے فرمایا کہ حسن اور صحیح کا اِطلاق باعتبار تعدّدِ طرق کے ہے۔ گویا حدیث موصوف (حدیث الباب) دو اَسناد سے رِوایت کی گئی ہے ... جس میں سے ایک سندؔ درجۂ حسن کو پہنچتی ہے ... اور دوسری سندؔ دَرجۂ صَحِیح پر فائز ہے۔

۳ ... مَرتَبَةٌ بَينَ المَرتَبَتَين : علامہ عِمَادُالدِّین أبنِ کَثِیرؒ نے جواب دیا۔ کہ اصل میں سنداً احادیث کے تین دَرجات ومَراتب ہیں ... i. صَحِیح سند حدیث کا اعلیٰ درجہ ہے ... ii. حَسَن اَدنیٰ مرتبہ ہے۔ iii. حَسَنٌ صَحِيحٌ ایک ایسا مرتبہ ہے ... جو صحیح و حسن کے مابین ہے کہ ''وہ حدیث پاک جو صَحِیح سے نیچے اور حَسَن سے اوپر ہے'' ... امام ترمذیؒ نے بحیثیت مُجتَہِد، جمہور سے الگ ایک مستقل اِصطلاح قائم فرمائی ہے ... جیسا کہ اَنار کے متعلق اہل عرب کا قول الحُلو الحَامِض (کھٹا میٹھا) معروف ہے ... جبکہ حُلوٌ (میٹھا) اور حَامِض (کھٹا) ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

٤ ... حذف لفظ أو یا واؤ : علامہ أبنِ حَجَر عسقلانی شرح نُخبَة میں رقم طراز ہیں۔ کہ یہاں حرفِ عطف أو محذوف ہے ... گویا اِمام ترمذیؒ اِس بات میں متردّد ہیں کہ حدیث الباب صحیح ہے یا حسن؟ ... اور یہ تردّد رُوَاۃِ حدیث کے متعلق اَصحابؒ جرح وتعدیل کے متضاد آراء واَقوال سے پیدا ہوا ہے۔

...... یا حرفِ عطف واؤ محذوف ہے...... گویا امامِ ترمذیؒ کا مقصود یہ ہے هٰذَا الحَدِيثُ حَسَنٌ بِاعتِبَارِ طَرِيقٍ وَصَحِيحٌ بِاعتِبَارِ طَرِيقٍ آخَر. (حدیث، ایک سند کے مطابق صحیح اور دوسری کے مطابق حسن ہے)

۵...... **حسن لذاته وصحيح لغيره**: مُلا عَلی قارِیؒ اور علامہ ابنِ عبدالبر مَالِکیؒ نے جواب دیا۔ کہ حسن سے حسن لذاتہٖ اور صحیح سے صحیح لِغیرِہٖ مراد ہے۔اور اِن دونوں اَوصاف کا اِجتماع ممکن ہے۔

۶...... **كُلّ صَحِيح حَسَنٌ**: علامہ تَقِیُّ الدِّین بن دَقِیق العِید مَالِکیؒ نے الأقتِرَاح میں لکھا ہے کہ حسن اور صحیح میں اِصطلاحاً تَبَایُن نہیں ...... بلکہ اِن کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔...... کہ دونوں باعتبارِ مفہوم کے مُتَبَایِن ہیں کہ ''ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ تعریف متعین ہے۔جبکہ مصداق کے اِعتبار سے دونوں متحد ہیں'' ...... چنانچہ کہا جاتا ہے کُلّ صَحِيح حَسَن وَ لا عَكس...... کیونکہ ہر اعلیٰ درجہ، اَدنیٰ درجہ کو شامل ہوتا ہے۔ ......(احقر کے نزدیک اِس جواب اور جوابِ اَوّل کا ماحصل ایک ہے۔صرف تعبیر میں اِختلاف ہے)۔

۷...... **حسن بمعنى لُغوى**: علامہ سُیُوطیؒ کے نزدیک حسن سے حسن لغوی مراد ہے...... یعنی'' مَا تَمِيلُ أَلَيهِ النَّفس وَتَستَحسِنُه'' (عمدہ ومرغوب چیز)......اور صحیح اپنے اِصطلاحی معنی میں مستعمل ہے۔

۸...... **حسن عام مُطلَق**: امام سیوطیؒ نے دوسرا حل، علم منطق کی روشنی میں، یوں بیان فرمایا ہے'' کہ حَسَن، لا بِشَرطِ شَئی ہے۔اور وہ درجہ مبہم ومجہول ہے...... جبکہ صَحِیح، بِشَرطِ شئی کے درجہ میں ہے۔ اور وہ شرط، عدالت وضبط کی ہے''...... اے صَحِیح بِشَرطِ العَدَالَةِ وَالضَّبط.

۹...... **اختلاف آراء ناقدين**: علامہ بَدرُالدّین زَرکَشِیؒ اور علامہ جَعبَرِیؒ فرماتے ہیں۔کہ حسن اور صحیح کا اِطلاق جرح وتعدیل کے اِعتبار سے ہے...... حاصل عبارت یوں ہے قَالَ بَعضُ أهلِ الجَرحِ "هذَا حَدِيث حَسَن". وَ قَالَ بَعضُ النَّاقِدِين "هذَا حَدِيث صَحِيحٌ"...... (چوتھے اور جواب مذکور کا حاصل ایک ہے)۔

۱۰...... **تغيُّر أوصاف شيخ فى زمانين**: یہ اِختلافِ حسن وصحیح باعتبار تفاوتِ زمانہ ہے۔کہ امام ترمذیؒ نے جب اَوّلاً اپنے حضرتِ اُستاد سے حدیث مبارک حاصل کی...... تو اُن کا حال مستور ومجہول تھا۔ کَامِلُ الاوصاف نہ تھے...... دوبارہ ملاقات ہوئی۔تو حضرتِ اُستاد کو کامل الاوصاف ومعلومُ الحال پایا...... لہٰذا حسن وصحیح کا اِطلاق اختلافِ اَوصافِ شیخ کے اِعتبار سے ہے...... یہ جواب علامہ زرکشیؒ سے منقول ہے۔

۱۱ **حسن بمعنی غیر معارض:** علامہ محقق ابنِ ھمامؒ فرماتے ہیں۔ کہ حسن کا اطلاق اس حیثیت سے امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ حَدیث لایُعَارِضُہٗ رِوَایَۃٌ اُخری اور صحیح سے صحیح لذاتہٖ مراد ہے۔

۱۲ درحقیقت حدیث مذکور ہے تو حسن کے درجہ میں۔ لیکن امام ترمذیؒ کو بطریق کشف معلوم ہوا کہ یہ حدیث، حدیث صحیح ہے یا حدیث مذکور صحیح تھی اور کشف سے علم ہوا کہ یہ حدیث، حسن ہے۔ صحیح نہیں۔

۵۔ **بعض جوابات پر مُناقضہ مع حل:** علامہ ابن صلاحؒ، علامہ عسقلانیؒ اور ملا علی قاریؒ کے جواب (نمبر ۲/۴/۵ جواب) پر حضرات علماءؒ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ اقوال اُس وقت درست ہوتے ...... جب امام ترمذیؒ حَسَنٌ صَحِیح اُن احادیث کی بابت فرماتے۔ جو متعدد اسناد سے مروی ہوں۔ ...... جبکہ امام ترمذیؒ بعض اوقات ھٰذا حَدِیث حسنٌ صحیحٌ فرما کر فرماتے ہیں ...... لانَعرِفُہٗ اِلا مِن ھٰذاالوجہ (کہ حدیث مذکور صرف اسی ایک سند سے مروی ہے۔ جو ہمارے علم میں ہے۔ اور کوئی سند، ہمارے علم میں نہیں)

اس مُناقَضہ کی دو (۲) توجیہات اعتقادی ناقص رائے میں ممکن ہیں ...... (۱) ھذالوجہ کا اشارہ اُس سندِ عالی کی طرف ہے، جس سند سے امام ترمذیؒ نے حدیث الباب کو نقل فرمایا ہے ...... تمام اسناد کی نفی نہیں۔ کیونکہ کتب احادیث میں حدیث الباب کئی متابعین کے اسناد سے مروی ہوتی ہے ...... (۲) لانَعرِفُہ میں عدمِ معرفت کی نفی ہے، کہ ہمارے (امام ترمذیؒ کے) علم میں نہیں ...... عدمِ وجود کی نفی نہیں ...... اگر جملہ طرق واسانید کی نفی تسلیم کی جائے۔ تو یہ بات نقل وعقل اور مطالعہ وحقیقت کے خلاف ہے۔

...... علامہ ابنِ کثیرؒ اور علامہ زرکشیؒ کی توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ امام ترمذیؒ نے بہت سی ایسی احادیث صحیحہ کو حسنٌ صحیح فرمایا ہے۔ جو احادیث مقدسہ صَحِیحَین میں موجود ہیں ...... یقیناً کسی حدیث کا صحیح بخاریؒ و مسلمؒ میں پایا جانا ...... اس حقیقت کی بیّن دلیل ہے۔ کہ وہ، صحیح کے معیار پر پوری اُترتی ہے۔

...... نیز حافظ ابنِ حجرؒ اور علامہ زرکشیؒ نے اس قول پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس سے ایک تیسری قسم (۱) صحیح (۲) حسن (۳) حسن صحیح ...... کو تسلیم کرنا پڑے گا ...... جس کا سادات محدّثین میں کوئی قائل نہیں۔

...... علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا جواب اس لئے مرجوح ہے۔ کہ امام ترمذیؒ نے سینکڑوں احادیث کے متعلق حسن صحیح کا حکم لگایا ہے ...... اور امام ترمذیؒ کی عظمت شان اور تبحّر علم وفقہ سے یہ امر کوسوں بعید ہے۔

.... کہ وہ اِن تمام اَحادیث کے بارے متردد ہوں۔ ..... (احقر کے نزدیک یہ تردد، امام ترمذیؒ کے تبحرِ علم اور عظمت شان کے منافی نہیں ..... بلکہ آپ کے وسعت علم اور تعمق تحقیق کی عمدہ مثال ہے کیونکہ عموماً ہر حدیث کے تمام راویوں کی بابت، سادات جرح وتعدیل کی آراء باہم متضاد ہوتی ہیں ..... کما ھو الظاہر)

۶۔ **محدثانہ توجیہ اور میں** ..... احقر کے نزدیک ترجمۃ الباب کے ضمن میں پہلے سند اور اُس کے بعد متن حدیث کو بیان کیا جاتا ہے ..... یوں حدیث الباب، سند و متن پر مشتمل ہوتی ہے ..... امام ترمذیؒ ھذا حدیث حسن صحیح فرما کر سند کو حسن اور متن کو صحیح قرار دے رہے ہیں ..... کہ دو اُمور کیلئے دو مستقل فرمان۔

..... گویا آپؒ کے اِس فرمان کا حاصل یہ ہے کہ ..... ھذا حدیثٌ حسنٌ سنداً و صحیحٌ متناً ..... کہ حدیث الباب، تمام اَسناد سے بہترین سند اور صحیح ترین کلمات کے ساتھ، وہی ہے۔ جسے مَیں (ترمذی) بیان کر رہا ہوں۔

..... یوں کلمہ حسن اپنے لغوی اور وصفی معنی میں اور لفظ صحیح اپنے اصطلاحی معنی میں مستعمل ہے۔

..... میری اس توجیہ کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ امام ترمذیؒ، اَحادیث الابواب پر مختلف کلمات سے اپنے تحقیقی فرامین اَصح شیءٍ فی ھذا البَابِ واَحسن ..... اَحسنُ شیءٍ فی ھذا الباب واصح ..... ھذا حدیث حسَن غریب ..... ھذا حدیث غریب حسن جاری وصادر فرماتے رہتے ہیں ..... جس کا حاصل یہ ہوگا کہ ھذا حدیث اَحسن ..... حسَن سنداً و اَصح ..... غریب متناً ..... یوں امام ترمذیؒ ہر مقام پر حدیث الباب کی بابت دو کلمے (اصح، احسن ..... صحیح، حسن ..... حسن، غریب) بیان فرماتے ہیں ..... یقیناً دو کلمے اور دو تحقیقی فیصلے دو امور (سند، متن) ہی کیلئے ہیں۔

..... **نیز میری تائید** اِس اَمر سے بھی ہوتی ہے کہ اگر حسن صحیح میں حسن کو اصطلاحی طور پر کوئی بہت ہی اعلیٰ اور نرالی قسم، تسلیم کیا جائے ..... تو حسن غریب میں حسن کو بہت ہی کوئی معمولی چیز ماننا پڑے گا۔

..... وہ یوں کہ سادات محدّثین کی سابقہ توجیہات کی روشنی میں اگر حسن اپنے اصطلاحی معنی میں صحیح کے قریب اور مناسب ہے ..... تو پھر غریب سے اِصطلاحاً بہت ہی دور اور غیر متعلق ہوگا ..... اِس طرح حسن غریب کی اِصطلاح پر دو (۲) طرح کے اِعتراضات سامنے آئیں گے ..... کہ ایک تو حسن اور غریب، اصطلاحی حوالہ سے باہم متعارض ہیں ..... اور دوسرا سابقہ توجیہات کے بعد حسن اور غریب میں قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔

نیز میری اس توجیہ سے وہ اعتراض بھی رفع ہو جائے گا کہ حسن اور صحیح ..... اصح اور احسن حسن اور غریب میں باہم تعارض ہے تعارض اُس وقت جب ایک ہی چیز پر دو متضاد حکم لگائے جائیں جبکہ امام ترمذیؒ دو اُمور (سند اور متن) پر دو علیحدہ علیحدہ فرمان جاری کر رہے ہیں۔

نیز **یہ حقیقت بھی میری اس توجیہ** کی تائید کرتی ہے۔ کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کا مبارک دور، ہر علم وفن کے حوالہ سے اِجتہادی دور تھا ..... ساداتِ محدثینؒ اور صحاحؒ نے اپنے اپنے اِجتہادی ذوق کے مطابق اپنی معلوماتی روایات کو بہترین اَسناد سے ترتیب دیا ..... عمدہ اَلفاظ و متن حدیث کا اِنتخاب کیا ..... صحیح، حسن، غریب اور ضعیف کی اِصطلاحات قائم کیں۔ اور انہیں اِصطلاحات کے تناظر میں اپنی معلوماتی اَحادیث و روایات کا اِملاء کرایا۔ ..... (یقیناً امام ترمذیؒ جب اپنے اُستاد امام بخاریؒ کی صحیح بخاری والی روایت کو اُسی سند و متن سے نقل نہیں کرتے ..... بلکہ دوسری سند اور دیگر کلمات سے بیان کرتے ہیں (جبکہ دونوں سادات ائمہ کا عموماً ترجمۃ الباب ایک جیسا ہوتا ہے) تو امام ترمذیؒ کا اِجتہادی ذوق ..... اس سند و متن کو بہتر نہیں سمجھتا جس کے امام بخاریؒ ناقل ہیں ..... بلکہ وہ امام بخاریؒ کی روایت کے سندی اَفراد اور متنی کلمات کو مرجوح اور کمتر سمجھتے ہیں۔ ..... اور اُن سندی اَساتذہ حدیث کو بحوالہ حفظ اور تعدیل بہتر سمجھتے ہیں ..... جس کے وہ خود ناقل ہیں ..... اور اُن روایتی کلمات کو زیادہ صحیح جانتے ہیں۔ جن کا وہ جامع ترمذی میں اِملاء کرا رہے ہیں ..... **یہی انداز** سیدنا امام مسلمؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداؤدؒ اور دیگر ساداتِ صحاحؒ کا ہے۔

..... امام مسلمؒ، امام بخاریؒ کے ہم عصر اور ہم سبق ہیں ..... لیکن اکثر احادیث کے کلمات اور اَسناد کے انتخاب اور اِملاء میں دونوں کا ذوق بہت ہی مختلف ہے ..... صحیح بخاریؒ کی اَسناد اور ہیں، صحیح مسلم کی اور ..... یوں دونوں (امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ) رُواۃ اور اَساتذہؒ کے اِنتخاب میں مکمل با اختیار مجتہد ہیں۔ جس جس راوی کو حفظ اور عدل میں بہتر سمجھتے ہیں بوقت اِملاء انہیں کا نام نامی بیان کرتے ہیں ..... اسی طرح کلمات حدیث بھی دونوں سادات ائمہؒ کے خاصے باہم متضاد ہیں۔ جس متن کو صحیح تر سمجھا اُسی متن کو اپنی تالیف میں درج کرا دیا)

..... (یہ طالب علمانہ توجیہ، میرے دور کے روایتی زبوں فکر غیر مقلدوں کیلئے باعث ہدایت بن سکتی ہے ..... اگر نورِ علم اور رُوحِ اِحسان کی کوئی ادنیٰ سی رمک تا حال فکر و نظر میں باقی ہو)۔

أضطِرَاب حدیث زیدؓ بن ارقم

۱۔ حاصلِ مطالعہ کتبِ حدیث : امام بخاریؒ نے باب مایقولُ عندالخلاء اور امام ترمذیؒ نے باب ما یَقولُ إذا دَخلَ الخَلاء کے ضمن میں سیدنا انسؓ بن مالکؓ کی حدیث الباب کونقل کیا ہے۔جس کے متن اور دعائیہ کلمات اَللّٰھُم إنّی اَعُوذُ ..... میں خاصہ تضاد پایا جاتا ہے ..... نیز امام ترمذیؒ نے حسب عادت وفی الباب عن کے تحت سیدنا علیؓ، سیدنا زیدؓ بن ارقم، سیدنا جابرؓ اور سیدنا ابن مسعودؓ کی اُحادیث مقدسہ کی جانب رہنمائی کی ..... اور ساتھ ہی اِن چاراَحادیث مقدسہ میں سے حدیث سیدنا انس کو اصح واَحسن قرار دیا ..... نیز حدیث زیدؓ بن ارقم کی بابت فرمایا فی اِسنادہ اِضطراب .جس کی بابت **تفصیلی مباحث درج ذیل ہیں**

۲۔ تعریفِ أضطراب : أضطِرَاب کے لغوی معنیٰ ''مختلف اور متردّد ہونے'' کے ہیں ..... کہا جاتا ہے أضطَرَبَ حَبلُھُم أی اختَلَفَت کَلِمَتُھُم (کہ اُن کی بات مختلف ومتفرق ہوگئی)۔

.....علماءِ اُصولِ حدیث کے ہاں **حدیث مضطرب** : وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں رُواۃ کا ایسا اِختلاف واقع ہوجائے کہ اُس میں ترجیح **یا** تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔

..... **یوں اِس تعریف کی رو سے أضطراب کی دو (۲) قسمیں ہیں** :

۱ ..... **اِضطراب مَتن** : سادات رُوَاۃ کا اَلفاظِ حدیث میں باہم مختلف ہونا کہ جس سے مفہوم ومتن حدیث متعین نہ ہوسکے ..... اور ہر ایک راوی، دوسرے سے مختلف ومتضاد کلمات سے حدیث الباب کونقل کرے۔

۲ ..... **اِختلاف اَسناد** : رُوَاۃ کا اَسناد (وَقف ورَفع، وَصل واِرسَال) میں اِختلاف پیدا کردینا۔کہ طالبانِ حدیث کومعلوم نہ ہوسکے۔کہ رِوَایت، موقوف ہے **یا** مرفوع ؟..... متصل ہے **یا** منقطع ؟

..... **پھر اِس اِختلاف و اِضطراب سند کی تین (۳) صورتیں ہیں** :

۱ ..... کہ وجہِ اِختلاف و اِضطراب، سند کے سب سے پہلے راوی ہوں۔

۲ ..... سند کے وسطی (درمیان کے) رُوَاۃ میں سے کوئی راوی، سند کو تبدیل کردے۔

۳ ..... رِوَایت کے آخری رَاوِی سے سند میں اِضطِراب واِختلاف پیدا ہوجائے۔

۳۔ حُکمِ حدیث مُضطَرب : اِضطِراب کی وجہ سے حدیث الباب، ضعیف وناقابل اِستدلال ہوجاتی ہے۔

اَلاِضطِرَابُ بِایِّ وَجہٍ کَانَ یُورِثُ الضُّعف ...... (ہاں اگر اِضطراب دور ہو سکے۔تو رفع اضطراب کے بعد حَدِیثِ مُضطَرِب قابل حُجّت ہوگی)۔

٤۔ **رفع اضطراب کی صورتیں** علامہ سَخاوِی فرماتے ہیں کہ متعدد رُواۃ میں سے جوراوی حافظہ میں سب سے بہتر ہوں اُن کے کلمات ومَتنِ حدیث کو ترجیح دیکر اِضطراب کوختم کردیا جائیگا۔

ii ...... علامہ سُیوطِیؒ کے ہاں جس رَاوِی (شاگرد) کی مَروِی عنہ (اپنے اُستاذ) سے ملاقات تادیر وتفصیلی رہی ہو ...... اُس رَاوِی کی رِوَایت کودوسرے تمام رُوَاۃ پر ترجیح دیکر اِضطراب، رفع کردیا جائے گا۔

iii ...... سیدنا امام بخاریؒ کے ہاں **اِضطِرَاب** فِی السّنَد کی صورت میں جس رَاوِی کی ملاقات، مروِی عنہ سے (باوُثوق ذَرَائع سے) ثابت ہوگی ...... اُس حضرتِ رَاوِی کی حدیث کو رَاجِح ...... اور جس رَاوِی کی ملاقات یقینی نہ ہوگی۔اُس رَاوِی کی رِوَایت کو مَرجُوح قراردیاجائے گا۔

iv ...... اِمام مسلمؒ اوراُن کے ہم خیال محدثینؒ کے ہاں شاگرداوراُستاد میں اِمکانِ لقاء سے بھی **اِضطِرَاب** کو رَفع کیا جاسکتا ہے ...... خواہ رَاوِی اور مروِی عنہ کی ملاقات حتمی طور پرثابت ہوسکے یا نہ ...... باہمی ملاقات جن دورَاویوں کے بارے ممکن ہوگی ...... اُس رِوَایت کو رَاجِح سمجھ کر **اِضطِرَاب** ختم کردیا جائے گا۔

v ...... سیدنا امام پرھارویؒ اورساداتِ محدّثینؒ ملتان (میرے اکابرؒ) کے ہاں **اِضطِرَاب** مَتن کی صورت میں اُن کلماتِ حدیث کوترجیح حاصل ہوگی۔جن کلمات کوروایت کرنے والے رُوَاۃ، کثیرتعداد میں ہوں۔

٥۔ **حَدِیثُ البَاب میں وُجُوہِ اِضطِرَاب** : اِمام ترمذیؒ فرماتے ہیں وَحَدِیثُ زَیدٍؓ بنِ اَرقَم فِی اِسنَادِہٖ اِضطِرَاب .... (کہ سیدنا زیدؓ بن ارقم کی حدیث میں سندی **اِضطِرَاب** پایا جاتا ہے)۔

...... اِمام ترمذیؒ نے اِسے نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ کہ ''اِس کا مدار، حضرت قتادہؒ، ہیں۔ جن کے چار (٤) شاگرد مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق سندی **اِضطِرَاب** پیدا کررہے ہیں'' :

ہِشام دَستوائیؒ	سعیدبن أبی عَرُوبہؒ	شُعبہؒ	معمرؒ
قَتادہؒ	قتادہؒ	قتادہؒ	قتادہؒ
....	قاسم شیبانیؒ	نضربن أنسؒ	نضربن أنس
زید بن أرقمؓ	زید بن أرقمؓ	زیدبن ارقمؓ	أنس بن مالکؓ

مندرجہ بالا نقشہ کو بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ قتادہؒ کے چار (٤) تلامذہ سیدنا ھشامؒ، سیدنا سعیدؒ، سیدنا شعبہؒ اور حضرت معمرؒ میں تین (۳) وجوہ سے اِضطِراب پایا جاتا ہے :

i الاضطراب فی وجود الواسطة وعدمها : حضرت ہشامؒ دستوائی جب اپنی سند نقل فرماتے ہیں تو وہ حضرت قتادہؒ اور سیدنا زیدؓ بن ارقم کے درمیان کسی واسطے کو نقل نہیں کرتے ..... جبکہ تینوں رُواۃ (سیدنا سعیدؒ، شعبہ، معمرؒ) کسی نہ کسی واسطے (حضرتِ استاذ) کے قائل ہیں۔

ii الاضطرابُ فی تعیین الواسطة : حضرت سعیدؒ کی سند میں سیدنا قاسم شیبانیؒ ..... جبکہ حضرت شعبہؒ اور سیدنا معمرؒ کی روایت میں سیدنا نَضرؒ بن اَنسؓ بطورِ واسطہ (راوی) موجود ہیں۔

iii الاضطرابُ فی تعیین الصّحابیؓ : حضرت قتادہؒ کے پہلے تین تلامذہ (سیدنا ھشامؒ سعیدؒ، شعبہؒ) کے ہاں درجۂ صحابی میں حضرت زیدؓ بن ارقم، جبکہ سیدنا معمرؒ کی سند میں سیدنا انسؓ بن مالکؓ ہیں۔

...... اِس اضطراب کو مولانا محمد چراغ شاہؒ (گوجرانوالہ) نے العرف الشذی میں یوں نظماً جمع فرمایا ہے :

۱.	ھِشَامٌ عَن قتَادةَ ثمّ زیدٌ	سعیدُ عن قتادةَ فابنُ عوفٍ
۲.	وشعبةٌ معمرٌ عَنه عن النّضَرٌ	عن انسٍ وعَن زیدٍ بخلفٍ
۳.	وقالَ البیَھقیٌ انسٌ خطاءُ	وعن زیدٍ قتادَةَ غیرُ صرفٍ .

٦۔ رَفعِ اِضطِراب بقولِ بخاریؒ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں سَالتُ مُحمّداً عَن ھذا (میں نے امام بخاریؒ سے اِس اِضطراب کے بارے دریافت کیا) ...... انہوں نے جواب دیا یَحتَمِلُ ان یکُونَ قتادةَ رَوَی عَنھُمَا جمیعاً .... (ممکن ہے کہ اِمام قتادہؒ نے دونوں مشائخ سے حدیث الباب کو روایت کیا ہو)۔

......امام ترمذیؒ اِس اضطراب کو باب مایقول اذادخل الخلاء. کے ضمن میں بیان فرما رہے ہیں۔

......حضراتِ محدثینؒ کے نزدیک اِمام بخاریؒ نے عَنھُمَا فرما کر اِس اِضطراب کو مزید اُلجھا دیا ہے...... کیونکہ عَنھُمَا کی ضمیر کے مرجع میں درجِ ذیل چار (۴) اِحتمالات ممکن ہیں :

(۱)......عن قاسمٌ وزیدٌ : بعض شُراح نے عنھما کی ضمیر کا مرجع سیدنا قاسمؒ اور سیدنا زیدؓ بن ارقم کو قرار دیا ہے...... گویا حضرت قتادہؒ حدیث الباب کو حضرت قاسمؒ اور زیدؓ بن ارقم دونوں سے روایت کرتے ہیں۔

(۲)...... **عن زیدؓ ونضرؒ** : مُحشّی جامع ترمذی نے بین السطور عنهما کی ضمیر کا مرجع حضرت زیدؓ و حضرت نضرؒ کو قرار دیا ہے گویا حضرت قتادہؒ نے یہ حدیث حضرت زیدؓ بن ارقم اور امام نضرؒ سے روایت کی ہے

(۳)...... **عن نضرؒ وانسؓ** : عنهما کی ضمیر کا مرجع حضرت نضرؒ بن انسؒ اور سیدنا انسؓ بن مالک کو قرار دیا جائے ...... یعنی حضرت قتادہؒ، امام نضرؒ اور سیدنا انسؓ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔

(۴)...... **عن قاسمؒ ونضرؒ** : امام عینیؒ کے ہاں یہ توجیہ مرغوب ہے کہ عنهما کی ضمیر کا مرجع، حضرت قاسمؒ بن عوفؒ اور نضرؒ بن انسؒ ہیں ...... گویا حضرت قتادہؒ نے حضرت قاسمؒ بن عوفؒ اور نضرؒ بن انسؒ دونوں سے حدیث مذکور کو روایت کیا ہے ...... علامہ کشمیریؒ اور امام پر ہاڑوی کا میلان اسی قول کی جانب ہے۔

i...... **ترجیح وتنقیح احتمالِ اوّل** : پہلے احتمال کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے صرف اُس اِضطراب کو رَفع کیا ہے۔ جو حضرت قتادہؒ کے تلامذہ، امام ہشامؒ اور سعیدؒ بن ابی عروبہؒ کے مابین موجود تھا...... امام بخاریؒ نے دوسرے اور تیسرے اضطراب کو حل نہیں فرمایا ...... یوں یہ احتمال، دو (۲) وجوہ سے باطل ہے :

۱...... اِس احتمال کے ذریعے مکمل اضطرابات رَفع نہیں ہوتے۔ جبکہ امام ترمذیؒ نے جامع میں، امام بخاریؒ کا قولِ بالا اِس لئے نقل فرمایا ہے ...... کہ امام بخاریؒ کے قول سے تینوں (۳) اِضطرابات حل ہو سکیں۔

۲...... علامہ حاکم **نیشا پوریؒ** فرماتے ہیں : لَم يَسْمَع قَتَادَةُ عَن صَحَابِيٍّ غيرَ انسؓ بن مالک (حضرت قتادہؒ کا حضرت زیدؓ بن ارقم سے سماع ثابت نہیں) ...... سیدنا امام احمدؒ بن حنبلؒ کا فرمان بھی یہی ہے۔

...... علامہ محمد یَحییٰ کاندھلویؒ الکوکب الدّری میں رقمطراز ہیں اِنّ وِلادَةَ قتادةؒ فی ۶۱ وَفاةُ زیدؓ مُختَلَفٌ من ۶۵ الی ۶۸ ...... معلوم ہوا کہ حضرت قتادہؒ اور حضرت زیدؓ کی ملاقات ممکن نہیں۔

...... **اِن دو (۲) وجوہِ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت ہشامؒ کی رِوایت قطعی طور پر نادرست ہے۔**

...... **احقر** کے ہاں اس صورت میں یہ سند درست ہو سکتی ہے۔ جب اِس روایت کو حضرت قتادہؒ نے حضرت زیدؓ بن اَرقم سے مُرسلاً نقل کیا ہو ...... بہرحال حضرت ہشامؒ کی یہ سند باقی اَسناد کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

ii...... **تنقیح احتِمالِ ثانی** : بعض سادات محدثینؒ کے ہاں اِس احتمال سے تینوں اِضطرابات حل ہو جاتے ہیں ...... جبکہ یہ بات درست نہیں ...... کیونکہ مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قتادہؒ کا سیدنا

زیدؓ بن اَرقم سے بلا واسطہ سماع ممکن نہیں ہاں اگر حضرت زیدؓ بن اَرقم سے بالواسطہ روایت کو تسلیم کیا جائے۔ تو اس اِحتمال کے ذریعے چاروں رِوایات، صحیح ہو جائیں گی اور تینوں اضطرابات رفع ہو جائیں گے۔

iii ...... **تنقیح احتمالِ ثالث** : یہ صرف ایک خیالی احتمال ہے۔ ساداتِ علماءؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں نیز یہ اِحتمال اِس حیثیت سے بھی نادرست ہے کہ امام بیہقیؒ امام احمدؒ بن حنبلؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ ''حضرت قتادؒہ کا سلسلہ روایت، سیدنا زیدؓ بن ا تک تو بالواسطہ پہنچتا ہے سیدنا انسؓ بن مالک تک نہیں''۔

iv ...... **تنقیح احتمالِ رَابع** : یہ اِحتمال، اکثر شارحینؒ کے ہاں راجح ہے ...... کیونکہ اِسے کسی حضرتِ محدث نے رد نہیں کیا نیز اس اِحتمال کی تائید امام ابن حبّانؒ کی منقولہ درج ذیل دو (۲) روایات سے بھی ہوتی ہے:

(۱) ...... عن شُعبَۃؒ عن قتَادۃؒ عن قاسمؒ بن عوف الشیبانیؒ عن زیدؓ بن ارقم۔

(۲) ...... عن شعبۃؒ عن قتادۃؒ قالَ سَمِعتُ نَضرؒ بن انسؒ یُحدّث عن زیدؓبنِ ارقم۔

...... اِن دونوں (۲) اَسنادِ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت قتادؒہ کے دو (۲) تلامذہ، حضرت شعبہؒ اور حضرت سعیدؒ کے درمیان کوئی اِختلاف نہیں ...... کیونکہ دونوں حضرات، حدیث مذکور کو حضرت قاسمؒ بن عوف سے روایت کرتے ہیں ...... **الغرض** تینوں اضطرابات (۱) وجود و عدم واسطہ (۲) تعیینِ واسطہ (۳) تعیینِ حضرت صحابیؓ۔ حضرت امام بخاریؒ کے فرمان کے مطابق رَفع ہو چکے ہیں ...... **لہٰذا یہ روایت صحیح اور قابل عمل ہے۔**

۷۔ حدیث ابن ارقمؓ مع بیان تخریج : حضرۃ زیدؓ بن ارقم کی حدیث کے اَلفاظ وہی ہیں۔ جو اِمام ترمذیؒ نے سیدنا انسؓ بن مالک سے نقل کیے ہیں اَنّ النّبیّ ﷺ کانَ اِذا دَخلَ الخلاء قالَ ''اَللّٰھُمّ اِنّی اَعُوذُ بِکَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِث ...... اِس حدیث کو امام ترمذیؒ نے **حسن صحیح** فرمایاہے۔ اور اِسے **باب ما یقول** کے ضمن ...... اِمام ابوداؤدؒ اور اِمام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سنن ...... میں تحریر فرمایا ہے۔

۸۔ اَسباب وحلِّ اضطرابات : سیدنا عبدالعزیزؒ کے چار شاگرد ہیں (۱) امام شعبہؒ (۲) امام حمادؒ (۳) علامہ عبدالوارثؒ (۴) علامہ وھیبؒ ...... اِن میں سے امام شعبہؒ **اللّٰھُمّ اِنّی اَعُوذُبِکَ** اور **اَعُوذُ بِاللّٰہ** کے کلمات نقل فرماتے ہیں ...... امام حمادؒ **اللّٰھم اِنّی اَعُوذُبِکَ** ...... علامہ عبدالوارثؒ **اَعُوذُ بِاللّٰہ** اور علامہ وھیبؒ صرف **فَلیَتَعَوّذ بِاللّٰہ** ...... اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں ...... امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں

صرف امام شعبہ کی روایت کو تخریج فرمایا اور باقی تین (۳) تلامذہ کے اضطرابی کلمات کو ترک فرما دیا، وہ اسلئے کہ امام شعبہؒ اپنے اُستاد سے دونوں طرح کے کلمات نقل فرماتے ہیں نیز امام شعبہؒ باقی تین رواۃ کے مقابلے میں اُصحاب جرح وتعدیل کے ہاں، اوثق واَحفظ اور اَمیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

۹۔ **اساتذۂ صحاح کا اجمالی تعارُف** : امام ترمذیؒ، امام ابو داؤدؒ اور دیگر سادات محدثینؒ نے جن اساتذہ حدیث سے حدیث الباب کو نقل کیا ہے اُن کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے :

(البتہ ایسے تمام مقتدر اساتذہ کرام، جن کا تعارف پہلے گزر چکا ہے ان کا اعادہ نہیں کیا گیا)۔

۱ ...... **شعبہؒ بن حجاج بصری** : کنیت ابو بسطام ...... واسط میں پیدا ہوئے ...... بصرہ میں بطور اُستاد وامام سکونت پذیر رہے ...... حضرات محدثینؒ کے ہاں آپ ثقۃ حافظ متقن ہیں ...... امام سفیان ثوریؒ نے آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے ...... بعض حفاظؒ اور امام دار قطنیؒ نے آپکو سند کے حوالہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ جو درست نہیں ...... آپ ۸۲ھ میں پیدا ہوئے ...... ۱۶۰ھ بصرہ میں وفات پائی۔

۲ ...... **عبد العزیزؒ بن صہیب البنانی البصری** : نابینا تھے۔ تابعی ہیں۔ ثقہ ہیں۔ وفات ۱۳۰ھ۔

۳ ...... **زیدؓ بن ارقم بن زید** : آپ معروف انصاری اور خزرجی صحابی ہیں حضور انور ﷺ کی زیر قیادت تمام سترہ غزوات میں شریک رہے ...... غزوۂ خندق کے موقعہ پر آپ کا جذبہ جہاد مثالی رہا ...... سیدنا امام علیؓ کے زمانہ خلافت راشدہ میں آپؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے دار الخلافہ کوفہ کی جانب ہجرت فرمائی، اور وہیں مستقل قیام پذیر رہے ...... غزوہ صفین میں اہل الحق کے ہمراہ سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل تھے ...... سن ۶۶ھ میں بمقام کوفہ وصال فرمایا

۴ ...... **قتادہؒ بن دعامۃ السدوسی** : کنیت ابو الخطاب ...... رہائش بصرہ میں رہی ...... جمہورؒ کے ہاں آپ ثقۃ ثبت ہیں ...... البتہ بارہا تدلیس فرماتے رہتے ہیں ...... امام یحییٰ بن معینؒ نے آپ پر قدری ہونے کا الزام لگایا ہے ...... پیدائشی نابینا تھے ...... سن ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

۵ ...... **نضرؒ بن انسؓ البصری** : کنیت ابو مالک ...... ثقہ ہیں ...... معروف صحابی سیدنا انسؓ بن مالک کے صاحبزادے ہیں ...... وفات سن ۱۰۳ھ۔

۶ ...... **سیدنا انسؓ بن مالکؓ** : بن نضر الانصاری البخاری الخزرجی ...... کنیت : ابو حمزہ

...... آپؓ نے مسلسل دس سال تک حضور انور ﷺ کی سفر وحضر میں خدمت کی ...... علامہ ابنؒ سعد ''طبقات'' میں فرماتے ہیں انه شَهِد بَدرا ...... حضور اکرم ﷺ نے آپ کی اولاد اور مال کے بارے دعا فرمائی جس کا حاصل بقول سیدنا انسؓ یہ ہوا اِنَّ أرضِى يُثمِرُ فِى سَنَةٍ مَرَّتين (کہ میں اپنے رقبہ سے دو بار پیداوار حاصل کیا کرتا تھا) ...... نیز آپؓ کثرتِ تعداد کے سبب اپنی اولادِ امجاد کے ناموں کو بھول جایا کرتے تھے ...... حضراتِ محدثینؒ کی تحقیق میں ایک سو (۱۰۰) تک آپؓ کے اولاد کی تعداد جا پہنچتی ہے ...... حضرت انسؓ بن مالک نے سادات صحابہؓ کی ایک بہت بڑی جماعت سے احادیث مقدسہ کو روایت کیا ہے ...... تلامذہ کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ روایت کرنے والوں میں، حضرت موسیٰؒ بن انسؓ، نضرؒ بن انسؓ، ابو بکرؒ بن انسؓ (یہ تینوں حضرات، آپؓ کے صاحبزادے ہیں) سیدنا حسن بصریؒ، ثابت البنانیؒ، سلیمانؒ التیمی ...... آپ سے روایت شدہ احادیث کی تعداد ۱۲۸۶ (ایک ہزار دو سو چھیاسی) ہے ...... جن میں سے ۱۶۸ احادیث، متفق علیہ، ۸۳ صحیح بخاریؒ اور ۷۱ صحیح مسلمؒ میں موجود ہیں۔

...... آپؓ کا حافظہ ضرب المثل تھا۔ باوجود کم عمر ہونے کے آپؓ کا شمار مکثرین صحابہؓ (جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہو) میں ہوتا ہے ...... آپ کی فقاہت وقوۃ حافظہ کو دیکھتے ہوئے سیدنا فاروق اعظمؓ نے آپ کو تعلیم فقہ کیلئے بصرہ بھیج دیا تھا ...... سیدنا علیؒ بن مدینی کا قول ہے كَانَ آخِرُ الصَّحَابَةِؓ مَوتاً بِالبَصرَة ...... وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۱۰۳ یا ۹۹ سال تھی ...... سن وفات ۹۳ نقل کیا گیا ہے۔

...... (امام اعظم سیدنا ابوؒحنیفہ کا سن ولادت ۸۰ھ ہے۔ آپ کی باہمی ملاقات ومصاحبت ثابت ہے)

۱۰۔ حاصل متن جامع ترمذی: بیت الخلاء میں داخلہ اور خارجہ کی بابت امام ترمذی نے دو (۲) ابواب قائم کیے ہیں ...... پہلے باب کے ضمن میں سیدنا انسؓ بن مالک کی روایت کو پہلے اختلافی متن، اور دوسری مرتبہ اتفاقی متن کے ساتھ نقل کیا ہے ...... وفی الباب عن کے تحت سادات صحابہ کے اسمائے گرامی کے تسلسل میں سیدنا زیدؓ بن ارقم کا نام نامی جب امام ترمذیؒ نے بیان کیا۔ تو پھر ان کے اسنادی اضطراب پر تفصیلی گفتگو کی۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ...... دوسرے باب کے ضمن میں سیدہ عائشہ کی روایت کو نقل کیا گیا ہے ...... امام ترمذیؒ کی تحقیق میں اِس ترجمۃ الباب میں سوائے سیدہ عائشہ کی اس روایت کے، اور کوئی حدیث موجود

نہیں اور یہ اکیلی روایت بھی غریب ہے (غریب حسن لا نعرفه الا من حدیث اسرائیل ولا یُعرَف فی هذاالباب الا حدیث عائشۃ) امام ترمذی نے سیدنا ابو بردۃ کا اجمالی تعارف بھی کرایا ہے کہ اُن کا نام عامرؓ بن عبداللہؓ ہے۔ قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتے ہیں کتب اَحادیث میں، آپ کو ابوبردۃ اور آپ کے والدگرامی کو ابوموسیٰؓ کی کنیتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔

(ابوبُردة بن ابی موسی اسمه عامرؓ بن عبداللهؓ بن قیس الاَ شعری)

....

وفاق المدارس /تنظیم المدارس /رابطه المدارس /اتحادالمدارس

عن شعبةؓ عن عبدالعزیزؓ......قال اللهم انی اعوذ......فی اسناده اضطراب. سالت محمداً عن هذا......یحتمل ان یکون قتادةؓ روی عنهما جمیعا......بینوا امرادالحدیث...... وبینوا صورةالاضطراب وصورة رفعه مفصلاً ثم جواب محمدؓ.

قال ابوعیسی سالت محمداً عن هذ فقال یحتمل ان یکون قتادةؓ روی عنهما جمیعا... بینوا امراذالحدیث.. واوضحواالالفاظ المخطوطة.. وحرروانبذة من اَحوال انسؓ بن مالکؓ وعددمروياتهؓ واذکرواحدیث زیدؓ بن ارقم. ولم ترک بعض وجوه الاضطراب اوضحواالعبارة.. وبینوا وجوه الاضطراب وصورة رفعه... ثم تعریف الاضطراب و حکمه.. وحکم هذ الحدیث المضطرب...

علیکم بیان حدیث زیدؓ بن ارقم ومن اخرجه من اُمهات الست ؟ ثم تحقیق الاضطراب الواقع فیه.. وتحلیله.. والرفع.. وما هو حکم حدیث المضطرب وهل یحتج به ام لا ؟

......دنیا بھر بالخصوص برصغیر انڈیا، بنگلہ دیش، پاکستان اور افغانستان کے عمومی دینی مدارس، جامعات اور تعلیمی اداروں نے طلباء اور طالبات سے بارہا مندرجہ بالا علمی مباحث کو امتحانی پرچوں کے ذریعے پوچھا ہے۔

باب فِی النهی عن إستقبال القِبلَة

۱۔ **حاصل مطالعہ کتب حدیث** امام بخاریؒ نے حدیث الابواب پر تین (۳) ابواب

۱۔ بابُ لا تَستقبِلُ القِبلَةَ بِغائط ۲۔ بابُ من تبرّز علی لبنتین۔

۳۔ باب التبرّز فِی البُیُوت۔ قائم فرمائے ہیں۔ اور ان کے ضمن میں دو (۲) احادیث:

۱۔ **حدیث سیدنا أبو أیوب انصاریؓ** ۲۔ **حدیث سیدنا ابن عمرؓ**

کو نقل فرمایا ہے۔ (دونوں احادیث مقدسہ کا ترجمہ و مختصر تشریح آگے مرقوم ہے)

.... **امام مسلمؒ** نے بابُ الاستِطابَہ کے ذیل میں چار (٤) احادیث:

۱۔ عن سَلمَانؓ قالَ قِیلَ لہ قَد عَلَّمَکُم۔ ۲۔ عَن أبی أیوبؓ أنّ النَّبِی ﷺ قالَ

۳۔ عن أبِی هُرَیرةؓ عَن رَسُولِ اللّٰه ﷺ ۴۔ عَن اِبنِ عُمَرؓ قالَ رَقِیتُ علی۔

کو مختلف چار (٤) اسناد سے روایت فرما کر مسلکِ حنفیہؒ کے أحق ہونے پر محدثانہ مہر ثبت فرما دی ہے۔

.... **امام نسائیؒ** نے: النهیُ عن اِستِقبَالِ القِبلَةِ عِندَ الحَاجَة۔

النهیُ عَن اِستِدبَارِ القِبلَةِ عِندَ الحَاجَةِ۔ الامرُ بِاستِقبَالِ المَشرِقِ وَالمَغرِب۔

الرّخصَةُ فِی ذَالِکَ فِی البُیُوت۔ کے أبواب کے ضمن میں دو (۲) أحادیث:

۱۔ **حدیث سیدنا أبو أیوب أنصاریؓ** ۲۔ **حدیث حضرت ابن عمرؓ**

کو تخریج فرمایا ہے۔ حدیث أوّل (سیدنا أبو أیوبؓ) جو حضراتِ حنفیہ کی أساسی دلیل ہے پر چار (٤) متعدد أسناد، تین (۳) مختلف أبواب۔ اور حدیث سیدنا ابن عمرؓ پر اَلرُّخصَة کا عنوان قائم کر کے امامِ نسائیؒ نے جس طرح مسلک جمہورؒ (ساداتِ حنفیہؒ) کی تائید کی ہے...... وہ اُن کی محدثانہ عظمت کی عمدہ دلیل ہے۔

.... **امام ابوداؤدؒ** نے مسئلہ الباب پر دو (۲) عنوان ۱۔ بَابُ کَرَاهِیَةِ اِستِقبَالِ القِبلة

۲...... بَابُ الرّخصَةِ فِی ذَالِک قائم فرمائے ہیں...... اور ان دو (۲) أبواب کے ضمن میں سات (۷) أحادیث مقدسہ: حدیث سَلمَانؓ / رِوَایت أبو هُرَیرةؓ / حدیث أبو أیوب أنصاریؓ۔ رِوَایت أبو مَعقَل الاسَدیؓ / اَثر اِبنِ عُمَرؓ / حدیث اِبنِ عُمَرؓ / رِوَایت جابرؓ بنِ عبدِاللّٰه

کو تحریر فرمایا ہے ...... امام ابوداؤدؒ کے اندازِ رِوَایت و دِرَایت سے مسلکِ حنفیہ کی بھرپور تائید ہو رہی ہے۔

امام ترمذیؒ نے حسبِ معمول مسئلہ الباب پر فقیہانہ اور محدثانہ گفتگو فرمائی ہے۔ پہلا عنوان : بَاب فِي النَّهيِ عَن اِستِقبَالِ القِبلَة قائم فرما کر سَیّدنا اَبُو اَیّوب اَنصَارِیؓ کی حدیث مقدسہ کو روایت فرمایا ہے جو مسلک حنفیہ کی اساسی اور بنیادی دلیل ہے ...... پھر حضرت اِمام ترمذیؒ نے مسلک حنفیہ کی مؤید روایت کو اَحسَنُ شَئی فِی هٰذَا البَابِ وَاَصَح فرما کر حسبِ معمول اِعترافِ حقیقت فرمایا ہے۔

...... دوسرا (۲) عنوان باب ماجاء من الرخصة فی ذلک مقرر فرمایا ہے اور اس ضمن میں دو رِوَایات عَن جَابِرؓ بنِ عَبدِاللّٰه قالَ نَهی / عَنِ ابنِ عُمَرؓ قالَ رَقِیتُ کو تخریج فرمایا ہے...... پہلی رِوایت کو غریب قرار دیکر اور دوسری روایت کو مسئلہ الباب میں غیر صَریح سمجھتے ہوئے آخر میں تحریر فرما کر حضرت اِمامؒ نے جس اَنداز سے مسلک حنفیہ کی تائید فرمائی ہے ...... وہ یقیناً انکی شانِ اِمامت کی باعظمت دلیل ہے۔

...... **امام ابن ماجہؒ** نے دو (۲) عنوانات : بَابُ النَّهيِ عَن اِستِقبَالِ القِبلَةِ بِالغَائِط . بَابُ الرُّخصَةِ فِی ذَالِکَ فِی الکَنِیف . کے ضمن میں آٹھ (۸) اَحادیث مقدّسہ کو نقل فرمایا ہے۔ جن میں سے سیدنا عبداللّٰہؓ بن حَرث الزّبَیدِی اور سیدنا اَبُو سَعِید خُدرِیؓ کی رِوایات سے اِمام ابنِ ماجہؒ نے مسلک حنفیہ کو جو مزید مدلل کیا ہے۔ وہ اُن کی جلالتِ شان کی بہترین مثال ہے۔

۲۔ ترجمہ ومختصر تشریح : سیدنا اَبواَیوبؓ اَنصاری حضورِ اَنور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : تم میں سے جو فرد قضاءِ حاجت کیلئے بَیتُ الخَلاء میں آئے۔ قبلہ کی جانب بحالت پاخانہ و پیشاب رُخ کرے اور نہ ہی پُشت ...... بلکہ مشرق و مغرب کی طرف اپنا رُخ کر لے ...... (جبکہ قبلہ، شمال یا جنوب کی سمت میں واقع ہو) ...... (جیسا کہ بیت اللہ (قبلہ) مدینہ منورہ سے جنوب کی جانب واقع ہے ...... برصغیر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، ایران اور مشرقی ایشائی و عربی ممالک کے باسی، چونکہ بیت الله سے مشرق کی سمت میں ہیں ...... اِسلئے اُن کیلئے شمال و جنوب میں بیٹھنے کا حکم ہوگا)

...... سیدنا ابوایوبؓ انصاری فرماتے ہیں جب ہم (حضراتِ صحابہؓ) ملکِ شام میں فاتح بن کر داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا بَیتُ الخَلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے ہیں ...... ہم قضاءِ حاجت کے وقت اُس سمت سے اپنا جسم پھیر لیتے

اور بیت اللہ کا مکمل احترام نہ ہو سکنے کے سبب استغفار کرتے۔

۲۔ سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں میں ایک دن سیدہ حفصہؓ کے حجرہ کی چھت پر چڑھا میں نے دیکھا سیدی رسول اللہ ﷺ قضاءِ حاجت کیلئے تشریف فرما ہیں ملک شام کی جانب آپ ﷺ کا رُخِ انور ہے اور کعبہ (بیت اللہ) کی جانب آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک۔

۳۔ مسالک ائمہؒ : قضاءِ حاجت کے وقت استقبال واستدبار قبلہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں دس (۱۰) اَقوال کتب اَحادیث میں موجود ہیں ...جن میں سے **چار** (٤) معروف اَقوال درج ذیل ہیں :

۱...... اِستقبال و اِستدبار ہر حالت میں ناجائز ہے.....خواہ انسان قضاءِ حاجت کیلئے میدان وصحرا میں بیٹھا ہوا ہو **یا** چار دیواری و بند کمرہ میں ..... یہ مسلک سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ بن حنبلؒ، جمہور محدثینؒ اور جملہ فقہاءِ کرامؒ کا ہے..... آج ملت اِسلامیہ بلا تفریقِ مسلک اِسی قولِ اَحق پر عمل پیرا ہے۔

۲...... اِستقبال و اِستدبار بہر کیفیت جائز ہے..... یہ قول سیدہ عائشہؓ اور چند متقدمین کی جانب منسوب ہے۔

۳...... اِستقبال و اِستدبار چار دیواری میں تو جائز ہے کھلی فضاء میں ممنوع ..... یہ مسلک امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے.....۴۔ اِستدبار مطلقاً جائز ہے اور اِستقبال مطلقاً ناجائز (خواہ بنیان میں ہو یا صحرا میں) .....علامہ عینیؒ نے اِمام ابوحنیفہؒ اور امام اَحمدؒ سے ایک روایت، اِس قول کے موافق نقل کی ہے۔

٤۔ دلائل جمہور : حضراتِ اَحنافؒ، معروف نو (۹) اَحادیثِ مرفوعہ اور تین (۳) آثارِ موقوفہ سے اِستدلال کرتے ہیں.....جن میں سے چار (٤) اَحادیث درج ذیل ہیں :

ا...... **حدیث الباب** : عن اَبی اَیوب الاَنصَارِیؓ قالَ قالَ رسولُ اللّٰہ ﷺ اِذَا اَتیتُمُ الغَائِطَ فلا تَستَقبِلُوا القِبلَۃَ وَلا تَستَدبِرُوھَا وَلٰکِن شَرِّقُوا اَوغَرِّبُوا (بخاریؒ ومسلمؒ وابوداوٗدؒ وترمذیؒ وغیرہم)

...... تمام ساداتِ محدثینؒ نے نہ صرف حدیث الباب کو نقل کیا ہے بلکہ صَحِیح اور اَصَح فرما کر مسئلہ الباب کی اَساس قرار دیا ہے.....امام ترمذیؒ نے روایت مذکورہ کو اَحسَنُ شَیئٍ فِی ھٰذَاالبَاب واَصَح فرما کر تمام ساداتِ محدثینؒ کی ترجمانی کرتے ہوئے اعترافِ حقیقت فرمایا ہے یہ حدیث، مسلکِ اَحنافؒ کی حقانیت اور اَرجح ہونے پر نہ صرف نص ہے..... بلکہ متاخرین علماءؒ، محدثینؒ اور فقہاءؒ نے بلا تفریق مسلک اِس حدیث

مبارک کو مرجع اور ماخذ قرار دیکر مسلک احناف کو ہی فقط قابل عمل اور معمول بہ قرار دیا ہے۔

ii..... عن سلمان الفارسیؓ قال قیل لہٗ لقد علّمکم نبیّکم ﷺ حتی الخراءۃ قالؓ لقد نھانا رسولُ اللہ ﷺ ان نستقبل القبلۃ (مسلمؒ وترمذیؒ وابوداؤدؒ وغیرہم)

iii..... عن ابی ھریرۃ قال رسولُ اللہ ﷺ اِنّما انالکم بمنزلۃ الوالد. فاذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبلُ القبلۃ ولا یستدبرُھا (مسلمؒ وابوداؤدؒ وابن ماجہؒ وغیرہم)

iv..... عن ابی ایوب الانصاریؓ قالَ فقدمناالشامَ فوجدنامَراحیضَ قد بُنیت مُستقبلَ القبلۃ فننحرفُ عنھا فنستغفرُاللہ (مسلمؒ وابوداؤدؒ وترمذیؒ وطحاویؒ) یہ اثر، سادات صحابہؓ کے عملی اجماع کو بیان کر رہا ہے۔

اِن دلائل کے علاوہ حضرت **معقلؓ ، عبداللہؓ بن الحارث ، ابواُمامہؓ** اور **سہلؓ بن حنیف** کی رِوایات (سنن ابوداؤدؒ، سنن نسائیؒ، سنن ابن ماجہؒ اور دیگر کتب احادیث میں) مکمل متن وسند کے ساتھ موجود ہیں۔

سیدنا امام ترمذیؒ نے وَفی البابِ عَن کے تحت اِن اَحادیث کی جانب اِشارہ کیا ہے۔

اِن تمام اَحادیث ودَلائل سے اِستقبال واِستدبارِ قبلہ کی کراھت، نہایت صَراحت سے معلوم ہوتی ہے کتب اَحادیث میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں..... جن میں قبلہ کی جانب لُعابِ دَھن اور آب بینی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے..... حالانکہ یہ دونوں مواد (لُعاب وآب بینی) بالاتفاق طاہر ہیں۔نجس نہیں..... جبکہ بول وبراز بالاجماع نجس ہیں..... لہٰذا قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی جانب اِستقبال واِستدبار یقیناً ممنوع ہوگا۔

۵۔ **قول ثانی کے دلائل** : یہ حضرات درجِ ذیل دو رِوَایات سے اِستدلال کرتے ہیں :

i..... عن جابرؓ قالَ نھَی النّبیُّ ﷺ اَن نَستَقبِلَ القِبلَۃَ ببَول فرأیتُہ قبلَ أن یُقبَضَ بعَام یَستَقبِلُھا (ترمذیؒ وابوداؤدؒ وغیرھما)..... وِصالِ پاک سے ایک سال قبل کا عمل (کہ بوقتِ بول آپ ﷺ مستقبلِ قبلہ تھے) یقیناً سابقہ اَعمال کیلئے ناسِخ ہے..... لہٰذا اِستقبال واِستدبارِ قبلہ کی نفی والی رِوَایات منسوخ ہوں گی۔

ii..... عن ابنِ عُمرؓ قالَ رَقیتُ یوماً عَلی بَیتِ حفصَۃؓ فرأیتُ النّبی ﷺ عَلی حَاجَتِہ مُستَقبِلَ الشّام مُستَدبِرَ الکَعبَۃ (ترمذیؒ وابوداؤدؒ وغیرھما)۔

۶۔ **قول ثالث کے دلائل** : یہ حضرات، فقیہانہ بصیرت سے جواز کی رِوایات کو چار دیواری اور احادیث

کراہت کو کھلی فضاء اور میدانی علاقے پر محمول کرتے ہیں ۔۔ جس کی تائید درج ذیل اثر موقوف سے ہوتی ہے
..... عَن مَروَان الاصفرؒ قالَ اَناخَ اِبنُ عُمرؓ رَاحِلَتَه نحوَ القِبلَة ثُمّ جَلسَ یَبُولُ اَلیهَا فقَالؓ فاذا کَانَ بَینَکَ وبَینَ القِبلَةِ شَئی یَستُرُکَ فَلا بَاسَ به (سنن ابوداؤد وغیرہ)

..... چوتھے قول کا اِستدلال، سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی حدیث کے اس جملہ مُستَقبِلَ الشّام مُستَدبِرَ الکَعبَة سے ہے ..... نیز اِستقبالِ قبلہ میں چونکہ سوءِ اَدب ہے اِسلئے استقبال مکروہ ہے جبکہ اِستدبار خلافِ اَدب نہیں ۔ کیونکہ بحالت اِستدبار گندگی کا رُخ زمین کی جانب ہوتا ہے نہ کہ قبلہ کیجانب ۔ لہٰذا اِستقبال مکروہ ہے اور اِستدبار جائز ہے

۷۔ **جوابات** : دوسرے اور تیسرے قول کے دلائل کے ضمن میں سیدنا جابرؓ، سیدہ عائشہؓ، سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت مروان الاصفرؒ کی رِوَایات مقدسہ کا حوالہ دیا گیا ہے ..... اور یہی چار رِوایات، اِن تمام مسالک کا مجموعی مأخذ ہیں ..... ہر ایک کے جوابات و توجیہات کا خلاصہ درج ذیل ہے :

i ..... **جوابات حدیث جابرؓ** : حضرات محدثینؒ نے مذکورہ روایت کے صحیح ہونے کی نفی کی ہے ۔ اور اِسے ایک **ضعیف روایت** قرار دیا ہے ..... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حَدِیث جَابِرؓ فِی هذَاالبَاب حَدِیث حَسَن غَرِیب ..... یہ حدیث محمد بن اسحاق اور ابان بن صالح کے سبب نہ صرف ضعیف ہے ۔۔ بلکہ غیر معتبر ہے ۔

..... **محمد بن اسحاق** کے بارے میں امام نسائیؒ، امام دار قطنیؒ اور حضرت اِمام مالکؒ نے نہایت سخت موقف اختیار کیا ہے اور اُسے ایک **غیر معتبر**، **ضعیف** اور **کذاب** راوی قرار دیا ہے ..... سیدنا اِمام مالکؒ کا فرمان ہے لَاَن اَقَمتُ فِیمَابَینَ الحَجرِ وبَابِ بَیتِ اللّه لَقُلتُ اَنّه دَجّال کَذّاب لَستُ اُبَالِی محمد بن اسحاق کے دَجال و کذّاب ہونے کی وجہ اُس کا بدعقیدہ ہونا ہے کیونکہ وہ **رافضی** بھی تھا اور **قدری** بھی

..... اِسی طرح جناب **ابان بن صالح** کو علامہ حافظ ابن عبدُ البرؒ اور علامہ ابنِ حزم ظاہریؒ نے تفصیلی جرح کے بعد بہت ہی ضعیف راوی قرار دیا ہے ۔

(ب) ..... اُصولِ حدیث کا مسلّم ضابطہ ہے اِنّ النّاسِخَ لابُدّاَن یکُونَ فِی قُوّةِ المَنسُوخ ..... کہ ضعیف و غیر معتبر رِوایات کبھی بھی اُن احادیث مقدسہ کیلئے ناسخ نہیں بن سکتیں، جو حضراتِ محدثینؒ کے ہاں بالاتفاق ''**صحیح**'' بھی ہیں اور مسئلہ الباب میں ''اَصح'' بھی ..... لہٰذا یہ ضعیف حدیث اَحادیث **صحیحہ** کے

معارض ہونے کے سبب **متروک** ہوگی۔

ii...... **جوابات حدیث عائشہؓ** حضرات محدثینؒ نے مذکورہ روایت کو مُنکر، موقوف، مُنقطع اور مُرسَل قرار دیا ہے کسی حضرت محدث نے تحسین کی ہے اور نہ ہی اسے صحیح کہا ہے۔

(ب)...... امام بخاریؒ کے نزدیک اس حدیث کی سند دو (۲) جگہ سے منقطع ہے۔

(ج)...... سیدنا امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ روایت ''منقطع'' بھی ہے ''موقوف'' بھی اور ''مرسل'' بھی (اِنَّ الحَدِیثُ مُرسَل لاَنَّ عِرَا کاً لَم یَسمَع عَن عَائِشَۃؓ)۔

(د)...... علامہ ابن حزمؒ نے حدیث مذکور کو **منسوخ** قرار دیا ہے۔

(ہ)...... **احقر کے نزدیک** حضرات صحابہؓ نے محبت رسالتؐ میں حضور انور ﷺ کے فرمان **لاتستقبلوا القبلة ولاتستدبروها** کی نہی کو حرمت پر محمول فرمایا...... اور اِستقبال و اِستدبار کو حرام سمجھنے لگے۔ حضور انور ﷺ نے بیانِ جواز اور اِثباتِ کراہت کیلئے اِستَقبِلُوا بِمَقعدتِی اِلی القِبلَۃ کا حکم فرمایا۔

iii...... **جوابات اثر مروان الاصفر** : یہ اثرِ موقوف **حسن بن ذکوانؒ** راوی کی بدولت نہایت ضعیف ہے۔

(۱) ...... امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں اَحَادِیثُہ اَبَاطِیل ...... (۲) علامہ یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں اِنَّہ مُنکَرُ الحَدِیث ...... (۳) امام نسائیؒ کا فرمان ہے اِنَّہ لَیسَ بِالقَوِی ..

iv...... **جوابات حدیث ابنِ عمرؓ** : سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی رِوَایت، سند اور متن دونوں اِعتبار سے صحیح ہے ...... حضرات محدثینؒ نے اِسے صحیح مانا ہے...... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ''حسن'' بھی ہے اور ''صحیح'' بھی...... اب حدیث مذکور کا صحیح مفہوم اور معنیٰ کیا ہے ؟...... اِس کے تعین میں حضرات علماءؒ اور سادات محدثینؒ کے فرامین کا اِجمالی خاکہ درج ذیل ہے :

۱...... **اجمالی رُؤیَت فقط** : سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی رُؤیت (دیکھنے) میں دو (۲) اِحتمال ہیں :

(۱) اجمالی ؟ یا (۲) تفصیلی ؟ تفصیلی رُؤیت درجِ ذیل وجوہ سے محال ہے :

(الف)...... سیدنا اِبن عمرؓ خود فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر دو، با پردہ دیواروں کے مابین مستور تھا۔ ...... گویا سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کی ...... اور اِس کے بعد وہؓ نیچے اُتر گئے۔

...... یقیناً یہ ایک اجمالی زیارت تھی۔ جسے سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ بیان فرمارہے ہیں۔

(ب)...... بمطابقِ اَحادیث وروایات ''حضورِاکرم ﷺ نہایت باپردہ قضاءِ حاجت فرمایا کرتے تھے'' اسلئے حدیث مذکور سے کسی صحیح سمت کا تعین درست نہ ہوگا ...... بہرحال سیدنا ابن عمرؓ کی رُؤیت، تفصیلی نہ تھی۔

(ج)...... قضاءِ حاجت کی کیفیت اور اِحترام نبوت ﷺ کے سبب یہ اَمر یقیناً ناممکن ہے کہ یہ رُؤیت، تفصیلی ہو۔

۲...... **مُمانعتِ عینِ کعبہ** : بعض حضراتِ فقہاءؒ نے جواب دیا کہ نماز اور قضاءِ حاجت کے اِستقبالِ قبلہ میں شرعاً فرق ہے۔ کہ نماز کیلئے ''اِستقبالُ اِلیٰ جِهَةِ القِبلَة کافی ہے۔عینِ قبلہ کا اِستقبال ضروری نہیں۔ جبکہ قضاءِ حاجت کی صورت میں اِستقبال واِستدبار، عینِ قبلہ کی جانب ممنوع ہے۔ نہ کہ جہتِ قبلہ کی جانب ...... حدیث مذکور سے استدبار الیٰ جهت القبلة ثابت ہورہا ہے...... لہٰذا ہمارے مسلک کے معارض نہیں۔

...... **احقر کے ہاں** یہ توجیہ درست نہیں ...... کیونکہ سیدنا اَبوایوبؓ اَنصاری کی حدیث الباب کے کلمات **لاتَستَقبِلُوا القِبلَةَ وَلا تَستَدبِرُوهَا وَلكِن شَرِّقُوا اَوغَرِّبُوا**. اِس حقیقت پر صراحتاً دال ہیں ...... کہ قضاءِ حاجت کیلئے بھی جہتِ قِبلَة کا اِعتبار ہے عینِ قبلہ کا نہیں ...... **نیز** کتب حدیث میں ہمیں کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی۔ جس کے ذریعے ہم اور اہل علم ''نماز کے اِستقبال اور قضاءِ حاجت کے اِستقبال میں فرق کرسکیں''۔

۳...... **مُحدِثانہ توجیہ** اور **میں** : **احقر** کی تحقیق میں حضورِاکرم ﷺ کیلئے نماز اور قضاءِ حاجت دونوں میں'' عینِ قبلہ'' کا اِعتبار ہے۔ جبکہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کیلئے جهتِ قبلة کا ...... یعنی فرق حضورِاکرم ﷺ اور اُمتی کے اِعتبار سے ہے...... نہ کہ نماز اور قضاءِ حاجت کے حوالہ سے۔

۴...... **حقیقتِ مُحَمّدیہؐ اور کعبہ** : **احقر کے ہاں** حضرات اربابِ تصوفؒ اور اَصحابِ فقہ وحدیث کے نزدیک حضورِ اَنور ﷺ کا وجودِ مسعودْ بیتُ اللّٰه اور کعبہ مقدسہ کے درودیوار سے بہت ہی اَعلیٰ و اَرفع ہے۔

...... اِسلئے حضورِ دوعالم ﷺ کا قبلہ کی جانب رُخ **یا** پیٹھ کرنا خود بیتُ اللہ کیلئے باعث شرف اور سبب فضیلت ہے ...... ہاں اہل اِسلام کو جو اِستقبال واِستدبار سے روکا گیا ہے۔ اُس کی حکمت، گستاخی اور بے ادبی سے بچنا ہے۔

...... **لہذا** حضرت اَبواَیوبؓ اَنصاری کی رِوَایت میں عدمِ اِستقبال واِستدبار کا حکم ...... سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی واقعاتی حدیث سے معارض نہیں ...... کیونکہ سیدنا ابوایوبؓ انصاری کی رِوایت، تعلیمِ اُمت کیلئے ہے...... اور

سید نا عبداللہؓ بن عمرؓ کی واقعاتی روایت ، آپ ﷺ کی خصوصیت پر دال ہے۔

۵...... علامہ بحر العلوم لکھنوی فرماتے ہیں کہ آپ کے ہاں میدان اور چار دیواری میں فرق کرنے کی وجہ کیا ہے ؟ کہ استقبال و استدبار ، صحرا میں تو ناجائز ہو اور بنیان میں جائز ہو۔ اگر آپ یہ جواب دیں "کہ بنیان (چار دیواری) میں در و دیوار حائل ہوتے ہیں جس کے سبب بیت اللہ کی تعظیم میں کمی نہیں آتی جبکہ صحرا میں کوئی ایسی بناء حائل نہیں ۔ اسلئے سوئے ادب لازم آئے گا "...... تو اس ممکنہ جواب پر علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں "کہ آپ کوئی ایسی صورت بتلائیں جس میں اس انسان اور بیت اللہ کے مابین کوئی در و دیوار حائل نہ ہو...... نیز اُفق بھی بوجہ زمین گول ہونے کے (الأرضُ مُدَوَّرَة) اِس انسان اور بیت اللہ (قبلہ) کے درمیان حائل ہے ۔

۶ حضور انور ﷺ نے قضاءِ حاجت کے دوران جب آہٹ کی آواز سنی تو آپؐ نے اپنا چہرہ انور سید نا ابن عمرؓ کی طرف پھیرا ۔ جو شمال کی جانب سے چھت پر چڑھ رہے تھے...... جس پر انہیں یہ شبہ گزرا کہ مولائی حضور اکرمؐ کعبہ کی جانب پیٹھ کئے ہوئے ہیں...... جبکہ آپ ﷺ مشرق و مغرب کی سمت میں بیٹھے ہوئے تھے ۔

۷...... **احقر کے نزدیک** امام بخاریؒ کے ہاں بھی حدیث سید نا ابن عمرؓ سے وہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا جسے فریق ثانی ثابت کرنا چاہتا ہے...... کیونکہ امام بخاریؒ نے حدیث موصوف کو کتاب الوضوء میں دو مواقع پر نقل فرمایا ہے ...... پہلی مرتبہ مَن تَبَرَّزَ عَلٰی لَبِنَتَین اور دوسری مرتبہ التَّبَرُّزُ فِی البُیُوت کا عنوان قائم فرمایا ہے...... بناء ، جدار اور حائط (چار دیواری) میں اِستقبال و اِستدبار کے "جواز" کو ثابت نہیں فرمایا...... لہٰذا احادیث سید نا عبداللہؓ بن عمرؓ سے فریق ثانی و ثالث کا دعویٰ ، امام بخاریؒ کے ہاں بھی ثابت نہیں ہوتا ۔

۸۔ **وجوہ ترجیح** : سید نا امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے سادات مقلدین فقہاءؒ و محدثینؒ کا مسلک کئی وجوہ سے راجح ہے...... اُن میں سے چند درج ذیل ہیں :

i...... **أصحّ مافی الباب** : مسلکِ حنفیہ بحمد اللہ نو (۹) احادیث صحیحہ و مرفوعہ اور ایک اثر موقوف سے مؤید ہے...... جن میں سے سید نا ابو ایوبؓ انصاری کی روایت مقدسہ بالاتفاق أصح ما فی الباب ہے...... حضرات محدثینؒ کے ہاں کوئی روایت ، سند و متن میں صحت و حسن کے اعتبار سے اُس کے ہم پلہ نہیں ۔

ii...... **أحادیثِ قولیہ** اُصولِ حدیث کے محترم ماہرین کا مسلم اُصول ہے کہ "تعارضِ احادیث کے وقت

اُن مقدس روایات کو ترجیح ہوگی جن میں نبی رحمت ﷺ کے فرامین واَوامر کا ذکرِ خیر ہو''۔

iii ...... **ضابطہ وقانون کی روایات** حضرات محدثینؒ کے نزدیک وہ روایت، بقیہ اُن تمام روایات سے راجح ہوگی۔ جس میں شاہِ دوعالم ﷺ نے اُمت مسلمہ کیلئے کوئی ضابطہ وقانون بیان فرمایا ہو سیدنا ابوایوبؓ انصاری کی روایت مبارکہ میں حضورانور ﷺ نے یہ ضابطہ بیان فرمایا: کہ''اُمت مسلمہ کا کوئی بھی فرد قضاءِ حاجت کے وقت نہ ہی اِستقبالِ قبلہ کرے۔ اور نہ ہی اِستدبار''۔

iv...... **فرمان بمع دلیل**: جس حدیث مقدس میں حکم کے ساتھ دلیل وسبب کو بیان کردیا جائے وہ حدیث، حضرات اصولیینؒ کے نزدیک اپنے معارض دیگر روایات سے راجح ہوتی ہے۔ سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی حدیث الباب حُکم مَعَ السَّبَب پر مشتمل ہے۔ کہ لاتَستَقبِلُوا القِبلَۃ حکم ہے۔ اور أذَا أتَیتُمُ الغَائِط سبب۔ لہذا حدیث سیدنا ابوایوب انصاریؓ راجح ہوگی۔

v...... **حدیثِ مُحَرّم**: حلت وحرمت میں تعارض کے وقت حضراتِ علماءؒ کے نزدیک اُن روایاتِ مقدسہ کو ترجیح ہوگی۔ جو حرمت پر دلالت کریں۔ اُصولِ حدیث کا ضابطہ ہے۔ اَلتَّرجِیحُ لِلمُحَرّم۔

vi......**اوفق بالقرآن**: بیت اللہ شعائر الھیہ میں سے ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم اُمتِ مسلمہ پر لازم ہے۔ اِرشادِ باری ہے وَمَن یُعَظِّم شَعَائِرَ اللہ ...لہٰذا قضاءِ حاجت کے وقت ہر کیفیت میں اِستقبال و اِستدبار نہ کرنا شعائر کی تعظیم کا منشا ہے۔ اِسلئے سیدنا ابوایوب اَنصاریؓ کی روایت تمام روایات سے راجح ہوگی۔

vii...... **اجماعِ صَحَابہؓ**: حضراتِ صحابہؓ جب ملکِ شام میں تشریف لائے تو تمام مکرم مجاھدین وفاتحین قضاءِ حاجت کے وقت استقبال واستدبار قبلہ سے پہلو پھیر کر بیٹھتے تھے۔ یہ حضراتِ صحابہؓ کا اجماعی عمل ہے۔ جو سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی اجمالی رُؤیت سے یقیناً راجح ہے۔

viii...... **صحابہؓ و تابعینؒ کی تائید**: مسلک ساداتِ حنفیہ کی تائید وحمایت، حضرات اکابرِ صحابہؓ اور مشاھیر محدثینؒ کے اَقوال سے ہوتی ہے۔ جن میں سے چند زیبِ قرطاس ہیں:

(الف)...... حضرت ابوایوبؓ انصاری کا فرمان **فننحرف عنھا ونستغفر** تائیدِ اَحناف میں واضح ہے۔

(ب)...... **خلیفہ عادِل** حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں **مَااستَقبَلتُ وَمَااستَدبَرتُ مُدَّۃَ عُمرِی**۔

(ج)...... علامہ ابن حزم ظاہریؒ اور علامہ ابوبکرؒ ابن عربی فرماتے ہیں : اِنَّ الْاَقْرَبَ مَذْهَبُ اَبِی حَنِیْفَةَؒ

(د)...... علامہ ابن قیم حنبلیؒ ، السنن میں تحریر فرماتے ہیں : اَلتَّرْجِیْحُ لِمَذْهَبِ اَبِی حَنِیْفَةَ .

۹۔ **حدیث الباب کے ناقلین** اس حدیث کو تمام اصحاب صحاح وسنن نے روایت کیا ہے اور یہ بالاتفاق اصح ہے امام ترمذی فرماتے ہیں حَدِیْثُ اَبِی اَیُّوبَؓ اَحْسَنُ شَیٍٔ فِی هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ .

۱۰۔ **ممانعت کی علت** حضراتِ احنافؒ اور جمہورؒ کے نزدیک عدم استقبال واستدبار کے حکم کی علت احترام قبلہ ہے ..... لہٰذا بنیان وصحرا اور زمان ومکان کی تقیید وتخصیص کے بغیر یہ حکم، عام ہوگا۔

ii ..... امام شافعیؒ کے نزدیک استقبال واستدبار سے نہی کی علت احترام مُصَلِّین ہے، نہ کہ احترام قبلہ۔

..... **احقر کے ہاں** یہ قول درست نہیں کیونکہ مسئلہ الباب میں آمدہ تمام احادیث میں لفظِ قبلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے ..... **نیز** اگر علت احترام مصلین ہے۔تو پھر کسی سمت قضاءِ حاجت کی اجازت نہ ہونی چاہیئے۔

iii۔ امام احمدؒ کے نزدیک نہی کی علت، ہے تو احترام قبلہ ..... لیکن بصورۃِ استدبار چونکہ القاء قذرۃ (گندگی) کا رخ زمین کی طرف ہوتا ہے۔قبلہ کی جانب نہیں ..... لہٰذا استدبار قبلہ درست ہوگا۔جبکہ استقبال قبلہ کی صورت میں بول کی دھار کا رُخ ،قبلہ کی طرف ہوتا ہے ..... لہٰذا اُستقبالِ قبلہ مطلقاً ممنوع ہے۔

..... **احقر کے ہاں** یہ علت بھی مرجوح ہے ..... کیونکہ بوقتِ اِلقاءِ براز (بڑی گندگی) بصورت استدبار و استقبال، گندگی کا رُخ زمین کی طرف ہوتا ہے ..... تو دونوں (استقبال واستدبار) جائز ہوں۔حالانکہ استقبال قبلہ آپ کے ہاں مطلقاً ناجائز ہے۔

۱۱۔ **اساتذہ صحاح کا اجمالی تعارُف** : حضرت امام بخاریؒ اور دیگر اصحابِ صحاح کے ساداتِ اَساتذہؒ ومقتدر محدّثین عظام کا اِسنادی تسلسل کچھ اِس طرح ہے :

آدمؒ بن أبی أیاس العسقلانیؒ کنیت ابوالحسن۔خراسان میں پیدا ہوئے۔بغداد، بصرہ وکوفہ میں علم حاصل کیا ..... عسقلان میں اُستادِ حدیث رہے۔یہیں ۲۲۱ھ میں وصال فرمایا۔ثقۃ عابد مأمون آپکا لقب ہے

ابنُ أبی ذئبؒ نام ونسب محمدؒ بن ابو ذئبؒ بن عبدالرحمنؒ.آپ تمام محدثینؒ کے ہاں ثقہ ہیں۔

محمدؒ بن مسلم ابن شہاب الزہریؒ المدنی : کنیت ابوبکر۔مدون اول اور صغار تابعینؒ میں شمار ہے

سادات صغار صحابہؓ اور کبار تابعینؒ، آپ کے اُستاد ہیں ۔ ولادت سن ۵۰ھ، وفات ۱۲۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی ۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں الزّھری اِسْمُہ مُحَمَّدٌ بن مسلم اَلزّھری وَ کنیتہ اَبو بَکر ۔ آپؒ، امام مالکؒ، امام بخاریؒ اور دیگر سادات صحاح کے پسندیدہ مرکزی راوی ہیں ۔ حجاز اور شام کے عظیم محدثین میں سے ہیں ۔ جبکہ متاخرین کے ہاں آپ کی شخصیت، روایت کردہ اَحادیث کے تناظر میں خاصی مختلف فیہ اور مطعون ہے ۔

عطاءؒ بن یزیدؒ اللیثی : المدنی ۔ ثقہ ہیں ۔ سکونت ملک شام میں رہی ۔ وفات بعمر ۸۰ سال ۱۰۷ھ

سیدنا ابو ایوب الانصاریؓ: نام و نسب : خالدؓ بن زید بن کلیب بن ثعلبہ الانصاری البخاری الخزرجی المدنی ..... آپ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں ۔ حضور اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے ..... تو آپ ﷺ نے ایک ماہ تک اِنہیں کے ہاں قیام فرمایا ..... جب کہ بڑے بڑے اُمراء و رؤساءِ مدینہ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی درخواست کی ..... آپؐ نے تمام میزبانوں کو فرمایا ..... خلّوا ناقتی فانها مأمورةٌ ..... آخر کار حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی مبارک سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب جا کر بیٹھی ..... یوں آپ کو حضورِ اکرم ﷺ کی مہمان نوازی کی عظیم سعادت حاصل ہوئی ..... آپؓ کی پوری زندگی اِعلاءِ کلمة الله اور جهاد فی سبیل الله میں گزری ..... آپ جملہ غزوات و سرایا (بدر، اُحد، بیعت عقبہ اور بیعت الرضوان) میں شریک و پیش پیش رہے ۔ آپؓ کا اِنتقال بھی غزوۂ قسطنطنیہ سن ۵۰ ہجری میں ہوا ..... جس بستی میں آپ کی تدفین ہوئی اس کا نام "ایوبیہ" ہے ..... حضورِ اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کے چند بال تبرکاً آپؓ کے پاس محفوظ تھے ۔ جس پر حضورِ اَنور ﷺ نے آپ کو دعا دی لا یُصِیبُکَ السّوء یَا اَبَا اَیوب ۔ آپؓ اُن مقتدر صحابہ کرامؓ میں سے ہیں ۔ جنہیں سبقت اِلی الاسلام کا اِمتیازی وصف حاصل ہے ..... حضرت امام ترمذیؒ نے آپؓ کے تعارف کی بابت فرمایا : وابو ایوبؓ اسمه خالدؓ بن زید ۔

..... **سیدنا امام ترمذیؒ** کی سند کے اَساتذہ و شیوخ کی ترتیب امام زُھریؒ تک کچھ یوں ہے :

سعیدؒ بن عبدالرحمنؒ المخزومی : آپ ثقہ ہیں ۔ وفات ۲۴۹ھ ۔

سفیانؒ بن عیینہؒ الهلالی الکوفی : کنیت ابو محمد ..... آپؒ بالاتفاق ایک مستند شخصیت اور مقتدر ائمہؒ میں سے ہیں ۔ امام شافعیؒ کے اُستاذ ہیں ..... امام یحییٰ القطان نے لفظ شہادت سے آپ کیلئے اِختلط کا جملہ اِستعمال

کر کے جرح کی ہے۔ نیز کبھی کبھار تدلیس فرمایا کرتے تھے ولادت ۱۰۷ھ۔ وفات ۱۹۸ھ بعمر ۹۱ سال ہوئی

امام ابو داؤد نے حدیث الباب جس اُستادِ محترم سے لی ہے اُن کا تعارف درج ذیل ہے:

مسددؒ بن مسرہدؒ البصری: کنیت ابوالحسن۔ نام عبدالملک۔ لقب مسدد۔ وفات ۲۲۸ھ ثقہ حافظ آپؒ نے ایک مسند کتاب ملک بصرہ میں تالیف فرمائی۔ جسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی تمام اہل قلم حضرات محدثینؒ نے آپ کے درج ذیل نسب نامہ کو متعدد امراض بالخصوص بچھو کے ڈسنے اور دائمی بخار میں بصورت تعویز مجرب لکھا ہے: مُسَدَّدبن مُسَرْهَدبن مُجَرهَدبن مُسَربَل بن مُغَربَل بن مُرعَبل بن مُطربَل بن اُرَندَل بن سُرَندَل بن غُرَندَل بن مَاسِک بن مُستَورَد۔

امام ترمذیؒ نے مسئلہ الباب پر جو دوسرا عنوان باب ما جاء من الرخصة فی ذلک قائم کیا ہے۔ اور اس کے ضمن میں دو روایات، سند و متن کے ساتھ نقل کی ہیں اُن اساتذہ کے اجمالی حالات یوں ہیں:

محمدؒ بن بشارؒ البصری: لقب بندار۔ کنیت ابو بکر۔ بالاجماع ثقہ ہیں۔ وفات ۲۵۲ھ۔

محمدؒ بن المثنیٰؒ البصری: کنیت ابو موسیٰ۔ ثقة ثبت ہیں۔ صحاح تسعہ کے اُستاد اور معتمد شیخ ہیں۔

وهبؒ بن جریرؒ بن حازمؒ الازدی: کنیت ابوالعباس۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ وثقہ ہیں۔ عمومی محدثینؒ نے آپ کو ثقہ اور تابعی فرمایا ہے۔ جبکہ امام ابن حبانؒ، امام عفانؒ اور امام احمدؒ بن حنبل نے مختلف جملوں سے آپ کی تضعیف کی ہے۔ ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی۔

جریرؒ بن حازمؒ بن زید الازدی: کنیت ابوالنضر۔ آپ ثقہ ہیں۔ جبکہ بہت سے سادات محدثینؒ نے آپ کو حافظہ کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ کی وفات ۱۷۰ ہجری میں ہے۔

محمدؒ بن اسحاقؒ بن یسارؒ: کنیت ابو بکر یا ابو عبداللہ ہے۔ آپ مغازی کے امام ہیں۔ عراق میں سکونت رہی۔ امام شعبہؒ نے آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا خطاب دیا ہے جبکہ امام نسائیؒ، امام دارقطنیؒ، امام سلیمانؒ، امام مالکؒ اور بہت سے سادات محدثینؒ نے آپ کو کذاب، دجال اور رافضی کہا ہے۔ کیونکہ ان ائمہ کی تحقیق میں آپ قدری بھی تھے۔ اور رافضی بھی۔ سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔

ابانؒ بن صالحؒ بن عمیرؒ القرشی: آپ کی شخصیت بھی نہایت متنازعہ ہے۔ کچھ سادات محدثینؒ کے

ہاں آپ ثقہ ہیں ...... اور کچھ کے ہاں ضعیف اور غیر معروف ہیں۔

مجاہدؒ بن جبر المخزومی: کنیت ابوالحجاج۔ آپ اپنے زمانے کے نامور قاری اور علم تفسیر کے امام تھے۔ سادات محدثینؒ کے اجماعی فیصلہ کے مطابق آپ امام التفسیر ہیں۔ سن ۱۰۴ میں وصال فرمایا

جابرؓ بن عبداللہؓ بن عمرو الانصاری السلمی: آپ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ صحابی ہیں، اور آپؓ کے والد گرامی حضرت عبداللہؓ بھی صحابی ہیں ...... فرماتے ہیں میں نے انیس (۱۹) غزوات میں شرکت کی۔ ...... آپؓ مکثر ہیں۔ کہ پندرہ سو ساٹھ (۱۵۶۰) احادیث مقدسہ آپؓ سے مروی ہیں۔ ...... آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے ...... مدینہ منورہ میں بعمر ۹۴ سال، سن ۵۷ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ......

ہنادؒ بن السریؒ التمیمی: کنیت ابوالسری کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ثقہ ہیں۔ ولادت ۱۵۲۔ وفات ۲۴۳

محمدؒ بن یحیؒ بن حبان الانصاری: کنیت ابوعبداللہ۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ...... مسجد نبوی ﷺ میں حدیث وفقہ کا درس دیتے تھے۔ آپ ایک ثقہ فقیہ ہیں۔ سن ۱۲۱ ہجری میں انتقال فرمایا۔

واسعؓ بن حبانؓ بن منقذ الانصاری. آپ صحابی ہیں۔ حضرت حبانؓ صحابی کے مقتدر صاحبزادے ہیں۔ ...... بعض محدثینؒ نے آپ کو صحابہ کی بجائے کبار تابعین میں شامل کیا ہے۔ بالاتفاق ثقہ ہیں۔

۱۲۔ حاصل متن جامع ترمذی: مسئلہ الباب پر امام ترمذیؒ نے دو ابواب قائم کئے ہیں ...... پہلا باب سادات احنافؒ و جمہورؒ کے مسلک کے موافق متعین فرمایا ہے ...... اور اُسکے ضمن میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی حدیث مرفوع اور اثر موقوف کو مکمل متن کے ساتھ روایت کیا ہے ...... **وفی الباب عن** کے تحت ایسے پانچ سادات صحابہ کے اسماء گرامی کو بیان کیا جن کی روایات حدیث الباب کی مؤید ہیں ...... سیدنا معقلؓ کے والد کی دونوں کنیتیں بیان فرمائیں (**ابی الھیثم ویقال معقل بن ابی معقل**) ...... حدیث الباب کو **احسن واصح** فرمایا ...... سیدنا ابوایوبؓ اور امام زہریؒ کا اجمالی تعارف کرایا جو ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

...... سادات ائمہ میں سے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کا فقہی مسلک بیان کیا ...... جو ہم پہلے مسالک ائمہ کے ضمن میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں ...... دوسرے باب کے ضمن میں پہلے سیدنا جابر کی حدیث، متن وسند کے ساتھ نقل کی۔ اس پر **حسن غریب** کا حکم لگایا۔ اسی روایت کی تائید ایک اور سند سے کی۔ لیکن اسے بھی سادات محدثینؒ

کے فرامین کے تناظر میں ضعیف قرار دیا کہ اس روایت میں ابن لھیعہ ،ایک ضعیف راوی ہے اور امام یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ نے اُس کی تضعیف کی ہے و ابن لهيعة ضعيف عند اهل الحديث. ضعفه يحيىٰ بن سعيد القطان وغيره ... سیدنا ابن عمرؓ کی روایت کو سند و متن کے ساتھ نقل کرتے ہوئے حسن صحیح فرمایا جس پر تفصیلی گفتگو، جوابات کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

آمدہ عنوان سے قبل امام ترمذیؒ نے چار اَبواب : پہلا النهى عن البول قائما. دوسرا الرخصة فى ذلک ۔تیسرا الاستتار عند الحاجة .اور چوتھا كراهية الاستنجاء باليمين قائم فرمائے ...اور ان ابواب کے ضمن میں حسب معمول احادیث مقدسہ کو بمعہ تبصرہ کے تحریر فرمایا... کہ پہلے باب کی روایت (سیدہ عائشہؓ) احسن بھی ہے اور اصح بھی.....البتہ وفی الباب عن کے تحت سیدنا عمرؓ اور بریدہؓ کی روایات علماءؒ کے نزدیک ضعیف اور غیر محفوظ ہیں..... امام ترمذی فرماتے ہیں : عبدالكريم..... وهو ضعيف عند اهل الحديث .....و حديث بريدةؓ فى هذا غير محفوظ.

......دوسرے باب کی روایت (سیدہ حذیفہؓ) درست ہے۔اسلئے اہل علم کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے.....تیسرے باب کی روایت (سیدنا انسؓ) اور اس کی تائیدی روایت (سیدنا ابن عمرؓ) کو امام ترمذیؒ نے مرسل فرمایا ہے......کیونکہ امام اعمشؒ نے نہ ہی سیدنا انسؓ اور نہ ہی کسی اور صحابی سے احادیث کا سماع کیا ہے..... كلا الحديثين مرسل و يقال لم يسمع الاعمشؒ من انسؓ بن مالک ولا من احد من اصحابؓ النبى ﷺ ......نیز امام اعمشؒ کی بابت فرمایا کہ ان کا نام سلیمانؒ بن مہرانؒ ہے۔کنیت ابو محمد ہے۔اور ان کے والد کو ان کی ماں کے ساتھ دارالاسلام کی طرف اٹھا کر لایا گیا تھا اور انہیں معروف تابعی امام مسروقؒ کے فتویٰ کی روشنی میں والدہ کی وراثت کا مالک بنایا گیا تھا......والاعمش اسمه سليمانؒ بن مهران ابو محمد..... قال الاعمشؒ كان ابى حميلا فورثه مسروقؒ .

...... چوتھے باب کے ضمن میں سیدنا ابوقتادہؓ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد حسن صحيح فرمایا.....اور سیدنا ابوقتادہؓ کے تعارف میں فرمایا اسمه الحارثؓ بن ربعى ...... نیز سادات فقہاءؒ کا اجماعی فرمان نقل کیا: ''کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء مکروہ ہے''۔

بَابُ الاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

۱۔ **حاصل مُطالعہ کُتُب حدیث** : امام بخاریؒ نے بَابُ الاستنجاءِ بالحِجارَة اور بَابُ لایُستَنجی بِرَوث کے تحت سیدنا أبوھُرَیرہؓ اور سیدنا عبداللہؓ بن مَسعُود کی اَحادیث کو نقل فرمایا ہے۔

......اور اِن دونوں روایات، نہایت واضح سیاق وسباق اور تَرَاجم اَبواب سے مسلکِ جمہُور (مسلک حنفیہؒ) کی بھرپور تائید فرمائی ہے......جس کی وضاحت ''دلائل اَحنَاف'' کے ضمن میں آ رہی ہے۔

...... **امام نسائی**ؒ نے حسب معمول مسئلہ الباب پر کئی عنوانات اَلنَّھیُ عنِ الأستِطابَةِ بالعَظم' النھیُ عنِ الأستَطابَةِ بِالرَّوثِ' اَلنَھیُ عنِ الأکتِفَاءِ فِی الأستِطَابَةِ بأقَلّ مِن ثَلٰثة ' اَلرّخُصَةُ فِی الأسُتِطَابَة بِحَجَرَین' بَابُ الرّخصَةِ فِی الأسُتِطَابَةِ بحَجَروَاحِد' اَلأجتِزَاءُ فِی الاسُتِطابَةِ بِالْحِجَارَةِ دُونَ غَیرِھا. قائم فرمائے ہیں...... اِن اَبواب کی ترتیب اور اِن ''تراجم اَبواب'' کی تشکیل سے صراحتاً اِس حقیقت کی تائید ہو رہی ہے......کہ ''امام نسائی مسئلہ الباب میں حضرات حنفیہؒ کے ہم مسلک ہیں''۔

......**امام ابوداودؒ** نے بَابُ الأستَنجَاء بِالأحجَار کے ضمن میں دو (۲) روایات سیدہ عائشہؓ وخزیمہؓ کی تخریج فرمائی ہیں......اُن میں سے پہلی رِوایت مسلکِ حنفیہؒ کے اَحق ہونے میں نص ہے......وضاحت آگے تحریر ہے۔

......**امام ترمذیؒ** نے بابُ الأستِنجاء بِالحِجَارَة' باب فِی الأستِنجَاء بِالحَجَرَین اور بابُ کرَاھِیَةِ مَا یُستَنجی کے عنوانات کے تحت نہایت عمدہ محدثانہ وفقیہانہ گفتگو فرمائی ہے......نیز الأستِنجَاءُ بِالحجرین سے جس طرح مسلک اَحق کی تائید کی ہے۔ وہ حضرت اِمَام کے عظمت فقاہت کی عمدہ دلیل ہے۔

......**امام مسلم**ؒ نے بَابُ الأیتَارِفِی الأستِنثَارِوَالاَستِجمَارِ کے ضمن میں سیدنا ابوھریرہؓ کی رِوایت کو کئی عمدہ اَسناد سے نقل فرمایا ہے......حضرتِ امامؒ کے اَندازِ تبویب سے مسلک حنفیہ کی تائید بالکل واضح ہے۔

......اسی طرح مؤطاامام مالکؒ، مؤطاامام محمدؒ اور طحاوی شریف کے اَبواب اور احادیث، تائید جمہورؒ میں نص ہیں

۲۔ **أقوال أئمہ** : امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے ہاں انقاء (صفائی) واجب ہے۔ خواہ یہ صفائی پتھر کو تین (۳) مرتبہ اِستعمال کرنے سے حاصل ہو **یا** تین (۳) سے کم وبیش......البتہ **تثلیث فِی العَدد** (تین مرتبہ) اور أیتَار دونوں مستحب ہیں......ہاں اگر ایک (۱) **یا** دو (۲) پتھر کے اِستعمال سے

کامل صفائی ہو جائے ... تو تیسرے پتھر کو استعمال کرنا ضروری نہیں۔

۲ **امام شافعیؒ** اور **امام احمدؒ** کے نزدیک استنجاء میں انقاء (صفائی) اور تثلیث (تین مرتبہ) دونوں ''واجب'' ہیں ... اور تثلیث (۳) کے بعد پانچ (۵) سات (۷) **یا** نو (۹) کا عدد ''مستحب'' ہے۔

۳۔ دلائلِ احنافؒ : ساداتِ اَحنافؒ تین (۳) اَحادیثِ صحیحہ معروفہ سے اِستدلال کرتے ہیں:

۱ ... عن اَبی هُرَیرةؓ عن النبی ﷺ قال مَنِ استَجمَرَ فلیُوتِر مَن فعَلَ فقَد أحسَنَ وَمَن لا فَلا حَرج (ابوداؤدؒ وابن ماجہؒ وطحاویؒ وغیرہم) ... (۲) عن عائشةؓ اَنَ رَسُولَ اللّٰه ﷺ قالَ أذاذَهَبَ أحدُکم اِلی الغَائِطِ فلیَذهَب مَعَه بثلاثةِ اَحجَار فأنّها تُجزِئ بِه (ابوداؤدؒ وابن ماجہؒ وغیرہما) اِس حدیث صحیح میں فأنها تُجزِئ عنه کے جملہ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے ... کہ مقصود صرف اِزالۂ نجاست ہے، تثلیث و ایتار نہیں ... ہاں صفائی چونکہ عموماً تین پتھروں سے حاصل ہوتی ہے۔ اِسلئے اَحادیث میں لفظ ثلاثه مذکور ہے

(۳) ... عَن عَبدِاللّٰهؓ بنِ مَسعُود یَقُولُ اَتی النَبی ﷺ الغَائِطَ فاَخذَ الحَجرَین وَاَلقی الرَّوثَه (بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہما) ... یہ صحیح حدیث مسلک حنفیہ کی نہایت عمدہ ومؤید دلیل ہے۔ کہ حضورانور ﷺ نے مینگنی کو مسترد فرما کر یہ تعلیم دی ''کہ اِنقاء ضروری ہے ... تثلیث و ایتار واجب نہیں''۔

... **امام ترمذیؒ** نے حدیث الباب پر الاستنجاء بالحجرَین کا عنوان قائم فرما کر **نیز** حدیث الباب کی متعدد اَسانید پر ''جرح وتعدیل'' کے بعد بعض اَسانید کو أصحّ شئ قرار دے کر ''مسلکِ حنفیہ'' کی بھرپور حمایت وتائید/نمائندگی وسرپرستی فرمائی ہے ... **امام نسائیؒ** نے بھی ''حدیث الباب'' پر الأستِطَابَةُ بِحَجَرَین کا ''ترجمہ الباب'' قائم فرما کر ''مسلک جمہورؒ'' کو اَحق تسلیم کیا ہے۔

... اِن اَحادیثِ صحیحہ کے علاوہ امام مسلمؒ، نسائیؒ، ابوداؤدؒ، طحاویؒ اور دیگر محدثینؒ نے متعدد اَحادیث کو مختلف اَسناد سے روایت فرمایا ہے ... جن سے مسلکِ اَحق مؤید بالا حادیث ہو کر نہایت واضح اور مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

۴۔ دلیلِ ائمۃؒ : ساداتِ قولِ ثانی نے حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث الباب کے اِس جملے اَواَن یستنجی اَحدُنا باقلّ من ثلاثة اَحجار کو بطور دلیل پیش فرمایا ہے ... **نیز** یہ حضرات ہر اُس دلیل سے اِستدلال کرتے ہیں ... جس میں '' ثلاثة اَحجار '' کے کلمات موجود ہوں۔

۵۔ **جوابات : استحبابی حُکم** : دونوں طرح کی اَحادیث کے پیشِ نظر حضرات فقہاءِ اَحنافؒ نے ثلاثۃ احجار کے حکم کو اِستحباب پر محمول کیا ہے تاکہ وہ روایات بھی جن میں تین سے کم پتھروں کا اِستعمال ثابت ہے..... وہ بغیر کسی توجیہ اور تاویل کے ''معمول بہا'' ہو جائیں۔

ii. **صفائی تین سے عُموماً** : صفائی چونکہ عموماً تین (۳) پتھروں سے ہی حاصل ہوتی ہے اس لئے حضورانور ﷺ نے اِسی عدد (تین) کو بیان فرمایا..... جبکہ مقصود صرف مکمل صفائی ہے نہ کہ تثلیث۔

iii. **احقر کے نزدیک** امام بخاریؒ نے مسئلہ الباب پر اَلأستِنجاءُ بِالحِجارۃ کا عنوان قائم فرما کر ''مسلک اَحق'' کی بھرپور تائید کی ہے.....یعنی اِستِنجاء اور صفائی کیلئے اَحجار کو استعمال کرنا ہی مسنون ہے۔ اِس سے قطع نظر کہ اَحجار کی تعداد کتنی ہے ؟ یہی مسلک اَحق ہے.....اور یہی حضراتِ حنفیہؒ کا مذہب ہے۔

iv. **احقر کے ہاں** امام نسائیؒ نے بھی اَلأستِطابَۃُ بِحَجَرَین، بِحَجَرٍ وَاحِد کے تراجم قائم فرما کر مسلک حنفیہ کو نہ صرف اَحادیث صحیحہ سے مؤید کیا ہے..... بلکہ اپنی فقیہانہ بصیرت سے مزید تقویت بخشی ہے۔

۶۔ **اِستجمار واستنجاء کی لغوی تحقیق** : اِستِجمار کے لغوی معنی اہل لغت سے یوں منقول ہیں اَلأستِجمَارُ ھو اِستِعمَالُ الجِمَارِ وَالجِمَارُ جَمعُ الجَمرۃ وَھِیَ الحِصَاۃُ وَالحِجَارَۃُ الصغار (ڈھیلے کا اِستعمال)..... اِس عمل کو اِستِطَابَۃ بھی کہتے ہیں.....اِستِنجَاء ، نجو سے مأخوذ ہے. النجوُ مَاخرَجَ مِنَ البَطنِ مِن رِیح اَو غَائِط..... اَہل لغت یوں گویا ہیں اَلأستِنجَاءُ ھُوَ طَلَبُ النجوِ وَالنجوُ ھِیَ العذرَۃ أي النجَاسَۃ (گندگی کو بدن سے دور کرنا).....بعض اہل لغت کے ہاں اِستِنجَاء کا لفظ عربی کے ایک جملے نَجَوتُ الشجَرَۃَ سے مأخوذ ہے۔جس کے معنی درخت کو جڑ سے کاٹ دینے کے ہیں.....اور یقیناً اِستِنجَاء کے ذریعے نجاست کو مَحَلِّ نجاست سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

۷۔ **استنجاء بالماء میں مذاهب و دلائل** : ساداتِ علماءِ اُمتؒ اِس بات پر متفق ہیں کہ پانی سے اِستنجاء مستحب ہے.....ہاں اگر پانی و پتھر میں سے کسی ایک پر اِکتفا کرلیا جائے۔تو یہ بھی جائز ہے.....لیکن دونوں کا اِجتماع ، مستحب و افضل ہے.....جبکہ ہمارے زمانے میں پانی کا اِستعمال اِنتہائی ضروری ہے۔

......امام بخاریؒ ، امام ترمذیؒ اور دیگر اَصحاب صحاحؒ نے بابُ الاستنجاء بالماء قائم کرکے.....سیدنا انسؓ بن

مالکؒ اور سیدہ عائشہ کی احادیث الباب کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے وفی الباب عن کے تحت سیدنا جریرؓ، سیدنا انسؓ اور سیدنا ابوھریرہؓ کی روایات مقدسہ کی جانب رہنمائی کی ہے اور حضرات فقہاؒء کے استحبابی قول کو بیان کرتے ہوئے اُس کی تائید فرمائی ہے۔

حضرات فقہاءِ اَحنافؒ کے ہاں اگر گندگی ڈبر پر بقدرِ درہم پھیل جائے۔ تو پانی کا استعمال فرض ہے ورنہ مسنون ہے۔ اہل ظواہر کا قول ہے کہ برائے اِستنجاء پانی کا اِستعمال مکروہ ہے۔ کیونکہ پانی ایک طاہر و مُطَهر اور مَطعُوم (غذائی) چیز ہے۔ اِسکو ازالہ نجاست کیلئے استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

یہ قول بمع دلیلِ عقلی اُن اَحادیث صحیحہ کی وجہ سے (جو صحاح میں موجود ہیں) مرجوح اور قابل رَد ہے۔

۸۔ بعد البول استنجاء بالحجر کا ثبوت: سادات علماءؒ اہل سنت کے ہاں جس طرح تَغَوُّط (پاخانہ) کے بعد ڈھیلے کا اِستعمال سنت ہے۔ ایسے ہی بَول (پیشاب) کے بعد بھی مسنون ہے۔

غیر مقلدین نے اِستنجاء بالاحجار' بعد البول کو بدعت کہا ہے۔ کیونکہ اُن کے ہاں اِستعمالِ اَحجار' بعد البول اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت نہیں۔ صرف بعد التغوط (پاخانہ) ثابت ہے۔

سادات علماءِ اہل سنت مندرجہ ذیل تین وجوہ کی بناء پر اِستعمالِ اَحجار بعد البول کے مسنون ہونے کے قائل ہیں

(۱) حضور اَنور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کے وہ جملہ فرامین جن میں اِستعمالِ اَحجار کا حکم بالعموم موجود ہے۔ اوران فرامین کا مکلّف ہر وہ فرد ہے جو قضاء حاجت کیلئے جائے خواہ وہ حاجت، بول کی ہو یا براز کی یا دونوں کی

۲۔ عَن عُمرؓ اَنهُ بَالَ فَمَسَحَ ذَكَرَه بِالتّرابِ ثُمّ التَفَتَ اِلَينَا فقَالَ هٰكذا عُلّمنَا (طبرانی وغیرہ)

۳۔ حضور اکرم ﷺ کے معروف فرمان اِستَنزِهُوامِنَ البَولِ فَانّ عَامّةَ عَذابِ القَبرِ مِنه (صحیح بخاریؒ و مسلمؒ و ترمذیؒ و ابوداؤدؒ وغیرہم) سے اِستعمالِ اَحجار بعد البول کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔

۹۔ کیفیت استنجاء: ساداتِ اَحنافؒ کے ہاں اوّلاً فرجِ اعلیٰ (دُبر) کا اِستنجاء کیا جائے۔ اور بعد میں فرجِ اسفل (قُبُل) کا۔ کیونکہ فرجِ اعلیٰ، فرجِ اَسفل کے مقابلے کہیں زیادہ نجس ہے۔ نیز فرجِ اعلیٰ کے اِستنجاء سے کبھی کبھی فرجِ اسفل (مقام بول) سے تقاطُر کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اِن دو وجوہ کے سبب مَوضع تَغَوُّط (دُبُر) کا پہلے پہل استنجاء ضروری ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں اِستَنجاء بِالأحجَار

کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ موسم گرما میں حجرِ اوّل کو قُبُل سے دُبُر کی طرف۔ اور حجرِ ثانی کو دُبر سے قُبل کی طرف لے جائے اور حجرِ ثالث، حجرِ اوّل ہی کی طرح استعمال کرے موسم سرما میں اس کے برعکس عمل کیا جائے ... البتہ عورت تمام اوقات میں اس دوسری کیفیت پر عمل کرے ... **جمہور** علماء کے ہاں جس کیفیت سے انقاء کُلّی حاصل ہو جائے وہی کیفیت اختیار کی جائے اِنّ المَقصودَ ھُوَ الانقاء وَلاحاجۃَ الی التقیید بِکیفیۃ۔

۱۰۔ اساتذہ صحاح کا اجمالی تعارف: امام بُخاریؒ نے دو (۲) ابواب کے ضمن میں دو احادیث مقدسہ کو روایت کیا ہے ...... اُن احادیث کے شیوخ کے اجمالی حالات درج ذیل ہیں:

احمدؒ بن مُحمّدؒ المکی: الازرقی الغسانی۔ کنیت ابومحمد۔ ثقۃ ہیں۔ وفات ۲۱۷ھ یا ۲۲۲ھ۔

عمروؒ بن یحییٰ المکیؒ: الاُموی، ثقۃ ہیں۔ معروف تبع تابعی ہیں۔ جنابِ والدؒ داداؒ تمام محدث ہیں۔

سعیدؒ بن عمروؒ المکی: الاُموی۔ مدینہ، دمشق اور کوفہ میں اُستادِ حدیث رہے۔ تابعی ثقۃ وفات ۱۲۰ھ

ابو نُعیم الملائیؒ: نام فضل بن دکین۔ غیر معروف محدث ہیں۔ البتہ امام بخاریؒ کے معتمد اُستاد ہیں۔

زھیرؒ بن معاویہؒ الجعفی: الکوفی۔ کنیت ابو خیثمۃ۔ ثقۃ ثبت۔ ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۷۳ھ۔

...... امام ترمذیؒ اور دیگر اصحاب صحاح نے مسئلہ الباب میں سیدنا سلمان فارسیؓ اور سیدنا ابن مسعودؓ کی احادیث کو نہایت اہمیت سے نقل کیا ہے ...... اِن دونوں احادیث کے اساتذہ حضرات کے اجمالی حالات درج ذیل ہیں:

ابو معاویہؒ التمیمی السعدی الکوفی: نام محمدبن خازم۔ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ ثقہ ہیں البتہ آپ پر مرجئہ نظریات کا الزام ہے ..... بعض محدثینؒ نے کوفہ میں فتنہ مرجئہ کا امام آپ کو قرار دیا ہے۔ ...... امام ابن حبانؒ نے ثقہ مانتے ہوئے کہا ہے کانَ حافظاً مُتقِنا ولٰکنہ کانَ مُرجئا خبیثا ... آپ کی وفات بعمر بیاسی (۸۲) سال ۱۹۵ھ کوفہ میں ہوئی۔

اعمشؒ الاسدی الکوفی: نام سلیمان بن مہران۔ کنیت ابو محمد۔ ثقۃ حافظ لکنہ یدلّس۔ آپ علم قرأت کے اِمام اور امام اعظمؒ کے ہم سبق ہیں۔ سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کے دن پیدا ہوئے۔ وفات ۱۴۸

الامام ابراھیمؒ بن یزیدؒ النخعی الکوفی: کنیت ابو عمران۔ ثقۃ ہیں۔ آپؒ کے مراسیل عموماً صحیح ہیں ..... امام ذھبیؒ کہتے ہیں استقرّ الامر علی اَن ابراھیمؒ حجۃ ...... آپؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ

کے اُستاذ ہیں ۔ولادت ۵۰ھ وفات ۹۶ھ ۔امام ابن حبانؒ نے ثقات التابعینؒ میں آپ کو شمار کیا ہے
عبدالرحمٰنؒ بن یزیدؒ النخعی : کنیت ابو بکر ۔ولادت اور سکونت کوفہ میں رہی ۔تمام سادات محدثینؒ نے آپ کو حدیث وفقہ کا مستند امام مانا ہے ۔آپکا تمام خاندان ،اساتذہ حدیث کا ہے سن ۸۳ ہجری میں شہادت پائی
سیدنا سلمانؓ فارسی : کنیت ابو عبداللہ ۔نام سلمان الخیر ہے ۔آپ اپنا نسب نامہ سلمان بن الاسلام بتاتے تھے ۔قبل از اسلام نام کے بارے میں دو (۲) اَقوال ہیں ۔۔۔۔ (۱) مابہ (۲) بھبود ۔
حضرت سلمانؓ فارسی کا تعلق اصفہان (ایران) سے ہے ۔آپ اُسوقت اِسلام لائے جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے ۔آپؓ ہی کے مشورے سے غزوۂ اَحزاب میں خندق کھودی گئی ۔اور آپ اِس غزوہ میں برابر شریک رہے ۔۔۔۔ سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانۂ خلافت ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں آپ کا وصال ہوا ۔۔۔ آپ کی عمر کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں ۔۔۔۔ دوسو پچاس (۲۵۰) سال ،اَسی (۸۰) سال یا تین سو پچاس سال ۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ نے حضرت عیسیٰؑ کے حوارؒی (صحابی) کی زیارت کی تھی ۔
حفصؒ بن غیاثؒ النخعی : کنیت ابو عمرو ۔آپ کوفہ اور بغداد میں بطور قاضی مقرر رہے ۔اکثر سادات محدثینؒ نے آپ کو ثقة مأمون فقیه و ثبت کہا ہے ۔۔۔۔ البتہ امام ابو زرعہؒ نے آپ کے حافظے کو کمزور قرار دیا ہے ۔اسی طرح امام احمدؒ بن حنبل وغیرہ نے آپ کو کثیر الغلط اور مدلس کہا ہے ۔سن ۱۹۴ میں وفات پائی
شعبیؒ الکوفی : سلسلہ نسب عامر بن شراحیل بن عبد اور عامر بن عبد اللہ بن شراحیل معروف ہے ۔کنیت ابو عمرو ۔قبیلہ ہمدان سے تعلق ہے ۔کوفہ کے معروف محدث وفقیہ قاضی اور ثقہ ،تابعی ہیں ۔آپ نے پانچ سو (۵۰۰) سے زائد سادات صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے ۔ولادت ۳۰ھ ۔وفات سن ۱۰۴ ہجری ۔
علقمہؒ بن قیس النخعی الکوفی : آپ ،حضور انور ﷺ کی حیات مقدسہ میں پیدا ہوئے ۔لیکن کم سنی کی سبب زیارت وصحبت سے محروم رہے ۔۔۔ ہاں حضرات خلفاء راشدینؓ اور جلیل القدر صحاؓبہ کی زیارت کی ۔ اور اَحادیث مقدسہ کو روایت بھی کیا ۔۔۔ آپؒ سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے علوم کے امین ہیں ۔اپنے زمانہ کے سب سے مستند محدث ۔۔۔ اور سب سے مقبول فقیہ تھے ۔عبادت وتقویٰ میں ضرب المثل تھے ۔سن ۶۲ ہجری کوفہ میں وصال فرمایا ۔۔۔ فقہ حنفی کے آپ مرکز وماویٰ ہیں ۔۔۔ اور سیدنا امام ابوؒحنیفہ کے دادا اُستاد ہیں ۔

عبد اللہ بن مسعود الھذلی : کنیت ابو عبد الرحمن۔ اپنی والدہ ماجدہ کی کنیت ام عبد کے سبب ابن ام عبد بھی کنیت ہے ...... بالکل آغاز میں، پہلے ہی ہفتے اسلام لائے۔آپ تیرہویں مسلمان اورصحابی ہیں السابقون الاولون کی اعلیٰ شان پر فائز ہیں ...... سادات صحابہؓ کی مقدس جماعت کے بڑے علماء اور مستند فقہاء میں تھے ...... دو ھجرتوں (ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ منورہ) کی عظیم سعادت حاصل کی ...... تمام غزوات میں شریک رہے۔میدان بدر میں ابوجہل کو قتل کیا ...... حضورانور ﷺ کی نعلین مبارک،مسواک شریف، تکیہ پاک اور اسرار ورموز کے آپ ہمیشہ محافظ وامین رہے۔اس لئے آپ کو صاحب النعلین والسواک والوسادة والسواد کے باعظمت لقب سے یاد کیا جاتا ہے ...... حضورانور ﷺ سے کمال عقیدت وخدمت کے سبب سادات صحابہ آپ کو اہل بیت میں شمار کرتے تھے ...... سیدنا فاروق اعظم نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ ...... سن ۳۲ میں بمقام مدینہ منورہ وصال فرمایا ...... آپ کے فضائل وکرامات کی بابت بیسیوں روایات،حضورانور اورسادات صحابہؓ سے، کتب اَحادیث وسیرت میں موجود ہیں ...... آپ کی بابت یہ جملہ معروف ہے : کانَ افقه بعدَالخُلفاء الاَربعةؓ ...... آپؓ،فقہی مسائل میں سادات اَحنَاف کا ماویٰ وملجاء ہیں۔اورفقہ حنفی کے بانی اول ہیں۔

۱۱۔ نظرِ طحاویؒ : بالاجماع مقام غائط (دُبر) اور بول (قُبُل) کے دھونے کیلئے کوئی عدد متعین نہیں جیسے ہی اَثر نجاست (گندگی) اور ریح نجاست (بدبو) زائل ہو جائے ...... دھونا بند کر دیا جائے۔خواہ اَثر وریح ایک مرتبہ سے زائل ہو یا دو، تین، چار مرتبہ سے ...... جب تک یہ دونوں (اَثر وریح) زائل نہ ہو جائیں بالاجماع دھوتے رہنا ضروری ہے ...... ایسے ہی طہارت بالاَحجار کی صورت میں بھی تثلیث کی قید نہ ہوگی بلکہ جیسے ہی اثر نجاست اورریح نجاست مندمل ہو جائے۔اَحجار کا اِستعمال بند کر دیا جائے۔خواہ دو مرتبہ سے ہو یا تین اور چار دفعہ سے۔

۱۲۔ حاصل متن جامع ترمذیؒ :امام ترمذیؒ نے مسئلہ مذکورہ پر کئی اَبواب قائم کیے ہیں۔اوراُن کے ضمن میں متعدد اَحادیث کو بیان فرمایا ہے۔جن سے چار (۴) درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) ...... کہ دوران حاجت، اِستقبال واِستدبار ممنوع ہے۔یہ مسئلہ پہلے تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

(۲) ...... دائیں ہاتھ سے اِستنجاء،ممنوع ہے۔یہ مسئلہ اِجماعی ہے۔اورامت مسلمہ میں معمول بہا ہے۔

(۳) ...... تین اور تین سے کم پتھروں کا استعمال حضورانورؐ سے ثابت ہے۔یوں یہ روایات،حنفیہ کے دلائل ہیں

(۴) گوبر، مینگنی اور ہڈی کا استعمال، استنجاء کیلئے نادرست ہے۔ اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

امام ترمذیؒ نے وجوہ اضطراب کو تفصیلاً بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ کہ ابو اسحاق کے اُستاذ کون ہیں ؟ کہیں ابو عبیدہؓ کہیں علقمہؓ کہیں ابو عبدالرحمٰنؓ بن الاسودؓ ۔ اور کہیں عبدالرحمٰنؓ بن یزیدؓ ہیں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ اور امام دارمیؒ سے سند مذکور اور اضطراب کی بابت سوال کیا۔ تو امام بخاریؒ اور امام دارمیؒ، کوئی حتمی اور درست فیصلہ نہ دے سکے۔

آخر کار امام ترمذیؒ نے اپنی تحقیق سے امام بخاریؒ کی ممکنہ رائے کو نادرست قرار دیا۔ امام بخاریؒ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے آپؒ پر تنقید کی۔ اور بادلائل ثابت کیا کہ ''امام بخاریؒ کی ترجیحی سند، نادرست ہے اور میری تحقیقی سند مذکورہ دلائل کی روشنی میں درست اور بہتر ہے'' ...... یہ تمام تفصیلی علمی گفتگو جامع ترمذیؒ میں باب فی الا ستنجاء بالحجرین کے ضمن میں مذکور ہے۔

...... گندگی کو دور کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) پانی کے ذریعے۔ امام ترمذی نے اس کیلئے باب الا ستنجاء بالماء قائم کیا اور حدیث سیدہ عائشہؓ سے مرفوعاً ثابت کیا کہ ''پانی سے استنجاء ضروری ہے'' ...... (۲) پتھروں، ڈھیلوں اور کاغذ وغیرہ کے ذریعے۔ اس مسئلہ پر عنوان قائم ہے اور تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔ سادات محدثینؒ کے نزدیک اِس مسئلے پر روایت شدہ اَحادیث، متواتر ہیں ...... (۳) پانی اور اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز کے ذریعے۔ یہ صورت، اُمت میں بطور سنت، موجود ہے اگرچہ اِس صورت کی بابت اَحادیث، نہایت ضعیف ہیں

... امام ترمذیؒ نے اِن متعدد اَبواب کے ضمن میں ...... (۱) سیدنا ابو قتادہؓ کا تعارف کرایا وابو قتادہ اِسمہ الحارثؓ بن رِبعی ...... (۲) امام ابو اسحٰاقؒ کی بابت فرمایا ابو اسحاق اسمہ عمروؒ بن عبداللہؓ السبیعی الھمدانی ...... (۳) سیدنا ابو عبیدہؓ پر جرح کرتے ہوئے انہیں غیر معروف قرار دیا وابو عبیدہؓ بن عبدا للہؓ بن مسعود لم یسمع من ابیہ ولا یعرف اسمہ . ... نیز متصل سند سے، سیدنا ابو عبیدہؓ کا اپنی بابت قول نقل کیا کہ ''انہیں اپنے والد سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کی اَحادیث کی بابت کچھ یاد نہیں''۔

جناب ابو سلمہؒ کے تعارف میں فرمایا : وابو سلمہ اسمہ عبداللہؓ بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف الزھری اشعثؒ الاعمی کے اجمالی تعارف کے بعد سیدنا ابن سیرینؒ کے فرمان اور اَقوال ائمہ کو بیان فرمایا۔

امام ترمذیؒ نے حسب معمول تمام مذکورہ اَحادیث کی حیثیت متعین فرمائی۔
حسب عادت اِن اَبواب کے ضمن میں سادات ائمہؒ کے مسالک کو اپنی معلومات کی مطابق .. نیز
و فی الباب عن کے تحت سادات صحابہ کرام کے اَسماء مقدسہ کو بیان فرمایا۔

....

وفاق المدارس ، تنظیم المدارس ، اتحاد المدارس ، رابطہ المدارس

باب النھی عن استقبال القبلة بغائط او بول حدیث الا نصاری .. من اخرجه من الا ئمة الستة
بینوا المذاھب المختلفة فی الا ستقبال والا ستدبار وعلة النھی ودلائل المذاھب وترجیح ما
ھو الحق عند کم. وا لجواب عن حدیث ابن عمرؓ ارتقیت بیت حفصةؓ الخ وعن حدیث جابرؓ
فرایته قبل ان یقبض بعام یستقبلھا . . وعن حدیث عراکؒ عن عائشةؓ حوّلوا مقعدتی قبل القبلة
بینوا المباحث با لتفصیل . . ثم بعد ذلک بینوا اسم ابی ایوبؓ . . ونبذ امن اَحوالہ سلمکم الله
بینوا المذاھب المختلفة فی الا ستقبال والا ستدبار وعلة النھی ودلائل کل مذھب وترجیح
ما ھو الحق عند کم . . والجواب عن حدیث ابن عمرؓ ارتقیت بیت حفصةؓ . . وعن حدیث جابرؓ
فرایته قبل ان یقبض بعام یستقبلھا وعن حدیث عراکؒ عن عا ئشةؓ حولوا مقعد تی قبل القبلة
بینوا وابحثو بحثا مشبعا وبینوا اسم ابی ایوبؓ ونبذة من احواله وفقکم الله تعالی
عن عبدالرحمٰن بن یزید قال قیل لسلمانؓ ......او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار ......
بینوا المذاھب ......وعدد الاحجار وکیفیتھا ...... وبینوا نبذة من احوال سلمان الفارسیؓ
طلباء اور طالبات کیلئے مندرجہ بالا مباحث کئی بار مختلف امتحانی پرچوں کی زینت بن چکے ہیں ...... برصغیر اور دنیا
بھر کے عمومی دینی مدارس بورڈز/جامعات/تعلیمی ادارے اور امتحانی مراکز کئی بار ان مباحث کو طلباء اور
طالبات سے پوچھ چکے ہیں ......لہذا عزیز طلباء اور طالبات مندرجہ بالا مباحث کو خوب ذہن نشین کرلیں۔

بابُ مَاجَاءَ فِی السوّاک

۱۔ **حاصل مطالعہ کتب حدیث** : امام ترمذیؒ نے مندرجہ بالاعنوان کے تحت مسواک کی بابت صرف محدثانہ گفتگو کی ہے فقہی مسائل اور اقوال ائمہ کو بیان نہیں کیا سیدنا ابو ھریرۃؓ اور سیدنا زیدؓ بن خالد الجہنی کی روایات کو سند و متن کے ساتھ روایت کیا ہے بقیہ سترہ (۱۷) اَحادیث کی جانب حسب عادت وفی الباب عن کے تحت سادات صحابہ کے مقدس اَسماء گرامی سے اہل علم کی رہنمائی کی ہے۔

امام بخاریؒ نے دو عنوان باب السواک اور باب دفع السواک الی الاکبر قائم کئے ہیں۔ اور اُن کے ضمن میں سیدنا ابو موسیٰ ، سیدنا حذیفۃؓ اور سیدنا ابن عمرؓ کی روایات کو متصل سند اور مکمل متن کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ سیدنا ابن عباسؓ کی روایت کو بغیر سند کے ترجمۃ الباب میں نقل کیا ہے۔

امام نسائیؒ نے اپنی مقدس کتاب کا آغاز ہی مسئلہ الباب سے کیا ہے...... سات (۷) اَبواب قائم کئے ہیں اور اُن کے ضمن میں سات (۷) اَحادیث صحیحہ کو سند و متن کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

امام ابو داؤدؒ نے حسب معمول متعدد اَبواب قائم کرتے ہوئے اُن کے ذیل میں اُن تمام روایات کو تقریباً نقل کر دیا ہے۔ جن کی جانب امام ترمذیؒ نے وفی الباب عن کے تحت اِشارہ کیا ہے...... ساتھ ہی ساتھ امام ابوداؤدؒ نے پانچ اَحادیث کے تحت اپنے اَقوال (قال ابو داؤدؒ) کو بیان کیا ہے...... جن کا حل آگے مرقوم ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے ایک عنوان باب السواک قائم کیا ہے...... اور اُسکے ضمن میں سیدنا حذیفۃؓ، سیدنا ابو ھریرۃؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا ابو امامۃؓ، سیدہ عائشۃؓ اور سیدنا علیؓ کی روایات کو مکمل متن و سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جن کی جانب امام ترمذیؒ نے وفی الباب عن کے تحت اشارہ کیا ہے۔

۲۔ **لفظی تحقیق** : ''سواک'' ساکَ یسُوکُ سے مصدر بھی ہے...... کہ دانتوں کو کسی چیز سے رگڑنا اور صاف کرنا...... اور اِس لکڑی اور آلہ کو بھی سِوَاک کہتے ہیں جس کے ذریعہ دانت اور منہ کو صاف کیا جائے۔

اِس معنی میں سِوَاک اور مِسواک مترادف ہیں...... اور مِسواک کی جمع ''مَسَاوِیک'' ہے۔

۳۔ **مسالک ائمہ** : امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور جمہور علماءؒ کے ہاں مسواک، وضو کی سنت ہے۔ اور مسواک کا تعلق وضو اور طہارت سے ہے۔ جس طرح کہ کلی کرنا اور غرارے کرنے کا تعلق وضو اور منہ کی طہارت سے ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مسواک، نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔

حضرت امام اعظمؒ نے اپنے ایک فرمان میں مسواک کو، دین اسلام کی ایک سنت قرار دیا ہے یوں مسواک کا تعلق نماز، وضوء اور طہارت تینوں سے ہے۔

سادات ائمہ اربعہؒ اور تمام فقہاءِ اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آغازِ وضو میں مسواک کرنا، سنت مؤکدہ ہے

٤۔ دلائل جمہورؒ: کتب احادیث وفقہ میں، احادیثِ مسواک کے راوی، چالیس (۴۰) سادات صحابہ ہیں۔ جن میں سے امام ترمذیؒ نے سترہ سادات صحابہ کے نام نامی کو ذکر کیا ہے ان حضرات سے انتیس (۲۹) صحیح اَحادیث مروی ہیں جبکہ کل، روایات کی تعداد ستاون (۵۷) ہے ان تمام احادیث اور روایات سے صراحتاً یہ حقیقت ہر طالب حدیث کے سامنے آتی ہے کہ مسواک کا تعلق وضوا، طہارت سے ہے اسی لئے تمام سادات محدثینؒ نے مسواک کے اَبواب، مسائل اور احادیث کو کتاب الوضوء اور کتاب الطهارة کے تحت تحریر اور بیان کیا ہے۔

حضور انور ﷺ، تمام صحابہ اور اب تک کے تمام اہل ایمان کا معمول یہی رہا ہے۔ کہ آغازِ وضو میں مسواک فرمایا کرتے تھے اور کرتے ہیں جس سے ہر ذی شعور اس حقیقت کو پا سکتا ہے کہ مسواک، وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ ہاں جس طرح وضو، نماز کے شرائط میں سے ہے اسی طرح مسواک کا بواسطہ وضو، نماز سے تعلق ہے۔

معروف حدیث مبارک ہے السواک مَطهَرة للفم ومرضَاة للرب (نسائیؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ وغیرہم) اس روایت میں صراحت ہے کہ مسواک کا تعلق طہارت اور وضوء سے ہے۔

٥۔ دلیل ائمہ: عن ابی ہریرہؓ قالَ قال رسولُ الله ﷺ لأمرتُهم بالسواکِ عند کُل صلوٰة (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائی وغیرہم) اسی طرح کی روایت سیدنا زیدؓ بن خالد الجہنی سے کتب احادیث میں مروی ہے نیز سیدنا زیدؓ کے عمل ''کہ آغازِ نماز کے وقت پہلے مسواک کرتے پھر جماعت میں شامل ہوتے'' سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ''مسواک کا تعلق، نماز سے ہے''۔

٦۔ جوابات: حدیث الباب مختلف کلمات سے مروی ہے۔ جن میں عند کل وضوء عند کل طهور کے کلمات صحیح بخاریؒ (کتاب الصوم) وغیرہ میں موجود ہیں لہٰذا عند کل صلوٰة کے جملہ میں بطور مجاز

مُرسل ،ذکرِ مشروط (صلوٰۃ) کا ہے۔اور مقصود شرط (وضوء/ طہارت) ہے۔

(۲) تمام طرح کی روایات پر عمل کیلئے ضروری ہے کہ مسواک کا تعلق وضو سے جوڑا جائے ،اور بوقت وضو مسواک کیا جائے یوں یہ مسواک برائے وضو/ طہارت اور نماز ہو جائے گا اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسواک جیسے وضوء اور طہارت کیلئے ہوا ہے ...... اِسی طرح نماز کیلئے (عند کل صلوٰۃ) بھی ہو چکا ہے۔

...... یہی سیدنا امام اعظمؒ اور آپؒ کے مقتدر مقلدؒین کا اِعزاز ہے کہ وہ ''ایسا مسلک اِختیار فرماتے ہیں...... جس سے تمام طرح کی اَحادیث پر عمل ہو جاتا ہے ...... اور کوئی ایک حدیث بھی غیر معمول بہ نہیں رہتی''۔

(۳) ...... تمام علماءِ اسلامؒ کے نزدیک مسواک ،وضو کا خلیفہ ہے ...... جس کی دلیل سیدنا عبیداللہؒ بن عبداللہؒ بن عمرؓ کی رِوایت ہے جسے امام ابوداوُدؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے ...... لہٰذا خلیفہ (مسواک) کو اپنے اصل (وضو) سے جوڑا جائے گا

(۴) ...... حضورِ اَنور ﷺ سے کبھی بھی بوقت نماز ،مسواک کرنا ثابت نہیں ...... جبکہ آغازِ وضو میں آپؐ سے مسواک کرنا ہمیشہ کیلئے ثابت ہے ...... جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے متواتر عمل اور دائمی عادت پاک سے مسواک کا تعلق وضوء سے جوڑا ہے ...... اور یہی بحمداللہ ساداتِ اَحنافؒ کا مسلک و مشرب ہے۔

(۵) ...... احقر کے نزدیک جب آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ آغازِ وضو کے وقت مسواک کیا ...... حضرات صحابہؓ کو آغازِ وضو کے وقت مسواک کرنے کی بابت فرمایا ...... نیز آپ ﷺ سے بالاجماع آغازِ نماز کے وقت مسواک کرنا ثابت نہیں ...... اور اسی طرح حضرات صحابہؓ کے معمولات میں تکبیرِ تحریمہ سے قبل مسواک کرنا شامل نہیں ...... تو یقیناً یہ تمام حقائق اِس اَمر کی مضبوط ترین اَساس ہیں کہ۔''مسواک کرنا وضوء کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے''...... اور ''اِس مسواک کا تعلق صرف اور صرف وضوء سے ہے ...... اور یہ مسواک بالاجماع ،سنت مؤکدہ ہے''۔

...... ہاں حضورِ اَنور ﷺ کا مختلف اَوقات میں مسواک کرنا **یا** سیدنا زیدؓ کا آغازِ نماز کے وقت مسواک کرنا اِس اَمر کی طرف رہنمائی کرتا ہے ...... کہ اِن اَوقات میں مسواک کرنا اُسی وقت اور اُسی عبادت کی سنت ہے ...... یوں اِس طرح کا مسواک ،نماز/ تلاوتِ قرآن/ نیند سے قیام/ افطار اور دیگر عبادات کی سنت ہے ...... اور اِس طرح کے مسواک کا تعلق ہر اُس وقت اور عبادت سے ہے۔جس وقت حضورِ اَنور ﷺ نے خود مسواک کیا **یا** آپ کے کسی مقتدر صحابیؓ نے آپ ﷺ کی موجودگی میں مسواک کیا ...... ساداتِ فقہاءؒ کے نزدیک یہ تمام مسواک ،مستحب ہیں۔

۷۔ **فوائد مسواک** : سادات فقہاء نے مسواک کے فوائد پر خاصی تفصیلی گفتگو کی ہے ..... درج ذیل فوائد خود حضور انور ﷺ کے فرامین سے مُتحقق ہیں (۱) بوقت وفات، کلمہ طیبہ کی تلاوت نصیب ہوتی ہے۔۔ (۲) ..... نظام اِنہضام درست اور صحت مندر ہتا ہے۔ (۳) ..... بینائی کیلئے مسواک، اکسیرِ اعظم ہے (۴) منہ اور معدہ کی ہر طرح کی بو، زائل ہو جاتی ہے۔

۸۔ **اَوقات مسواک** : علامہ ابنؒ ہمام فرماتے ہیں کہ مسواک ہر مناسب اَوقات میں مستحب ہے ..... لیکن پانچ اَوقات میں بہت ہی زیادہ بہتر اور مستحب تر ہے (۱) تلاوت قرآن مجید کے وقت ..... (۲) نیند سے اُٹھنے کے فوراً بعد ..... (۳) نمازِ باجماعت میں شامل ہونے سے قبل ..... (۴) منہ میں جب بومحسوس ہو اُس وقت ..... (۵) دانتوں پر میل کے اِحساس کے وقت ..... مسواک کرنے کا مستحسن طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ مسواک کیا جائے اور ہر مرتبہ نیا پانی لیا جائے ..... مندرجہ بالا پانچ اَوقات کی فہرست میں عمومی شراح نے آغازِ وضو کے وقت مسواک کرنے کو تحریر کیا ہے..... جو احقر کے مطالعہ کے مطابق نادرست ہے ..... کیونکہ آغازِ وضو کے وقت مسواک کرنا بالا جماع، سنت مؤکدہ ہے ..... احقر نے اِس تعارض کو مدنظر رکھتے ہوئے ..... ان پانچ اوقات کی فہرست میں اِس مسواک کرنے کو شامل نہیں کیا تا کہ تعارض پیدا نہ ہو

۹۔ **اَقوال ابوداؤد** : امام ابوداوٗدؒ نے مسئلہ الباب پر وقفہ وقفہ سے درج ذیل گفتگو کی ہے :

(۱) ..... اِمام ابوداوٗدؒ، اِمام محمدؒ بن اِسحاق کے دوشاگردوں امام احمدؒ بن خالد اور ابراہیمؒ بن سعد کے اُس اِختلاف کو بیان کرر ہے ہیں ..... جن میں اَمام احمدؒ بن خالد نے درجہ تابعی میں سید نا عبداللہؓ بن عبداللہؓ بن عمر کو حدیث کا راوی بیان کیا ہے ..... اور امام ابراہیمؒ بن سعد نے اُن کے دوسرے بھائی عبیداللہؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ کا نام بیان کیا ہے۔

..... فرماتے ہیں **ابراهيمؒ بن سعد رواه عن محمدؒ بن اسحق قال عبيداللهؒ بن عبد اللهؓ** ..... حضرات محدثینؒ نے اِس کے، دو ممکنہ جواب بیان کئے ہیں ..... کہ حدیث الباب دونوں (سیدنا عبداللہؓ اور عبیداللہؒ) سے مروی ہے **یا** اِن دوراویوں (احمدؒ بن خالد اور ابراہیمؒ بن سعد) میں سے کسی ایک کو نام بیان کرنے میں غلطی لگی ہے

(۲) ..... امام ابوداوٗدؒ نے مزید اپنے دو اَقوال **وقال سليمانؒ** ..... **قال مسددؒ كان حديثا طويلا اِختصرته** میں اپنے دو اَساتذہ امام مسددؒ اور امام سلیمانؒ کی اَحادیث میں جو متن کا اِختلاف ہے اُسے بیان کیا ہے ..... نیز امام ابوداوٗدؒ نے اپنے شیخ اِمام مسددؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حدیث الباب تفصیلی تھی۔ میں نے اسے مختصر متن سے نقل کیا

ہے یوں امام ابوداؤدؒ نے اختلاف متن کی متعدد وجہ بیان کرتے ہوئے متن کے اضطراب کو حل فرمادیا ہے۔

(۳) امام ابوداؤدؒ نے باب السواک من الفطرۃ کے ضمن میں پہلے اُس اختلاف کو بیان کیا ہے۔ جو اُن کے دو اساتذہ امام موسیٰ اور امام داؤدؒ کے مابین موجود ہے امام موسیٰ، سیدنا سلمہؓ کے بعد عن ابیہ اور امام داؤدؒ، سلمہؓ کے بعد عن جدہ فرماتے ہیں۔ یعنی امام موسیٰ کے ہاں حدیث مذکور کے راوی سلمہؓ کے والد محمدؒ ہیں اور امام داؤدؒ کے ہاں سلمہؓ کے دادا سیدنا عمارؓ بن یاسر، حدیث کے راوی ہیں بہر حال حضرات محدثینؒ کے ہاں، پہلی صورت میں حدیث الباب، مُرسَل ہے اور دوسری صورت میں، مُنقَطِع ہے۔

قالَ موسیٰؒ عن اَبیہ وقال داؤدؒ عن عمارؓ بن یاسِر۔

امام ابوداؤدؒ نے اِنتقاصُ الماءِ کی وضاحت اِستنجاء سے کی فرمایا یعنی اَلا ستَنجاء۔

امام ابوداؤدؒ اُس فرق کو بھی بیان فرمارہے ہیں۔ جو سیدنا ابن عباسؓ اور سیدہ عائشہؓ کی روایات میں ہے۔ کہ سیدنا ابن عباسؓ کی روایت میں اِعفاءُ اللحیۃ کا تذکرہ نہیں..... جبکہ سیدہ عائشہؓ کی روایت میں یہ کلمہ موجود ہے۔

نیز امام ابوداؤدؒ نے متعدد اَسناد سے ثابت کیا ہے..... کہ موقوف اَحادیث میں اِعفَاءُ اللحیَۃ کا کلمہ موجود نہیں ہے جبکہ سیدنا ابوھریرۃؓ کی مرفوع حدیث اور سیدنا ابراہیم نخعی کی روایت میں اِعفَاءُ اللحیۃ کا کلمہ موجود ہے۔

(۴) قالَ اَبو داؤدؒ ورَوَاہ ابنُ فضیلؒ ...... امام ابوداؤدؒ اِس عبارت سے اُس اختلاف متن کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں...... جو امام ہشیمؒ اور امام ابن فضیلؒ کی روایات میں موجود ہے۔

۱۰۔ حاصل متن جامع ترمذی : امام ترمذیؒ نے آغازِ کتاب میں پہلے وضوء کی فضیلت کو بیان فرمایا پھر بیت الخلاء اور قضاءِ حاجت کے اَبواب کو قائم کیا..... اب وضوء کے سنن کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں۔ جن میں ''مسواک'' کو سب سے پہلے بیان کیا..... کیونکہ مسواک، وضوء کی سب سے پہلی سنت ہے۔

امام ترمذیؒ نے وَاَمَامحمدٌ فزعَمَ کی عبارت سے امام بخاریؒ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ''امام ابوسلمہ کی وہ روایت جو سیدنا زیدؓ بن خالد سے مروی ہے، وہ اصح ہے اُس روایت سے جسے امام ابوسلمہؒ سیدنا ابو ہریرۃؓ سے روایت کررہے ہیں''۔

مسواک کے بعد امام ترمذیؒ نے اگلا عنوان نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کی بابت قائم کیا ہے۔

جو پانی کی نجاست وطہارت کے بارے میں سادات حنفیہ کی اساسی دلیل ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے

۱۱۔ **نظرِ طحاویؒ**: امام طحاویؒ نے مسئلہ الباب میں سیدنا امام اعظمؒ اور سیدنا امام شافعیؒ کے فقہی اختلاف کو بیان نہیں کیا جبکہ آپ کا معمول ہر مسئلہ میں، مسالک ائمہ کو بیان کرنے کا ہے اس سے حضرت امام کا منشا یہ ہے کہ مسئلہ الباب میں سادات ائمہؒ کے مابین کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ جسے موضوع بحث بنایا جائے۔ ......ایک مسئلہ میں مختلف اقوال کا پایا جانا حضرات علماء کی مجتہدانہ شان ہے۔ جس پر مزید قیل وقال کی ضرورت نہیں

۱۲۔ **اساتذہ صحاح کا اجمالی تعارف**: امام بخاریؒ وغیرہ کی منقولہ روایات، جن سادات محدثینؒ سے منقول ہیں......اُن کا اِجمالی تعارف، درج ذیل ہے:

ابوالنعمان السدوسیؒ: البصری ......نام محمد بن فضل......لقب عارم......**ثقة ثبت**......امام بخاریؒ اور تمام اَصحاب صحاح تسعہ کے ''مستند شیخ'' ہیں......البتہ بڑھاپے میں حافظہ نہایت کمزور رہا ......سادات صغار تبع تابعینؒ میں سے ہیں......سن۲۲۴ ہجری میں وفات پائی۔

حمادؒ بن زید الاسدی البصری: کنیت ابواسمٰعیل۔ ثقة ثبت فقيه ۔ ولادت ۸۱ھ، وفات ۱۷۹ھ

غیلانؒ بن جریر: الازدی و البصری ......ثقہ ہیں......۱۲۹ ہجری میں وفات پائی۔

ابوبردہؒ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ: آپ معروف صحابی، سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ......نام عامر ہے......جبکہ کنیت ابوبُردہ سے معروف ہیں...... نامور محدث، فقیہ اور کبار تابعینؒ میں سے ہیں۔۔ قاضی شریحؒ کے بعد آپ کوفہ میں بطور قاضی وامام حدیث وفقہ رہے......۸۰ سال سے زیادہ عمر پاکر سن ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے......آپؒ، مستند اِمام حدیث ہیں۔ اَصحاب صحاحؒ نے بہت سی روایات آپؒ سے نقل کی ہیں۔

سیدنا ابوموسیٰ الاشعریؓ: نام نامی عبداللہ بن قیس ہے......فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے حضور انور ﷺ نے آپ کو یمن پر بطور گورنر مقرر فرمایا۔ اسی طرح سیدنا فاروق اعظمؓ نے بصرہ کی گورنری، آپؓ کے سپرد کی......سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے گورنر رہے......اور یہیں سن ۴۲ میں وصال فرمایا...... قرآن مجید اور خطبہ بہت ہی پرسوز اور دلکش آواز میں پڑھتے تھے......حدیث وفقہ میں مستند اور ماہر تھے۔

عثمانؒ بن ابی شیبہؒ العبسی الکوفی : ابوالحسن کنیت ۔ آپ ثقہ اور حافظ حدیث ہیں ۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور تمام محدثینؒ نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے ...... البتہ سیدنا امام احمدؒ بن حنبلؒ نے بہت سی احادیث کو مُنکَر قرار دیا ہے ... نیز آپؒ پر بوجہ کمزور حافظہ، قرآنی آیات کو غلط پڑھنے کا الزام ہے ... ۸۳ سال کی عمر میں بمقام کوفہ، سن ۲۳۹ ہجری کو وفات پائی ۔

جریرؒ بن عبدالحمید : الضبی الکوفی ...... ملک رَی کے معروف قاضی اور معتمد محدث تھے ...... البتہ بڑھاپے میں وہم کے مریض ہو گئے تھے ... صحاح تسعہ میں آپ کی روایات بکثرت موجود ہیں ...... بعمر ۷۱ سال سن ۱۸۸ ہجری میں بمقام ری وفات پائی ۔

منصورؒ بن معتمر : السلمی الکوفی ...... کنیت ابوعتاب ...... ثقة ثبت ...... معروف ترین محدث ہیں ۔ مستند فقیہ ہیں ...... نہایت اعتماد اور ضبط سے احادیث صحیحہ بیان کرتے تھے ۔ سن ۱۳۲ میں بمقام کوفہ وفات پائی

ابووائلؒ بن سلمہ : الاسدی الکوفی ...... نام شقیق ہے ...... سن ایک ہجری کو پیدا ہوئے ۔ یوں حضور انور ﷺ کے مقدس زمانہ کو پایا لیکن زیارت نہ کر سکے، نہایت بے مثال اور عمدہ ثقہ راوی ہیں سن ۸۲ میں وفات پائی

سیدنا حذیفہؓ بن الیمانؓ : العبسی الانصاری ...... آپؓ اور آپ کے والدِ گرامی جلیل القدر صحابی ہیں ...... السابقون الاوّلون کی برگزیدہ اور مقدس جماعت کے اہم اَفراد ہیں ...... رازدارِ نبوت ﷺ تھے ۔ صاحب کرامت اور ساداتِ اَولیاءؒ کے اِمام ہیں ۔ سیدنا علیؓ کے زمانہ خلافت میں سن ۳۶ ہجری کو وصال فرمایا ۔

عفانؒ بن مسلم : الباھلی البصریؒ ...... کنیت ابوعثمان ...... ثقة ثبت ...... معروف تبع تابعی ہیں ۔

صخرؒ بن جویریّة : کنیت ابونافع ...... آپؒ غلام تھے ...... درمیانہ درجہ کے راوی ہیں ...... تبع تابعی ہیں ۔

سیدنا نافعؒ المدنی : کنیت ابوعبداللہ ...... آپ سیدنا ابن عمرؓ کے غلام تھے ...... غزوات، جہاد اور علمی اسفار میں آپؓ کے ہمراہ ہوتے ...... اپنے زمانہ کے معروف محدث اور فقیہ تھے ...... سیدنا ابن عمرؓ کے علمی اور روحانی کمالات کے امین تھے ...... سیدنا ابن عمر کا معروف قول ہے لقد مَنّ اللهُ تعالیٰ علینا بنافعؒ ...... سادات محدثینؒ کے ہاں آپ کی منقولہ تمام روایات، درست اور صحیح ہیں ...... امام بخاریؒ کے ہاں مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ کی سند سلسلة الذھب ہے ...... سن ۱۱۷ ہجری میں وصال فرمایا ۔

......امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ کی روایات کے معروف ائمہ کے حالات درج ذیل ہیں :

ھنادؒ بن السری :التیمی الکوفی ......کنیت ابوالسری......ثقہ ہیں......ولادت ۱۵۲ وفات ۲۴۳

محمدؒ بن اسحق : ابوبکر اور ابوعبداللہ آپ کی کنیتیں ہیں ......المطلبی المدنی آپ کی نسبتیں ہیں علم مغازی اور سرایا کے اِمام ہیں......ملک عراق میں سکونت رہی۔ اور یہیں حدیث وفقہ کا درس دیتے رہے۔

......جرح وتعدیل کے حوالہ سے آپ کی شخصیت، نہایت متنازع ہے......بعض ائمہ حدیث وسیرؒ کے نزدیک آپؒ امیر المؤمنین فی الحدیث اور مستند محدث ہیں ......جبکہ جمہور محدثینؒ مثلاً امام نسائیؒ، امام دارقطنیؒ، امام مالکؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام ہشامؒ اور امام یحییٰ بن سعیدؒ کے ہاں کذّاب، دَجال، رافضی، قدری اور غیر معتبر راوی ہیں......سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔

محمدؒ بن ابراھیمؒ التیمی : مستند تابعین میں سے ہیں......آپؒ پر منکر اَحادیث روایت کرنے کا اِلزام ہے......سن ۱۲۰ ہجری میں وفات پائی۔

ابوسلمہؒ بن عبدالرحمن : الزہری المدنی ......نام عبداللہ......ثقہ تابعی ہیں......وفات سن ۹۴

سیدنا زیدؓ بن خالد الجھنی : آپ معروف صحابی ہیں......ولادت مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا) میں ہوئی......کنیت ابوعبدالرحمان ہے......سکونت اور تدریس کوفہ میں رہی......سن ۷۸ کوفہ میں وصال فرمایا۔

....

تنظیم المدارس ر وفاق المدارس اور ملک بھر کے اہم اور معروف دینی مدارس نے مسئلہ الباب کو طلباء اور طالبات سے مختلف سالوں میں پوچھا ہے۔

باب فی التسمیہ عند الوضوء

۱- **حاصل مطالعہ کتب حدیث** : امام ترمذیؒ نے مسئلہ الباب پر باب فی التسمیۃ عند الوضوء کا عنوان قائم فرمایا ہے اور اُس کے ضمن میں سیدنا رباح بن عبدالرحمن کی روایت مبارکہ کو تخریج فرمایا ہے اور اُسکے ہم معنی احادیث کی جانب وفی الباب عن عائشۃؓ وابی ھریرۃؓ وابی سعیدالخدریؓ وسھلؓ بن سعد وانسؓ کے جملہ سے اشارہ فرمایا ہے..... حضرت امام ترمذیؒ نے سیدنا احمدؒ بن حنبلؒ کا محدثانہ اور محققانہ قول لا أعلم فی ھذاالباب حدیثا لہ اسناد جید نقل فرما کر مسلک جمہورؒ اور مذہب حنفیہؒ کی نہایت وقیع انداز میں محدثانہ تائید فرمائی ہے۔

...... امام ابوداؤدؒ نے باب فی التسمیہ علی الوضوء کے تحت سیدنا ابوھریرہؓ کی روایت مبارکہ کو نقل فرمایا ہے..... اور سیدنا ربیعۃؓ کے فرمان سے جس انداز میں حدیث الباب کی توجیہ فرما کر مسلک حنفیہ اور مسلک جمہورؒ کی تائید فرمائی ہے۔ وہ حضرت امامؒ کی جلالت شان کی اپنی شان ہے۔

...... امام ابن ماجۃؒ نے باب ماجاء فی التسمیۃ فی الوضوء کے عنوان کے ضمن میں سیدنا ابوسعیدؓ سیدنا رباحؒ، سیدنا ابوہریرۃؓ اور حضرت سہلؓ بن سعد کی روایات مقدسہ کو تحریر فرمایا ہے..... اور اُن میں سے سیدنا سہلؓ کی روایت مبارکہ میں وَلاصلوۃ لمن لایصلی علی النبی ﷺ کا جملہ نقل فرما کر عاشقان رسالتؐ کے پاکیزہ اور ولولہ انگیز قلوب واَذہان کو جو جلاء بخشی ہے۔ وہ حضرت امامؒ کی عظمت وکمال کی عمدہ دلیل ہے۔

...... امام طحاویؒ نے بابُ التسمیۃ علی الوضوء کے تحت حسب معمول نہایت عمدہ محدثانہ وفقیہانہ گفتگو فرمائی ہے۔ احادیث اور دلائل نظریہ سے مسلک حنفیہ کو اَصوب اور اَرجح ثابت فرمایا ہے۔

...... امام بخاریؒ نے کتاب الوضوء میں ایک ترجمۃ الباب باب التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع کے کلمات سے تحریر فرمایا ہے..... بعض حضرات محدثینؒ کی رائے یہ ہے کہ حضرت امامؒ اس ترجمۃ الباب سے مسئلہ الباب کی جانب اشارہ فرمانا چاہتے ہیں..... اس رائے کے تناظر میں حضرت امامؒ کا مسلک بھی مسلک حنفیہ کے موافق ہوگا..... کیونکہ بالاجماع بہر کیفیت تسمیہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ واجب اور فرض نہیں..... لہٰذا آغازِ وضوء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت بھی مسنون ہوگی..... اور یہی مسلک جمہورؒ ہے۔

۲۔ **مسالک ائمہ** : امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات حنفیہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک آغازِ وضوء میں بسم اللہ پڑھنا ..... نہ ہی فرض ہے نہ ہی رکن صرف مسنون ہے۔

..... امام احمدؒ اور بعض اہل ظواہرؒ کے نزدیک وضوء کرتے وقت تسمیہ فرض ہے۔ اور صحت نماز کے لئے شرط اگر تسمیہ جان بوجھ کر ترک کر دے۔ تو وضوء کو دوبارہ کرنا ہوگا اگر بھول جائے تو گناہ گار ہوگا۔

..... حضرات حنفیہؒ میں سے علامہ ابن ہمام کے نزدیک تسمیہ واجب ہے اور صاحب ہدایہ کی تحقیق میں مستحب

۳۔ **دلائل جمہور** : حضور انور ﷺ کے وضوء کی کیفیت کو حضرات محدثین نے تیرہ سادات صحابہؓ سے نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی روایت میں بھی تسمیہ کا ذکر نہیں ..... لہٰذا معلوم ہوا کہ تسمیہ نہ ہی فرض ہے اور نہ ہی شرط

(۲) ..... عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله ﷺ توضأ كما أمر الله (بخاری و مسلم و ترمذی وغیرھم)

..... یہ ایک مشہور حدیث مبارک کا جملہ ہے جو اعرابی مسیئی الصلوۃ کے نام سے طلباء میں معروف ہے۔ اس حدیث میں حضور انورؐ نے دیہاتی صحابی کو وضو بنانے کی مکمل تعلیم دی ہے۔ اور اس میں تسمیہ کی تلاوت کا حکم نہیں

(۳) ..... فاغسلوا وجوھکم وایدیکم (الآیہ)۔ اس آیت مقدسہ میں تمام ارکان نماز کا تذکرہ ہے۔ تسمیہ کا ذکر نہیں ..... معلوم ہوا کہ تسمیہ صحت نماز کیلئے شرط و رکن نہیں۔

(۴) ..... جس وقت تیمم میں بالاجماع تسمیہ فرض نہیں ..... تو وضوء میں بھی تسمیہ فرض نہ ہوگا۔

۴۔ **دلیل فرضیت** : عن سعیدؓ بن زید عن النبی ﷺ قال لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه (بخاری و مسلم و ترمذی وغیرھم) ..... یہ ایک مسلم ضابطہ ہے۔ کہ کسی حکم کی نفی، ترک رکن یا ترک فرض کی وجہ سے ہوتی ہے ..... یہاں عدمِ ذکرِ تسمیہ پر وضوء کی نفی کی گئی ہے ..... لہٰذا تسمیہ وضوء کیلئے بطور شرط کے ہوگا۔

۵۔ **جوابات دلیل** : ضعیف : امام ترمذیؒ نے حدیث الباب کو نقل کرنے کے بعد امام احمدؒ بن حنبل سے اس جملہ لا أعلم فی الباب حدیثا له اسناد جید سے تمام روایات کو ضعیف قرار دیا ہے ..... امام بزار، علامہ ابوحاتم اور علامہ ابوزرعہ نے بھی اسی طرح کی رائے کا اظہار فرمایا ہے کہ احادیث الباب ضعیف ہیں۔

(۲) ..... نفی کمال : کلمہ "لا" سے کمال کی نفی مراد ہے نہ کہ ذات طہارت کی ..... عموماً سادات محدثین، احادیث مبارکہ میں اسی طرح کی توجیہ فرماتے ہیں ..... تاکہ تمام احادیث معمول بہا ہوسکیں۔

(۳) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں وضوء کی نفی ہے طہارت کی نہیں۔ جبکہ نماز کیلئے بالاجماع طہارت، شرط ہے نہ کہ وضوء یعنی بغیر تسمیہ کے طہارت تو حاصل ہو جائے گی جو نماز کیلئے شرط ہے۔ لیکن انسان باوضو نہ بنے گا کیونکہ وضوء، لفظ وَضاۃ اور ضَوء سے ماخوذ ہے۔ جسکے معنی اعضاء کے منور ہونے کے ہیں۔ بروز قیامت انسانی اعضاء میں ضوء (نور) اس صورت میں پیدا ہوگا۔ اگر وضو تمام مستحبات وسنن کی رعایت کو مدنظر رکھ کر کیا جائے

(٤)...... بمعنی نیّت : احقر کے نزدیک امام ابوداؤدؒ نے امام ربیعہؒ کے قول ان تفسیر حدیث النبیؐ انہ الذی یتوضأ ویغتسل ولا ینوی ...... (کہ حدیث مذکور میں اِسم اللہ سے مراد نیت ہے اور اُس شخص کا کوئی وضو اور غسل نہیں جو حصول طہارت کی نیت کے بغیر وضو یا غسل کرے) سے حدیث الباب کا جواب دیا ہے

٦۔ **فقاہت حضرات احنافؒ** : سادات ائمہ حنفیہؒ، تسمیہ کی عدم فرضیت پر تو متفق ہیں...... البتہ اسکی شرعی حیثیت کی تعیین میں اَقوال باہم مختلف ہیں : (۱) واجب...... (۲) مسنون...... (۳) مستحب۔

...... جس کی وجہ یہ کہ جن حضرات نے وُجُوبِ تسمیہ کا قول کیا۔ اُن کے نزدیک حدیث الباب، بوجہ خبر واحد ہونے کے اِثباتِ فرضیت سے تو قاصر ہے...... البتہ وجوب یقیناً ثابت ہے...... جن حضرات نے سُنّیت کا قول فرمایا۔ اُن کی تحقیق میں حدیث الباب بوجہ خبر واحد اور ضعیف ہونے کے نہ ہی مثبت فرضیت ہے اور نہ ہی مثبت وجوب۔ ...... البتہ کثرتِ روایات کے سبب حسن لغیرہ ہوکر موجب سنت ہے...... قائلین اِستحباب کے نزدیک حدیث الباب کے جملہ طرق چونکہ ضعیف اور غیر جید ہیں (جیسا کہ حضرات محدثینؒ کی تحقیق سے ظاہر ہے)۔ ...... اِس لئے فقط اِستحبَاب ہی ثابت ہوگا...... نہ کہ سنیت...... اور...... وجوب۔

۷۔ **علمی بحث** : سادات علماءؒ تسمیہ اور بسم اللہ کی وضاحت میں فرماتے ہیں...... کہ تسمیہ کے معنی بِسم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم پڑھنے کے ہیں...... جیسا کہ حوقل کے معنی لاحولَ وَلاقوّۃَ اِلا بِاللّٰہ کہنے کے ہیں...... جبکہ بسم اللہ کے معنی اَللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنے کے ہیں۔ جن الفاظ سے بھی کیا جائے...... خواہ بسم اللہ کی تلاوت سے...... یا...... دیگر مسنون کلمات ووظائف سے۔

۸۔ **نظر طحاویؒ**: مسائل شرعیہ میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی تکمیل بات چیت کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کلام کرنے سے ان پر شرعی حکم مرتب ہوتا ہے۔ جیسے تجارت، نکاح، طلاق، خلع وغیرہ...... بعض ایسے ہیں کہ

اُن کی تکمیل، کلام کے ذریعہ سے تو نہیں ہوتی۔ البتہ کلام اُن کیلئے رکن کے درجہ میں ہے۔ جیسے نماز کیلئے تکبیر تحریمہ اور حج کیلئے کلمات تلبیہ جبکہ وضو کیلئے تسمیہ دونوں اُقسام کے مشابہ نہیں کیونکہ تسمیہ سے نہ ہی وضو کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی تسمیہ، بالا جماع وضوء کیلئے رکن ہے کیونکہ وضوء کے اُرکان، بالا جماع چار ہیں جن میں تسمیہ نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ وضوء کیلئے تسمیہ نہ ہی رکن ہے اور نہ ہی مُتمّم بلکہ مستحب ہے۔

نیز...... وضوء کی طرح نماز کے شرائط میں سے ستر عورت اور طہارتِ مکان بھی ہے۔ جب ستر عورت اور طہارتِ ثوب و مکان کیلئے بالا جماع تسمیہ ضروری نہیں۔ تو وضوء کیلئے بھی تسمیہ لازم نہ ہوگا۔

سوال...... حضرات حنفیہؒ کے نزدیک جانور ذبح کرتے وقت بسم اللّٰہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے ذبح کے وقت تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا...... ایسے ہی تسمیہ بوقت وضوء لازم ہونا چاہئے اور بصورت ترکِ تسمیہ، وضوء فاسد اور غیر معتبر ہو۔

جواب...... امام طحاویؒ نے مذکورہ سوال کا تین طرح سے جواب دیا ہے...... (۱) اگر بوقت ذبح تسمیہ جان بوجھ کر ترک کر دیا جائے۔ تو ایسا ذبیحہ بعض ائمہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ گویا یہ مسئلہ اجماعی نہیں...... (۲) غلطی سے تسمیہ چھوٹ جائے۔ تو بالا جماع ذبیحہ، حلال ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تسمیہ ضروری نہیں...... (۳) وقت ذبح تسمیہ اپنے عقیدہ و مذہب کی شہادت کیلئے ہے، نہ کہ جانور کو ذبح کرنے کیلئے...... اِسلئے بوقت ذبح تسمیہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ بوقت وضو تسمیہ کا پڑھنا، صرف ذِکر اللہ کیلئے ہے۔ جسکے سبب وہ لازم نہیں...... لہٰذا آپ کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے...... جو نا درست ہے۔

۹۔ حاصل متن جامع ترمذی : امام ترمذیؒ نے سب سے پہلے امام احمدؒ کے حقیقت پسندانہ فرمان سے حدیث الباب کو غیر جید قرار دیا...... پھر امام اسحٰقؒ کا مسلک بیان کیا...... پھر امام بخاریؒ کے فرمان سے حدیث الباب کو اُحسن قرار دیا...... جبکہ امام ترمذیؒ اپنی ذاتی رائے دینے سے قاصر رہے۔ جو اُن کے معمول اور مزاج کے خلاف ہے...... یوں امام ترمذیؒ نے اپنی حکیمانہ خاموشی سے امام احمدؒ کا ساتھ دیا اور امام بخاریؒ کی رائے کو نادرست جانا...... پھر امام ترمذیؒ نے امام رباحؒ کی دادی کے والد کا تعارف کرایا کہ اَبوھا سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل...... پھر ایک راوی ابو ثفال کے نام کی بابت فرمایا اِسمہ ثمامۃؓ بن حصین...... پھر امام رباح

کے تعارف میں فرمایا ھو ابو بکر بن حویطب بہرحال ابو ثفال ، امام رباح اور اس کی دادی، مجہول الاسم اور مجہول الحال ہیں جس کے سبب حدیث الباب ، غیر جید اور غیر صحیح ہے۔

....

وفاق المدارس/اتحاد المدارس/دار العلوم/جامعہ اشرفیہ

عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول لاصلوۃ لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه.... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تسمیہ وضو میں فرض ہے۔اس باب میں جو اختلاف ہے واضح فرمائیں......اور حضرات احناف کا یہ مسلک ہے یا نہیں؟۔۔اگر نہیں تو اس کا جواب دیں۔

———

تنظیم المدارس/جامعہ نعیمیہ/دار العلوم محمدیہ غوثیہ

امام طحاویؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں عن ابی ھریرۃؓ یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول لا صلوۃ لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه۔اس حدیث کے تحت اختلاف ائمہؒ بیان کیجیے۔امام طحاویؒ نے اس حدیث کے معارض کون سی حدیث پیش کی اور ان دونوں میں تطبیق دیکر امام اعظمؒ کا مسلک کس طرح ثابت کیا ہے؟ نظر صحیح سے امام طحاویؒ نے امام اعظمؒ کے مسلک کو کس طرح بیان کیا ہے؟

(وفاق......تنظیم......اتحاد......رابطہ......اور دینی مدارس نے بیسیوں مرتبہ یہ سوال پوچھا ہے......لہذا عزیز طلباء اور طالبات امتحانی حوالہ سے مسئلہ الباب کو خوب یاد کر لیں)

باب مَاجاءَ فی المَضمَضَة والاستِنشَاق

۱. **حاصل مطالعہ کتب حدیث** : امام بخاریؒ نے کتاب الوضوء اور کتاب الغسل میں مسئلہ الباب کی بابت چار (۴) اُبواب وقفہ وقفہ سے قائم فرمائے ہیں باب الاستنثار فی الوضو باب المضمضہ فی الوضوء باب مَن مَضمضَ واستنشَق من غُرفة واحدة باب المضمضہ والاستنشاق فی الجنابة اِن اُبواب کے ضمن میں حسب موضوع ، اَحادیث مقدسہ کو روایت کیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے اکٹھے دو عنوان قائم کئے ہیں اور اُن کے ضمن میں نہایت عمدہ محدثانہ اور فقیہانہ گفتگو کی ہے جس کی تفصیل مسالک ، دلائل اور حاصل متن کے ضمن میں آرہی ہے۔

امام نسائیؒ نے حسب عادت مسئلہ الباب پر کئی ابواب قائم کئے ہیں اور مسئلۃ الباب کی بابت کوئی پہلو ایسا نہیں ۔ جس پر امام نسائی نے باب قائم نہ کیا ہو اور اس کے ضمن میں صحیح حدیث کو نقل نہ کیا ہو۔

امام ابو داؤدؒ نے اِستنثار اور اِستنشاق کے باب میں پانچ اَحادیث مقدسہ کو نقل کیا ہے جن میں سے ایک روایت ، خاصی تفصیلی ہے جس کا ترجمہ آگے آرہا ہے۔

۲. **مسالک ائمہ** : مسئلہ الباب کئی جزئی مسائل پر مشتمل ہے اور ہر جزئی مسئلہ میں سادات فقہاءؒ کے تحقیقی اَقوال مختلف ہیں اُن میں سے معروف مسئلہ پر اَقوال ائمہؒ درج ذیل ہیں :

امام اعظم ابو حنیفہؒ ، جمہور فقہاءؒ اور اکثر محدثینؒ کے نزدیک مضمضہ (کلی کرنا) اور اِستنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) وضوء میں مسنون ہیں اور غسل میں فرض ہیں۔

امام مالکؒ ، امام شافعیؒ اور علماء حجازؒ کے نزدیک یہ دونوں عمل ، وضوء اور غسل میں مسنون ہیں۔

امام احمدؒ ، سیدنا ابن مبارکؒ اور بعض محدثینؒ کے نزدیک وضوء اور غسل میں مضمضہ اور استنشاق ضروری ہیں اور یہ دونوں عمل وضوء اور غسل کے فرائض میں سے ہیں۔

۳. **دلائل ائمہ** : حضرات حنفیہؒ اپنی نرالی شان اور خصوصی اِمتیاز '' کہ قرآنی آیات اور جملہ اَحادیث الباب پر عمل ہو جائے '' کے حوالہ سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ وضو کے چار فرائض کا تذکرہ قرآنی آیات میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اُن میں مضمضہ اور اِستنشاق کا ذکر نہیں نیز کتاب اللہ پر کسی طرح کا اضافہ بھی بمطابق

ضابطہ درست نہیں۔ اس لئے وہی قرآنی چار اُعمال، وضو کیلئے بطور فرائض ہونگے۔ بقیہ تمام اُعمال، مسنون اور مستحب ہونگے۔ نیز حضورانور ﷺ کے فرمان اور عمل سے، مضمضہ اور استنشاق ثابت ہیں اسلئے وضوء میں مسنون ہونگے۔ جبکہ غسل کی بابت قرآن مجید نے فَاطَّهَّرُوا کا حکم صیغہ مبالغہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نیز حضورانور ﷺ کی عملی تعلیم سے بوقت غسل اِن دونوں کا اہتمام ثابت ہے۔ اِسلئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا.... غسل کے فرائض میں سے ہوں گے۔

.... علامہ عصر انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ بے وضوئی (حدث) کا اثر منہ میں نہیں پہنچتا.... جبکہ جنابت کا اثر منہ تک پہنچتا ہے.... اسی لئے بے وضو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہے.... جنبی کیلئے تلاوت کرنا، حرام ہے۔ تو اِس لئے بحالت غسلِ جنابت، کلی کرنا لازم، ضروری اور فرض ہونا چاہئے اور یہی حکم، اِستنشاق کا ہو۔

.... دوسرے مسلک کے حضرات نے وضو کی بابت حضرات حنفیہؒ کے قرآنی، شرعی اور اُصولی موقف کو اصح جانتے ہوئے وہی موقف اِختیار کیا.... جو ابھی بیان ہوا.... البتہ غسل کو وضو پر قیاس کرتے ہوئے بحالت غسل مضمضہ اور اِستنشاق کو مسنون قرار دیا.... نیز فرمایا کہ اَحادیث الباب میں عَشر من الفِطرۃ کے ضمن میں مضمضہ اور اِستنشاق کا تذکرہ ہے.... فطرۃ کے معنی سنت کے ہیں.... اِسلئے مضمضہ اور اِستنشاق بحالت غسل، مسنون ہی ہوں گے۔

.... تیسرے قول کے علماء نے حدیث الباب قالَ قالَ رسولُ الله ﷺ اِذا توَضّأت فانتَثِرُوا (ترمذی)...... اور.... ابا هریرۃؓ عن النبی ﷺ اَنه قالَ من توضأ فلیَستَنثِر (بخاری) کے ظاہری حکم کو مستدل بنایا اور فرمایا کہ حکم، چونکہ وجوب کیلئے ہوتا ہے.... اِس لئے یہ دونوں عمل.... بوقت وضو، فرض ہوں گے۔

٤۔ جوابات : شیخ الکل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ فطرت کے معنی سنت انبیاءؑ کے ہیں.... اور قرآن وحدیث کی اصطلاح میں فِطرَت ''ہر اُس اَمر کو کہتے ہیں جو دین ابراہیمیؑ میں ہو''.... اس سے مضمضہ اور اِستنشاق کی سنیت، بحالت غسل پر اِستدلال کرنا درست نہیں۔

.... حضورانور ﷺ نے وضو کی بابت تعلیمی وتربیتی فرامین میں مضمضہ اور استنشاق کو عموماً اُس اہمیت سے بیان نہیں فرمایا.... جس طرح کہ آپؐ نے وضو کے چار (۴) ارکان (منہ دھونا، بازو دھونا، سر کا مسح کرنا اور پاؤں

دھونا) کونہایت اہمیت سے بیان فرمایا ہے ... معلوم ہوا کہ مضمضہ واستنشاق ، مسنون ہیں ... رکن وفرض نہیں ۔

... حدیث الباب میں امر ، استحباب وندب کیلئے ہے وجوب اور فرض کیلئے نہیں ... جیسا کہ آپ کے باقی فرامین

...... **احقر کے ہاں** امام بخاریؒ کا اندازِ تبویب بھی سادات اَحنافؒ کے مسلک کے موافق ہے ...... وہ یوں کہ

امام بخاریؒ نے '' كتابُ الغسل '' کے ضمن میں باب المضمضة والاستنشاق فى الجنابة قائم کر

کے غسل کے باب میں مضمضہ اور اِستنشاق کی اہمیت ، وجوب اور ضرورت کی جانب اِشارہ کیا ہے ۔

...... جبکہ كتابُ الوضوء کے ضمن میں اِس طرح کا باب قائم نہیں کیا گیا ...... بلکہ ایک باب صرف مضمضہ کی بابت

ہے ...... دوسرے باب میں اِستنشار کا تذکرہ ہے ...... تیسرے میں ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا

بیان ہے ...... اِسی طرح دودھ پینے اور ستو کھانے کے بعد مضمضہ کرنے کی بابت دو اَبواب ہیں ...... یقیناً یہ کلی کرنا

مستحب اور مندوب ہے ...... فرض اور واجب نہیں ...... لہٰذا وضو کے باب میں مضمضہ اور اِستنشاق امام بخاریؒ

کے اَندازِ تبویب کے مطابق مسنون اور مستحب ہوں گے ...... فرض نہیں ...... جو سادات اَحنافؒ کا مسلک ہے ۔

۵۔ **حاصل متن جامع ترمذی** : امام ترمذیؒ کے ترجمہ الباب اور حدیث الباب میں مناسبت نہیں ......

باب میں مضمضہ اور اِستنشاق کا ذکر ہے ...... جبکہ حدیث کے ایک حصہ میں صرف اِستنثار (فانتثروا) کا

حکم ہے جو زیادہ سے زیادہ اِستنشاق کے ہم معنیٰ ہے ...... امام ترمذیؒ نے حسب عادت وفى الباب عن کے

تحت چھ حضرات صحابہؓ کے اَسماء گرامی کو بیان کیا ہے ...... جن سے مسئلہ الباب کی بابت ، اَحادیث مروی ہیں ۔

...... حدیث الباب کو حسن صحیح فرمایا ...... سادات فقہاءؒ کے مسالک کو نہایت اِہتمام سے بیان کیا ۔

...... آنے والے باب میں امام ترمذیؒ نے ایک جزئی مسئلہ کو بیان کیا ہے ...... اور اُس کے ضمن میں روایت شدہ

حدیث کو حسن غریب فرمایا ہے ...... سندِ حدیث کے ایک راوی جناب خالدؒ بن عبداللہ کی توثیق کی ہے ......

فرماتے ہیں وخالدٌ ثقة حافظ عنداهل الحديث ...... اس جزئی مسئلہ کی بابت فقہی تجزیہ بھی امام ترمذیؒ

نے کیا ہے ...... فرماتے ہیں وقالَ بعضُ اهل العلمؒ ...... من كف واحد يجزى وقال بعضهمؒ يفرقهما ......

...... آمدہ عنوان سے قبل امام ترمذیؒ نے جو اَبواب قائم فرمائے ہیں ...... وہ چونکہ اِجماعی اَحکام کی تائید کرتے ہیں ...... نیز

اُن اَحکام پر سادات فقہاءؒ نے تفصیلی مجتہدانہ گفتگو نہیں کی ...... نیز سادات علماء اور معزز طلباء ان اجماعی مسائل کو فقہ کی

کتابوں میں بار بار پڑھ چکے ہیں اس لئے ہم نے انہیں موضوع بحث نہیں بنایا۔ البتہ سند و متن کے حوالہ سے امام ترمذیؒ نے جو گفتگو کی اُس کا حاصل یوں ہے :

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ راوی حدیث جناب عبدالکریمؒ نے تخلیل اللحیہ والی حدیث سیدنا حسانؓ بن بلال سے نہیں سنی (گویا یوں یہ حدیث، منقطع ہے)۔ مسح رأس کی بابت امام ترمذیؒ نے جتنے اَبواب قائم کئے ہیں تمام کے تمام، سادات حنفیہؒ کے مسلک اور ذوق کے مؤید ہیں۔

امام حمادؒ فرماتے ہیں : کہ اَلاُذُنَان من الرأس کا جملہ حضور انور ﷺ کا فرمان مبارک ہے یا سیدنا ابوامامہؓ کا یہ بات میری تحقیق میں نہیں امام ترمذیؒ نے بھی حدیث مذکور کو سندی حوالہ سے غیر عمدہ قرار دیا ہے۔

۶۔ **ترجمہ روایت ابوداؤدؒ** : سیدنا لقیطؓ بن صبرۃ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ بنی المنتفق کا نمائندہ یا وفد میں بطور ایک رکن حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ...... جب ہم بارہ گاہ رسالت ﷺ میں پہنچے ... تو ہم نے آپ ﷺ کو اپنے گھر میں نہ پایا۔ جبکہ اُم المومنین سیدہ عائشہ اپنے حجرہ پاک میں موجود تھیں ..... فرماتے ہیں اُم المومنین نے ہمارے لئے خزیرہ نامی کھانا تیار کرنے کو فرمایا ..... وہی ہمارے لئے تیار ہوا اور وہی ایک تھال میں ہمارے سامنے لایا گیا ..... راوی حدیث امام قتیبہؒ کی روایت میں لفظ قِناع نہیں ..... قناع ایسے برتن کو کہتے ہیں ...... جس میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔

پھر حضور انور ﷺ تشریف لائے۔ پوچھا کیا تم نے کھانا تناول کیا ہے ؟ یا تمہارے لئے کچھ پکایا جا رہا ہے ؟ ..... فرماتے ہیں ہم نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ (ہم نے خزیرہ نامی کھانا تناول کیا ہے)..... جناب لقیطؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور انور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک چرواہا، اپنے ریوڑ کو، چرواہ گاہ کی طرف چلاتے ہوئے گزرا ..... اور اُس چرواہا کے ساتھ ایک میمنا '' مے ..... مے '' کرتے ہوئے، چل رہا تھا۔ حضور انور ﷺ نے اُس چرواہا سے پوچھا ؟ ..... کہ بکری کا کیا پیدا ہوا ؟ ..... چرواہا نے جواب دیا ..... کہ مادہ ..... حضور انور ﷺ نے حکم دیا ... کہ اُس نومولود کے بدلے میں (ہمارے مہمانوں کیلئے) ایک بکری کو ذبح کرو ... پھر حضور انور ﷺ نے فرمایا ..... کہ اے لقیط! تم ہرگز یہ خیال میں نہ لاؤ .... حضرت لقیط فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے لا تحسِبن سین کی کسرۃ کے ساتھ فرمایا اور لا تحسَبن سین کی زبر کے ساتھ نہ فرمایا

کہ ہم آپ کیلئے (بطورِ تکلف) بکری کو ذبح کروار ہے ہیں ...... بلکہ ہمارا ریوڑ سو (۱۰۰) بکریوں پر مشتمل ہے، اور ہم نہیں چاہتے۔ کہ اِس ریوڑ کی تعداد سو (۱۰۰) سے بڑھے ...... جب کوئی بکری، نیا بچہ جنتی ہے، تو ہم اُس کے بدلے میں ایک (پلی پلائی موٹی) بکری ذبح کر دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں میں نے کہا ! یا رسول اللہ ﷺ میری ایک بیوی، زبان کی بڑی کرخت ہے۔ حضورِ انورؐ نے فرمایا کہ اُسے طلاق دے دو ...... فرماتے ہیں۔ میں نے کہا ! یارسولَ اللہ ﷺ اُس کا میرا ایک پرانا تعلق ہے ...... نیز اُس محترمہ سے میری اَولاد بھی ہے ...... آپؐ نے فرمایا کہ اُسے پھر سمجھاتے رہو ...... اگر اُس کی فطرت بہتر ہوگی تو نصیحت قبول کرے گی۔ ہاں اپنی بیوی کو مارنا نہیں ...... جیسا کہ اپنی باندیوں کو (سمجھانے کیلئے) مارا جاتا ہے ...... پھر میں نے آپ ﷺ سے وضوء کی بابت مسئلہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا ...... وضوء نہایت اہتمام سے کیا کر۔ پاؤں اور ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان خلال کر، ناک میں پانی ضرور ڈال مگر یہ کہ تو روزے سے ہو

....

تنظیم المدارس/دار العلوم/اتحاد المدارس/وفاق المدارس

مالکؒ حدثنا الزھریؒ عن ابی ادریس الخولانیؒ عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من توضا فلیستنثر ومن استجمر فلیوتر ... اس حدیث کا ترجمہ کر کے یہ بتاؤ کہ غسل جنابت اور وضو میں سادات اَحنافؒ کے نزدیک مضمضمہ اور استنشاق کا کیا حکم ہے؟ --- نیز یہ بتاؤ کہ جنہوں نے صیغہ امر سے استدلال کرتے ہوئے مضمضمہ واستنشاق کو وضو میں فرض بتایا ہے احناف کی طرف سے اس کا کیا جواب ہوگا؟

....

پاکستان اور دنیا بھر میں قائم دینی مدارس اور اسلامک سنٹرز نے مذکورہ بالا مسائل کو بارہا امتحانی پرچہ کی زینت بخشا ہے۔ لہذا اعزیز طلباء اور طالبات مسائل مذکورہ کو خوب ذہن نشین فرمائیں۔

باب غَسل الرجلين وَلا يَمسَح

۱۔ **حاصل مطالعہ کتب حدیث** : امام بخاریؒ نے مسئلۃ الباب پر تین (۳) اَبواب باب غَسل الرجلين وَلا يَمسَحُ على القدمَين ..... بابُ غَسل الأعقاب ..... بابُ غَسل الرجلَين في النعلَين ..... قائم فرمائے ہیں ..... اورنہایت زُوردار دلائل اور صحیح ترین اَحادیث مقدسہ سے ثابت فرمایا ہے۔کہ اِمامُ الانبیاء ﷺ اور حضرات صحابہؓ کا دائمی عمل غسل رِجلَین کا ہی رہا ہے۔

..... اِمام مُسلمؒ نے اَحادیث الباب کو بابُ وُجوب غَسل الرجلَين بِكَمَالِها ..... کے تحت متعدد اَسناد سے مدلل فرمایا ہے۔

..... اِمام نسائیؒ نے بابُ اِيجابِ غَسل الرجلين ..... باب بِأيِّ الرجلين يبدأ بالغَسل .. غَسل الرجلَين بِاليدَين ..... الأمرُ بتَخلِيل الأَصَابِع ..... عددُ غَسل الرجلين ..... باب حد الغَسل ..... کے ضمن میں سیدنا ابوہریرہؓ ..... سیدنا عبداللہؓ بن عمروؓ ..... سیدہ عائشہؓ ..... سیدنا عاصمؓ بن لقیط ..... سیدنا علیؓ ..... سیدنا عثمانؓ اور سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓ کی رِوایات مقدسہ کو نقل فرما کر مسئلۃ الباب پر عظیم محدثانہ گفتگو فرمائی ہے ..... اورنہایت عمدہ اَنداز میں سادات اَہل سنت کے نظروفکر کی ترجمانی فرمائی ہے۔

..... اِمام ابوداؤدؒ نے باب في اِسبَاغ الوضوء کے تحت سیدنا عبداللہؓ بن عمرؓو کی روایت کو نقل فرمایا ہے

..... اِمام ترمذیؒ نے بھی باب في تَخلِيل الأَصَابِع / باب مَاجاءَ ويل لِلأعقَابِ منَ النَّار / باب في وضوء النبي ﷺ / باب في اِسباغ الوضوء کے تحت مسئلۃ الباب پر محدثانہ اور فقیہانہ گفتگو فرمائی ہے ..... اورتمام حضرات صحابہؓ کے اَسمائے گرامی وفي البابِ عن کے بعد ذکر فرمائے ہیں۔

..... اِمام طحاویؒ نے بابُ فرض الرجلَين في وضوء الصلاة ..... کے ضمن میں بہت ہی عمدہ، فقیہانہ اور محدثانہ گفتگو فرمائی ہے ..... بہت سی اَحادیث وآثار ..... نیز اَرجلَکم کی قرأت کی بابت متعدد روایات سے مسلک اَہل سنت (اھل جنت) کو قرآن مجید اور سنت مطہرہ کے موافق قرار دیا ہے۔

۲۔ **بیان مذاھب** : حضرات ائمہ اَربعہؒ اور جملہ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک ..... متوضی نے جب موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو پاؤں کا دھونا فرض ہے ..... اگر ایک بال برابر بھی پاؤں خشک

رہا تو وضو نا مکمل رہے گا (۲) اہل تشیع کے نزدیک تین انگلیوں کے ساتھ مسح کر لینا کافی ہے۔۔ اگر موزے پہن لے تو پھر پاؤں کو دھونا ضروری ہے۔

۲۔ دلائل اہل سنت : (۱) فاغسِلُوا وُجوهَكم وارجُلَكم اِلى الكعبين (القرآن)

قرائت متواترہ میں ''اَرجُلَکم '' لام کی زبر کے ساتھ ہے یعنی پاؤں کو بازوں کی طرح دھونا ضروری ہے اور غسل رِجلین، وضوء کے چار (۴) اَرکان میں سے ایک رکن ہے۔

۲. اجماع صحابہؓ : تیئیس (۲۳) حضرات صحابہؓ (جن میں سیدنا علیؓ بھی ہیں) نے حضور انور ﷺ کے وضو کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے ..... ان تمامی اَحادیث و روایات میں آپ ﷺ کا قدمین شریفین کو دھونا ثابت ہے

۳. حدیث الباب : فقَالَ ابو هريرةؓ اَسبِغُوا الوُضوء فَاِنّ اباالقاسم ﷺ قالَ ويل لِلأعقابِ مِنَ النَّار (بخاریؒ و مسلمؒ وغیرھا) ..... یہ روایت مبارکہ صحیحین، سنن اور تمامی کتب حدیث میں صحیح سند اور صریح کلمات کے ساتھ موجود ہے ..... اور اِس حدیث مبارک سے یقیناً پاؤں کے دھونے کی فرضیت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مسح، ایڑیوں پر نہیں ہوتا۔ بلکہ مسح صرف پاؤں کے بالائی حصہ پر ہوتا ہے..... یہ حدیث مبارک دس (۱۰) اکابر سادات صحابہؓ سے منقول ہے۔

٤. حدیث الباب : انّ علياً توَضأ وغَسلَ رِجلَيه ثلاثا وقالَ هكذا كانَ وضوء رسول اللهؐ (نسائیؒ وابوداؤدؒ وغیرہما) ..... یہ روایت مقدسہ قرآنی آیت کی تفسیر ہے ..... اور کئی جہتوں سے مسلک اہل سنت کی تائید کر رہی ہے ..... نیز یہ روایت اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے۔

٥. حدیث الباب : عن لقيطؓ قال قالَ رسولُ الله ﷺ اِذا تَوضأت فاسبغ الوضوء وخَلّل بينَ الأصَابع (نسائیؒ وغیرہ) ..... حضرات محدثینؒ اِس روایت کو تخلیل الأصابع کے ترجمۃ الباب کے ضمن میں لائے ہیں ..... اُنگلیوں کا خلال، یقیناً بصورہ غسل ہی ممکن ہے۔

٦. حدیث الباب : عن زيدؒ بن عليؒ عن ابيهؒ عن جده عليؓ قالَ قالَ رسولُ الله ﷺ ياعليؓ خلّل بين الأصابع (کتب الشیعہ) ..... معلوم ہوا کہ پاؤں کا وظیفہ غسل ہی ہے اور یہی سیدنا علیؓ کا معمول ہے شیعوں کیلئے یہ روایت سبب ھدایت بن سکتی ہے ..... اگر نظر و فکر ختم الله والی شان سے مذموم نہ ہو چکے ہوں

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ بیسیوں احادیث صحیحہ ... متعدد آثار صحابہؓ ... امت مسلمہ کے اجماع، انسانی عمل کے تواتر، عقل سلیم اور دلائل قیاسیہ سے مسلک اہل سنت کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔ دلیل اہل تشیع : ارشاد باری ... وَامسَحُوا بِرُؤسِکم واَرجلِکم ... (القرآن)

... اَرجُلِکم کا عطف رُؤسِکم پر ہے یعنی سر کی طرح پاؤں پر بھی مسح، فرض ہے اور یہ قرائت کہ اَرجُلِکم لام کی زیر کے ساتھ پڑھا جائے ... علم قرائت کے سات ائمہ میں سے تین سے مروی ہے ... ۔ ... نیز بہت سی احادیث وآثار سے پاؤں پر مسح کا جواز وثبوت معلوم ہوتا ہے۔ جو اہل سنت وتشیع کی کتب میں موجود ہیں۔

۵۔ دلیل بالا کے جوابات : **۱۔ جر جوار** : حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اَرجلَکم ... خواہ بالنصب ہو یا بالجر اس کا عطف ایدیکم پر ہی ہے ... یعنی وجوہ اور اَیدی کی طرح اَرجُل کا وظیفہ غسل ہی ہے ... باقی اَرجُلِکم کی کسرہ رُؤسِکم کی ہمسائیگی کے سبب ہے ... یعنی اَرجُلِکم کا رُؤسِکم پر عطف، لفظی ہے۔ معنوی نہیں ... اور اِس جر جوار کی اَمثلہ ... قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔

۲۔ منسوخ : حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مسح رِجلَین کا حکم آیت قرآنیہ سے کسی درجہ مان بھی لیا جائے ... پھر بھی حضرت صاحب قرآن ﷺ کے عمل مشروع کے سبب، حکم قرآنی منسوخ ہے۔

۳۔ حالت خُف پر محمول : علامہ ابن العربیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دو متواتر قرائتیں دو (۲) مختلف حالتوں پر محمول ہیں ... یعنی اَرجُلکم کی قرأت جر، مسح کے معنی میں حالت خف پر ... اور قرأت نصب، غسل قدمین کے مفہوم میں عمومی حالت پر محمول ہے۔

۴۔ فقہ ونظر : احقر کی طالب علمانہ توجیہ یہ ہے کہ ... اَرجلَکم کی قرأت نصب یعنی غسل رِجلین کا حکم، بے وضو شخص کیلئے ہے۔ اور قرأتِ جر یعنی مسح اَرجل کا حکم باوضو اِنسان کیلئے ہے ... اِس توجیہ کی تائید سنن نسائیؒ اور ابوداؤدؒ کی روایات مبارکہ سے ہوتی ہے ... جن کے اَلفاظ یوں ہیں : مَسَحَ ﷺ رِجلَیہ ﷺ وقال ﷺ ھذا الوضوءُ لِمن لم یُحدِث۔

... **احقر** کو سفرِ یورپ اور براعظم امریکہ میں بحالت سفر جاری قرائت جری (مسح قدمین) پر عمل کا فکری داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کیلئے کتب اہل سنت کا مطالعہ جاری ہے۔ بعد از مطالعہ وتحقیق جو حقیقت حال برائے مسح

قدمین بحالتِ سفرِ جاری سامنے آئے گی ضرورا ُسے تحریر کیا جائے گا۔ اور سھولت پیدا کی جائے گی۔

۵۔ علامہ زجاج نحویؒ فرماتے ہیں کہ اِلی الکعبَین کی غایت اِس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ رِجل کا وظیفہ غسل ہے اگر پاؤں پر مسح کرنا ہوتا۔ تو قرآنی آیت میں اِلی الکعبَین کی تحدید نہ ہوتی جیسا کہ رُؤسَکم میں تحدید نہیں نیز اہل تشیع ٹخنوں تک مسح نہیں کرتے۔ بلکہ صرف تین (۳) انگلیوں کو پشت قدم پر کھینچ دیتے ہیں ایسی روایات جن سے پاؤں پر مسح کا جواز معلوم ہوتا ہے **یا** تو وہ بحوالہ سند ضعیف اور موضوع ہیں **یا** اُن کا مصداق مسح علی الخُفَین کی کیفیت ہے۔

۶۔ **وجوہ ترجیح** : (۱) بصورۃِ تعارُض یقیناً بوجہ اِحتیاط غسل راجح ہے (۲) حصولِ نظافت کیلئے غسل زیادہ مناسب ہے (۳) اَحادیث صحیحہ سے غسل کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا راجح ہوگا۔ (۴) غسل رِجلَین کو تواترِ عمل سے بھی ترجیح ہے (۵) ذخیرہ اَحادیث میں سے کسی ایک حدیث سے بھی مطلقاً پاؤں پر مسح کرنا (مسح علیہ السلام علی الرجلَین) ثابت نہیں۔ لہٰذا اَحادیث صحیحہ کو ترجیح ہوگی۔

۷۔ **ایک علمی تجزیہ** : اگر اَرجل کا وظیفہ غسل ہے۔ تو پھر اَرجلَکم کو اَعضاء مغسولہ (وُجوھَکم و اَیدیَکم) کے بعد ذکر کرنے کی بجائے رُؤسِکم کے بعد کیوں لایا گیا ؟ اور اِس وقفہ میں کیا حکمتیں ہیں؟

۱۔ **بوجہ ترتیب** : وضو کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ پہلے منہ، پھر ہاتھ، پھر سر کا مسح اور پھر پاؤں کا دھونا

۲۔ **حالت تخفف** : اِس اَمر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ بعض صورتوں میں رِجل کا وظیفہ مسح ہے۔ جیسا کہ خُفَین اور باوضوء ہونے کی صورت میں (یا بحالت سفر جاری، غیر اسلامی ممالک میں)

۳۔ **بوجہ اشتراک** : چونکہ بصورۃِ تیمم سر کا مسح اور پاؤں کا غسل دونوں ساقط ہوجاتے ہیں۔ اِسی لئے رَاس اور اَرجُل کو جمع کردیا گیا ہے۔

(۴) علامہ ابن رُشدؒ فرماتے ہیں کہ عموماً اَرجُل (پاؤں) پر میل کچیل زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اِسراف ماء سے روکنے کیلئے غسل خفیف کا حکم بالفاظ مسح دیا گیا۔ تاکہ پانی کے اِستعمال میں اِحتیاط رہے۔

۸۔ **تراجم وروایات بخاریؒ** : امام بخاریؒ نے دوسرے باب میں امام اہل سنت سیدنا محمدؒ بن سیرؒین کا معمول نقل کیا ہے کہ آپؒ وضوء میں انگوٹھی کو ہلاتے۔ انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے۔ اِس سے امام بخاریؒ اِس

حقیقت کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں کہ جن اعضاء کو دھونا فرض ہے اُن کی کسی معمولی سی جگہ کا بھی بغیر دھوئے رہ جانا درست نہیں اور اس طرح وضوء، ناقص رہتا ہے۔ اور نماز، باطل ہو جاتی ہے۔

امام بخاریؒ کے تیسرے باب کی حدیث، چونکہ تفصیلی ہے اس لئے اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے

امام عُبیدؒ بن جریجؒ نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا ! اے عبدالرحمن (یہ سیدنا ابن عمرؓ کی کنیت ہے) آپ چار (۴) کام ایسے کرتے ہیں۔ جو میں، حضرات صحابہ میں سے کسی کو کرتے ہوئے۔ نہیں دیکھتا سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا۔ وہ چار (۴) کام کون سے ہیں ؟ ..... امام ابن جریجؒ نے عرض کی ! میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپؓ دورانِ طواف سوائے رکن یمانی اور حجر اسود کے کسی کونے کو ہاتھ نہیں لگاتے ..... نیز میں دیکھتا ہوں کہ آپ سَبتی چپل (چمڑے کی ایسی چپل جس پر بال نہ ہوں) کو استعمال کرتے ہیں ..... نیز میں آپ کو دیکھتا ہوں ..... کہ آپ زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرتے ہیں ..... نیز میں دیکھتا ہوں کہ جب آپؓ ایام حج میں مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں ..... تو حجاج کرام، ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں ..... اور آپؓ آٹھ ذوالحج (یومُ الترویۃ) تک احرام نہیں باندھتے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ کعبۃ اللہ کے اطراف کی بابت، جو آپ کہہ رہے ہیں۔ میں نے دورانِ طواف آنحضرت ﷺ کو چونکہ نہیں دیکھا ..... کہ آپؐ نے کسی کونے کو ہاتھ لگایا ہو سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے (میں بھی اس لئے اِن دو کے سوا، بیت اللہ کے کسی کونے کو ہاتھ نہیں لگاتا)۔

سُبتی چپل کی بابت یہ کہ میں نے حضور انور ﷺ کو پہنے ہوئے دیکھا۔ اور آپؐ ان کو پہنے پہنے وضو کرتے تھے۔ تو میں بھی اُسی طرح کے چپل کو پہننا پسند کرتا ہوں ..... رہا زرد رنگ کا استعمال تو میں نے نبی رحمت ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے بالوں اور کپڑوں کو زرد رنگ رنگتے تھے اسلئے میں بھی اسی طرح کے زرد رنگ کو پسند کرتا ہوں ..... اور احرام باندھنے کی بابت یہ ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اُس وقت تک احرام باندھتے نہیں دیکھا۔ جب تک کہ آپ ﷺ کی مبارک اونٹنی آپ کی روانگی کیلئے تیار نہ کر لی جاتی (وہ چونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ کیلئے تیار کی جاتی۔ اس لئے میں بھی آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھتا ہوں)۔

۹۔ حاصل متن جامع ترمذیؒ : امام ترمذیؒ نے پہلے باب کے ضمن میں امام ابو ھاشمؒ کا نام ونسب بیان کیا ..... فرماتے ہیں وَ ابو ھاشم اِسمُہ اسمعیل بن کثیر ..... نیز دونوں روایات کو حسن غریب فرمایا ..... دوسرے باب کے ضمن میں حدیث الباب کا حاصل یوں بیان کیا کہ پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں، جبکہ موزے

جو پیئے ہوئے نہ ہوں درمیان میں کئی ابواب امام ترمذیؒ نے وضوء کی تعداد کے حوالہ سے قائم کیے ہیں جو علماءِ اسلام کے فقہی فکر کے ترجمان ہیں جناب شریک کی بابت فرمایا وشریک کثیرُ الغلط جناب ثابتؒ کی کنیت بیان کی ھو ابو حمزة الثمالی ..

تیسرے باب کے ضمن میں سیدنا علیؓ باب العلم کی روایت مقدسہ کو نقل کیا اور غسل رِجلین کو سیدنا علیؓ اور حضور انور ﷺ کی سنت مستمرہ اور متواترہ قرار دیا امام شعبہؒ پر تنقید کرتے ہوئے انہیں بیان سند میں خاطی قرار دیا۔ فرمایا فأخطأ فی اِسمِه واِسم أبیه ایک راوی کی بابت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کے زبانی سنا فرماتے تھے الحسَن بن علی الهاشمی منکر الحدیث ..... نیز ایک حدیث جو وفی الباب عن کے تحت ابی الحکم بن سفیان کے نام سے ہے..... اُس کی بابت فرمایا:
وَاضطَربُوا فی هذاالحدیث کہ سفیان کے نسب میں اِختلاف ہے کہ سفیان، حکم کے بیٹے ہیں یا سفیان، حکم کے والد ہیں..... امام العلاءؒ بن عبد الرحمنؒ کا تعارف کرایا کہ ھو ابن یعقوب الجهنیؒ وھو ثقة عنداَھل الحدیث ..... باب المندیل کے ضمن میں فرمایا کہ دوسری حدیث الباب رِشدین بن سعد اور عبد الرحمنؒ بن زیاد کے سبب ضعیف ہے..... پہلی حدیث الباب کی بابت فرمایا حدیث عائشه لیس بالقائم ..
جس کی وجہ یہ بیان کی کہ راوی ابو معاذ جس کا نام سلیمان بن ارقم ہے۔ وہ علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

۱۰۔ **نظر طحاویؒ**: امام طحاویؒ نے مسئلہ الباب پر تفصیلی اور تحقیقی محدثانہ گفتگو فرمانے کے ساتھ ساتھ نظر وفکر کے حوالہ سے بھی عمدہ گفتگو فرمائی ہے کہ حضور انور ﷺ نے پاؤں کے دھونے کی فضیلت کے بابت فرمایا کہ پاؤں دھونے سے پاؤں کے جس قدر گناہ ہوں گے تمام کے تمام معاف ہو جائیں گے اب اگر پاؤں کو دھونے کی بجائے صرف مسح کیا جائے۔ جو اہل تشیع کا قول ہے تو وضو کرنے والا اس عظیم اور غیر معمولی ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ اس بارے میں امام طحاویؒ نے بے شمار احادیث وآثار کو نقل کیا ہے۔

نیز امام طحاویؒ نے ایک اِشکال اہل تشیع کی جانب سے بیان کیا کہ پاؤں کی مناسبت سر کے ساتھ زیادہ نظر آتی ہے وہ یوں کہ بحالت تیمم ہاتھ اور چہرے کا مسح تو ہوتا ہے پاؤں کا مسح سر کے مسح کی طرح نہیں ہوتا تو گویا پانی کی عدم دستیابی کے وقت سر اور پاؤں دونوں کا مسح ساقط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پانی کی فراہمی کے وقت بھی سر اور پاؤں کا حکم یکساں ہونا چاہیے..... کہ دونوں (سر اور پاؤں) پر مسح کرنا چاہیے۔

امام طحاویؒ نے اس اِشکال کو غلط اور خلاف نظر قرار دیا۔ فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض انسانی اعضاء کو پانی کی

فراہمی کے وقت دھویا جاتا ہے اوران کا غسل ضروری ہوتا ہے اور پانی کے نہ ہونے کے وقت اُن پر بحالت تیمم مسح بھی نہیں کیا جاتا ۔ اور غسل اور مسح دونوں ساقط ہو جاتے ہیں ۔ جیسے جنبی آدمی کے لیے پانی کی موجودگی میں پورے بدن کا دھونا ضروری ہے اور غسل فرض ہے مگر جب کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں تمام جسم پر مسح کرنے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے صرف ہاتھ اور چہرے پر مسح کرنے سے تیمم ہو جاتا ہے ... تو معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ۔ کہ صرف انہی اعضاء کو دھویا جائے کہ جن پر بحالت تیمم مسح ضروری ہو ۔

۱۱۔ اساتذہ حدیث کا اجمالی تعارف : امام بخاریؒ وغیرہ کی احادیث الباب کو روایت کرنے والے سادات ائمہ کا اِجمالی تعارُف درج ذیل ہے ...... جن کا تعارف پہلے تحریر کیا جا چکا ہے، اِعادہ نہیں کیا گیا :

محمدؒ بن سیرینؒ الانصاری : کنیت ابوبکر ...... ملک بصرہ میں قیام رہا ...... علم حدیث، فقہ، تصوف اور رُؤیا (خوابوں کی تعبیر) کے ماہر ترین اَئمہ میں سے ہیں ...... تعبیر رُؤیا میں آپ کی تالیف، آج بھی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے ...... آپؒ سے منقولہ تمام اَحادیث، صحیح اَلفاظ کے ساتھ مروی ہیں کیونکہ آپ روایت بالمعنیٰ کو پسند نہیں کرتے تھے ...... سادات تابعینؒ کی جماعت کے درخشندہ رکن ہیں ...... اہلسنت کے امام ہیں ...... سن ۱۱۰ میں وفات پائی

محمدؒ بن زیادؒ الالہانی : کنیت ابوسفیان ...... حمص میں سکونت رہی ...... ثقہ اور تابعی ہیں ۔

عبد اللهؒ بن یوسفؒ دمشقی : تنیس میں رہائش اختیار کی جو ملک مصر میں ساحل سمندر پر واقع ہے ...... امام مالکؒ کے شاگردوں میں سے ہیں ...... امام ابن معینؒ اور امام بخاریؒ کے اُستاد ہیں ۔ بالاتفاق، ثقہ ہیں ۔

سعیدؒ بن ابی سعیدؒ المقبری : کنیت ابوسعد ...... مدینہ منورہ کے اِمام حدیث ...... محدثین کے مستند اُستاذ اور تابعی ہیں ...... سن ۱۲۰ میں وفات پائی ...... آخری چار سال کی روایات، ضعیف اور منکر ہیں ۔

عبیدؒ بن جریج التیمی : المدنی ...... ثقہ ہیں ...... تابعین کی متوسط جماعت میں سے ہیں ۔

...... امام ترمذیؒ وغیرہ کے تراجم کے ضمن میں روایت شدہ اَحادیث کے ائمہؒ کے حالات درج ذیل ہیں :

ابو ہاشمؒ الحجازی : نام اسماعیل بن کثیر ...... مکہ مکرمہ میں سکونت رہی ...... ثقہ اور تبع تابعی ہیں ۔

عاصمؒ بن لقیطؒ العُقیلی : آپ ثقہ اور مستند تابعی ہیں ...... صحاح تسعہ میں کل تین روایات آپ سے مروی ہیں

سیدنا لقیطؓ بن صبرہ : آپ اور لقیطؓ بن عامر دو شخصیات ہیں ...... یا آپ ہی کے دو نام ہیں ...... اس بابت سادات محدثینؒ کی آراء مختلف اور متضاد ہیں ...... اگر آپؓ کے دو نام ہیں تو پھر متعدد احادیث لقیطؓ بن عامر کے نام سے مروی ہیں ...... اور اگر آپ لقیطؓ بن عامر نہیں ...... تو پھر آپؓ اور آپکے صاحبزادہ سے صرف تین روایات مروی ہیں ۔

عبد العزیز بن محمد الدراوردی : فارسی النسل ہیں مدینہ منورہ کے معروف محدث ہیں اکثر کے ہاں ثقہ ہیں بہت سے محدثینؒ نے سوء الحفظ، لیس بالقوی اور خاطی کہا ہے وفات سن ۱۸۹ھ۔

ابو الأحوص الحنفی الکوفی : نام سلام بن سلیم آپ حافظ حدیث اور ثقہ ہیں وفات سن ۱۷۹ھ۔

ابو اسحاق السبیعی الهمدانی : نام عمرو بن عبداللہ خلافت سیدنا عثمانؓ میں پیدا ہوئے اکثر محدثینؒ کے ہاں مستند اور ثقہ ہیں بعض کے ہاں مدلس ہیں شیعہ نوازی کا الزام ہے سن ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔

ابو حیة بن قیس الخارفی : قبیلہ ہمدان سے تعلق ہے کوفہ میں رہائش پذیر رہے آپ کے نام کی بابت محدثینؒ میں خاصہ اضطراب ہے اسی طرح آپ کی شخصیت بھی خاصی متنازعہ ہے کہ ثقہ ہیں یا مجہول۔

علی بن حجر السعدی المروزی : پہلے بغداد شریف اور پھر ''مرو'' میں استاذِ حدیث رہے ثقہ، حافظ حدیث اور تبع تابعی ہیں سو سال سے زیادہ عمر پا کر سن ۲۴۴ ہجری میں بمقام ''مرو'' وفات پائی۔

اسماعیل بن جعفر الانصاری : کنیت ابو اسحاق آپ نامور قاری، ثقہ اور مستند راوی ہیں بغداد میں سکونت اختیار کی۔ اور یہیں حدیث وفقہ کا درس دیتے تھے وفات سن ۱۸۰ھ بغداد میں ہوئی۔

العلاء بن عبدالرحمن الجهنی الحرقی : کنیت ابوشبل عمومی محدثینؒ نے آپ کو غیر مستند اور غیر ثقہ کہا ہے۔ جبکہ چند علماء بالخصوص امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے آپ کی احادیث پر اعتماد کیا ہے وفات سن ۱۳۲ھ میں ہوئی۔

عبدالرحمن بن یعقوب المدنی : آپ مستند اور ثقہ تابعی ہیں سیدنا ابوہریرہؓ کے ممتاز شاگرد ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عن علیؓ انه توضا فمسح علی ظهر القدم وقال لولا انی رأیت رسول الله ﷺ فعله لکان باطن القدم احق من ظاهره. اس حدیث اور مفہوم قراءۃ ارجلکم بالکسر سے ظاہر ہے۔ کہ اسقاط فرض صرف مسح قدمین سے ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ مسح قدمین کن حضرات کا مذہب ہے کیا ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل ہے اگر نہیں تو ان حدیثوں اور قراءۃ بالکسر کا کیا جواب ہے سمجھ کر تحریر فرماویں

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

عن عبدالله بن عمرو قال رای رسول الله ﷺ قوما یتوضاون فرای اعقابهم تلوح فقال ویل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء.. اس حدیث کا ترجمہ کیجئے اور بتایئے کہ ویل للاعقاب من النار سے کون سا مسئلہ ثابت ہو رہا ہے۔ ایت وضو میں ارجلکم میں دو متواتر قرائتیں ہیں نصب اور جر۔

اضطراب حدیث زیدؒ بن حُبَاب

۱۔ **بیان اضطراب مع حل** : امام ترمذیؒ نے بابُ مایُقالُ بعدَالوضوء کے ضمن میں سیدنا فاروق اعظمؓ کی حدیث الباب کو چار (۴) طرق و اَسناد سے نقل فرمایا ہے ۔۔۔ اُن میں سے دو طرق **زیدؒ بن حبابؒ** اور دو **عبداللہؒ بن صالحؒ** کے واسطے سے نقل کئے گئے ہیں ۔۔۔ **زیدؒ بن حبابؒ** کے دو طرق، بیان کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ۔۔۔ قَدْ خُولِفَ زیدُ بنُ حُبَابؒ فِی ھذَاالحدِیث ۔۔۔۔۔ اس خلاف کو دور کرنے کیلئے امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن صالحؒ کے دو (۲) طرق و اَسناد کو نقل فرمایا۔۔۔۔ گویا خُولِفَ کا نائب فاعل سیدنا عبداللہ بن صالح ہیں۔

۔۔۔ حل خلاف سے قبل طرقِ اَربعہ (٤) کو بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ **اضطراب** سمجھنے میں آسانی رہے۔

i. **طریق اوّل** :- زیدؒ بن حباب عن معاویۃؒ بن صالح عن ربیعۃ بن یزیدؒ عن ابی ادریس الخولانیؒ عن عمرؓ بن الخطاب۔

ii. **طریق ثانی** زیدؒ بن حباب عن معاویۃؒ بن صالح عن ابی عثمانؒ عن عمرؓ بن الخطاب۔

iii. **طریق ثالث** : عبداللہؒ بن صالح عن معاویۃ بن صالح عن ربیعۃ بن یزیدؒ عن ابی ادریس الخولانیؒ عن عقبۃ بن عامرؓ عن عمرؓ بن خطاب

iv. **طریق رابع** : عبداللہؒ بن صالح عن معاویۃ بن صالح عن ابی عثمانؒ عن جبیرؒ بن نفیر عن عمرؓ بن الخطاب۔

طـــــرقِ اربعـــــہ کا نقشـــــہ

زید بن حباب	زید بن حباب	عبداللہ بن صالح	عبداللہ بن صالح
معاویہ بن صالح	معاویہ بن صالح	معاویہ بن صالح	معاویہ بن صالح
ربیعہ بن یزید	ابو عثمان	ربیعہ بن یزید	ابو عثمان
ابو ادریس خولانی		ابو ادریس خولانی	
		عقبہ بن عامر	جبیر بن نفیر
عمر بن الخطاب	عمر بن الخطاب	عمر ابن الخطاب	عمر بن الخطاب

مندرجہ بالا نقشے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ **زید بن حباب** کے اسناد میں دو (۲) طرح کا سقم ہے
۱ پہلی سند میں **زید بن حباب**، سیدنا ابو ادریسؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان واسطے کو نقل نہیں کرتے بخلاف **عبداللہ بن صالح** کے کہ وہ عقبہ بن عامر کا واسطہ ذکر کرتے ہیں۔
۲ طریق ثانی میں وہ، ابو عثمانؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان کسی واسطے کے قائل نہیں جبکہ **عبداللہ بن صالح** سیدنا جبیرؒ بن نفیر کا واسطہ نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ نے **عبداللہ بن صالح** کی روایت نقل کر کے دونوں سقم واضح کر دیئے ہیں۔ کہ **عبداللہ بن صالح** طریق اول میں ابو ادریسؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان عقبۃ بن عامرؓ کا واسطہ لائے ہیں بخلاف **زید بن حباب** کے اور طریق ثانی میں وہ ابو عثمانؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان جبیرؒ بن نفیر کو نقل کرتے ہیں

گویا زیدؒ بن حبابؒ کی روایت یا تو **منقطع** ہے یا **مرسل**۔ کیونکہ ابو ادریسؒ کا سماع حضرت فاروق اعظم سے ثابت نہیں۔ قال الترمذیؒ ناقلاً عن محمد البخاریؒ ابو ادریسؒ لم یسمع من عمرؓ شیئاً

اسی طرح دوسری (۲) روایت بھی **منقطع** ہے۔ کیونکہ ابو عثمانؒ نے بھی سیدنا عمرؓ کی زیارت نہیں کی۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ابو عثمانؒ ما سمع عن عمرؓ بن الخطاب (ابوداؤدؒ و مسلمؒ)۔

الحاصل : **عبداللہ بن صالح** کے دونوں (۲) طرق، صحیح ہیں۔ کیونکہ امام مسلمؒ جب اسی سند کو نقل فرماتے ہیں تو وہ ابو ادریسؒ اور ابو عثمانؒ کے بعد حضرت عمرؓ سے قبل کسی نہ کسی واسطے کو ضرور نقل فرماتے ہیں :

۱۔ حدثنا معاویۃ بن صالح عن ربیعۃ بن یزیدؒ عن ابی ادریس الخولانیؒ عن عقبۃ بن عامرؓ عن عمرؓ بن الخطاب .

۲. معاویۃ بن صالح قال حدثنی ابو عثمانؒ عن جبیرؒ بن نفیر عن عقبۃ بن عامرؓ عن عمرؓ بن الخطاب . گویا جبیرؒ بن نفیر کا سماع حضرت عمرؓ سے بلا واسطہ بھی ثابت ہے۔ (ترمذیؒ) اور حضرت عقبۃ بن عامرؓ کے واسطے سے بھی (مسلمؒ)۔

۲۔ **عطف ابی عثمان** : ابو عثمان کا عطف ربیعہ بن یزید پر ہے۔ نہ کہ ابو ادریس پر کیونکہ ربیعہ بن یزید اور ابو عثمان درجۂ واحد میں ہیں۔ اور دونوں سے معاویہ بن صالح روایت کرتے ہیں۔

زید بن حباب نے عن ابی ادریسؒ و عثمانؒ کہہ کر یہ تاثر دیا ہے۔ کہ ابو عثمان کا **عطف** ابو ادریس پر ہے۔ گویا زیدؒ بن حباب کی سند میں **عطف** کے اعتبار سے بھی ظاہری سقم ہے۔

۳۔ **تحقیق سماع ابوعثمان**: حضرت ابوعثمانؒ کا سماع سیدنا عمرؓ بن الخطاب سے ثابت نہیں۔ جیسا کہ امام مسلمؒ اور امام ابوداؤدؒ کی روایات سے ظاہر ہے کیونکہ امام مسلمؒ اور امام ابوداؤدؒ نے ابوعثمانؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان کہیں جبیرؒ بن نفیر کا واسطہ..... اور کہیں عقبہؓ بن عامر کا واسطہ نقل کیا ہے۔

٤۔ **براءۃ زید بن حباب**: جمہور محدثینؒ کے ہاں سیدنا امام ترمذیؒ نے خطاء کی نسبت جو زیدؒ بن حباب کی طرف کی ہے۔ یہ صحیح نہیں علامہ نوویؒ نے امام ابوعلیؒ غسانی کا یہ قول نقل فرمایا ہے زیدؒ بن حبابؒ بریء من هذا العهد. والوهم فى ذالك من ابى عيسىٰ(الترمذیؒ) او من شيخهؒ الذى حدّثهٗ به.

..... گویا امام ترمذیؒ کا خولف زیدؒ بن حباب فرنا صحیح نہیں..... بلکہ یہاں امام ترمذیؒ کو غلطی لگی ہے۔ یا امام ترمذیؒ کے شیخ جعفر ثعلبیؒ (جو حضرت زیدؒ بن حباب کے تلمیذ ہیں) کو..... اُنہوں نے ابوعثمانؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان واسطہ کو ساقط کردیا..... نیز اسی حدیث کو جب امام مسلمؒ زیدؒ بن حبابؒ کے واسطے سے نقل فرماتے ہیں.....تو وہاں کوئی اِضطراب ہے..... نہ ہی حذفِ رُواۃ..... قالَ حَدّثَنا زيدُؒ بنُ حُبَاب قالَ حدّثنا معاوِّية بن صالح عن ربيعةؒ بن يزيد عن اَبى اِدريس خولانىؒ عن جُبَيرؓ بن نُفير عن عُقبةؓ بن عامرؓ عن عُمرؓ بن خَطّاب ..... عن زيدِؒ بنِ حُباب قالَ حدّثنا معاوِّيةبن صالحؒ عن اَبى عثمانؒ عن جبيرؒ بن نفير عن عقبةؓ بن عامر عن عمرؓ بن الخطاب..... گویا ابوادریسؒ اور ابوعثمانؒ حضرت عقبہؓ بن عامر سے بلاواسطہ بھی نقل کرتے ہیں.....اور سیدنا جبیرؒ بن نفیر کے واسطے سے بھی۔

۵۔ **اساتذہ صحاح کا اجمالی تعارُف**: امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ کی مضطرب حدیث الباب کے راویوں کے اجمالی حالات کچھ یوں ہیں:

۱۔ **جعفرؒ بن محمدؒ**: الثعلبى الكوفى.....عمومی محدثینؒ کے ہاں صدوق ہیں۔ امام بخاریؒ کے ہم عصر اور سادات تبع تابعینؒ کے شاگرد ہیں۔ امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ کے قابلِ قدر اُستاد ہیں۔

۲۔ **زیدؒ بن حبابؒ**: کنیت ابوالحسین، پیدائش خراسان اور سکونت کوفہ میں رہی۔ آپ صدوق ہیں۔ البتہ امام ثوریؒ کی روایات میں ثقہ نہیں..... تبع تابعی ہیں۔ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں اور امام شافعیؒ کے ہم سبق ہیں۔ وفات سن ۲۰۳ میں ہوئی۔

۳۔ **معاویہؒ بن صالحؒ**: الحضرمى..... کنیت ابوعمرو۔ اُندلس کے قاضی تھے۔ ائمہ حدیثؒ کے ہاں ليسَ بمَرضى، لايرضى، ماكانَ بأهل، ضعيف، أيش هذِه الأحاديث وصَدوق له اَوهَام کے کلمات سے یاد کئے جاتے ہیں

البتہ امام احمدؒ، امام ابن معینؒ، امام نسائی اور امام ابوزرعہؒ کے ہاں ثقہ اور معتمد محدث ہیں۔ سن ۱۵۸ میں وصال فرمایا۔

۴. ربیعہ بن یزید: الدمشقی ۔۔۔ کنیت ابوشعیب۔ سادات محدثینؒ کے ہاں ثقہ، معتمد محدث، عابد و زاہد ولی اور مقتدر تابعی ہیں ۔۔۔ سن ۱۲۳ میں براعظم افریقہ کے میدانوں میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۵. ابوادریس الخولانی: نام عائذ اللہ بن عبداللہ ہے۔ غزوہ حنین کے دن پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیدنا ابوالدرداءؓ کے وصال کے بعد دمشق وشام کے سب سے بڑے محدث، فقیہ اور قاضی تھے۔ سن ۸۰ میں وصال فرمایا۔

۶. عمر بن الخطاب: کنیت ابوحفصؓ۔ نسب عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ۔ مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی۔ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی یوں آپ کی بھی ہیں اور مدنی بھی ۔۔۔ قریش کے نامور قبیلہ ابن عدی کے آپؓ سربراہ تھے ۔۔۔ بیشمار فضائل (آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں دوسرے خلیفہ راشد ہیں اہل اسلام کے امام اور انسانیت کے قابل رشک قائد، فقیہ اور محدث صحابی ہیں) کے مالک ہیں ۔۔۔ تاریخ انسانی کی قابل فخر اور مثالی شخصیت ہیں ۔۔۔ دنیا کا ہر دانشور آپؓ کے عدل، خلافت، حکمت، حکومت اور شخصیت کا مدح خواں نظر آتا ہے اور آپ کو ساری انسانیت کا قائد، رہبر اور رہنما سمجھتا ہے ۔۔۔ آج کا ترقی یافتہ انسان آپ جیسے انسان کامل کی تلاش میں ہے۔ اور آپ ہی جیسی شخصیت کو ہر دور کے مسائل کا نجات دہندہ مانتا ہے ۔۔۔ روم و فارس کی عظیم سلطنتیں آپ ہی کے زمانہ خلافت میں فتح ہوئیں ۔۔۔ بوقت شہادت آپ ساٹھ لاکھ مربع میل کے عظیم خلیفہ راشد تھے۔ ذوالحج سن ۲۳ میں شہادت کی سعادت حاصل کی، زمانہ خلافت ۱۰ سال اور ۶ ماہ ہے حضور انور ﷺ کے پہلو میں آرام فرما ہیں اور یہ وہ مقدس مکاں ہے جو یقیناً عرش اور کرسی سے بہتر ہے

وفاق المدارس، تنظیم المدارس، اتحاد المدارس، جامعہ اشرفیہ

اخرج الترمذی فی باب مایقال بعد الوضوء حدیث عمر من طریق زید بن حباب عن معاویۃ عن ربیعۃ عن ابی ادریس خولانی و ابی عثمان ثم قال بعدما اخرجه حدیث عمر قد خولف زید بن حباب فی هذا الحدیث علیکم حل معضلۃ هذا الاسناد والترمذی یحمل علی زید بن حباب مع انه بری عن ذلک قوله ابی عثمان علی ای لفظ عطف وهل سمع ابو عثمان عن عمر بن الخطاب

بابُ الوُضوءِ بالمُدّ

۱۔ **حاصل مطالعہ** : شریعت مطہرہ میں وضواور غسل کیلئے پانی کی کوئی تحدید نہیں۔ وضواور غسل کرنے والا حصول طہارت اور ازالہ نجاست کیلئے جتنی مقدار میں پانی استعمال کرنا چاہے اُسے اجازت ہے ...... البتہ اسراف اور پانی کا ضیاع شرعاً نادرست ہے ...... **مُد** اور **صاع** کا تذکرہ جہاں کتابُ الوضوء، غسل اور طہارۃ میں ہمیں ملتا ہے۔ وہاں کتابُ الزکواۃ اور کتابُ الصوم میں بھی ان کو بطور پیمانہ کے بیان کیا جاتا ہے جس کی اجمالی تشریح درج ذیل ہے :

صاع تمام سادات ائمہؒ کے ہاں چار مد کا ہوتا ہے ...... البتہ **مد** کی مقدار میں اختلاف ہے ...... امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ **مُد** ایک رطل اور مزید تہائی رطل کا ہوتا ہے۔ تو اس حساب سے **صاع** پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوگا ...... یہ صاع، **حجازی صاع** کے نام سے معروف ہے ...... موجودہ پیمانوں میں **رطل** کی مقدار ساڑھے سات چھٹانگ یعنی ایک۔ ا۔ پونڈ (pond) ہوگی۔

...... سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ، سادات محدثین وفقہاءِ اہل کوفہ اور عجمی اہل اسلام کی تحقیق میں **مُد** دو رِطل کا ہوتا ہے۔ بایں صورت **صَاع** آٹھ رطل کا ہوگا ...... جو دو سو ستر۔ ۲۷۰۔ تولہ کا ہوتا ہے۔ اور اس کا نام **عراقی صاع** ہے۔

...... **احقر** کے نزدیک امام اعظمؒ کا اجتہادی ذوق ہمیشہ وسیع تر فکر اور دور رس نگاہ کا آئینہ دار رہا ہے ...... اسلئے آپؒ نے **مُد** کی مقدار میں احتیاط اور نفع غرباء کو مدنظر رکھا ...... **نیز** متعدد احادیث سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ حضور انور ﷺ اور خلافت راشدہ کے مقدس اَدوار میں زیادہ تر اسلامی، فارسی اور رومی ممالک میں یہی **عراقی صاع** ہی بطورِ پیمانہ رائج اور معروف تھا ...... امام طحاویؒ نے صحیح اَسناد سے نقل کیا ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت سے اسلامی سلطنت کے عمومی ملکوں اور صوبوں میں **عمریؓ صاع** ہی پیمانہ کیلئے مستعمل تھا ...... اور اس کی مقدار آٹھ **رطل** تھی۔

...... علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ، متعدد محدثینؒ وفقہاءؒ اور فقہاء تشیع نے سادات اَحنافؒ کے قول کو راجح اور مستحسن قرار دیا ہے۔

...... علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ دور نبویؐ میں مختلف دَراہم اور پیمانے علاقائی طور پر موجود تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی مملکت وسیع سے وسیع تر ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ نے سادات صحابہؓ کے مشورہ سے متعدد اُمور میں قانون سازی کی اور ایک متفقہ نظام متعارف کرایا اُن میں ایک پیمانہ **عمریؓ صاع** کے نام سے متعین کیا گیا جو آٹھ رطل کا تھا ...... **نیز** حضورِ انور ﷺ نے ایک مرتبہ دعا دی اَللّٰھم بَارِک لنا فِی صاعِنا تو اس دعا سے جہاں معنوی برکت پیدا ہوئی ...... وہاں حسی برکت بھی ظاہر ہوئی ...... کہ آٹھ۔ ۸۔ رِطل والا **صاع** اُمت میں مستقل رائج ہوگیا۔

مد، صاع اور رطل کی بابت احادیث مقدسہ سنن نسائی، ترمذی، ابوداؤد، موطئین اور طحاوی شریف میں بکثرت موجود ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں بطور پیمانہ، زمانہ نبوتؐ اور خلافت راشدہ میں معروف اور موجود تھے اس لیے ان تمام کتب میں موضوع کی مناسبت سے متعدد ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ اجمالی اور ضروری وضاحت وہی ہے جو اب تک بیان ہوئی

امام ابوداؤدؒ نے اس موضوع پر باب مَایُجزیٔ من الماء فی الوضوء قائم کیا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے تین (۳) اقوال بیان فرمائے ہیں۔۔۔۔ جن کا حاصل درج ذیل ہے:

۲۔ **غرض اقوال ابوداود**: سیدنا قتادہؒ چونکہ مُدلس ہیں۔ اسلئے امام ابوداؤدؒ نے ایک دوسری روایت ابانؒ عن قتادۃ قال سمعتُ صفیۃَ سے نقل کر کے حدیث الباب کو درست قرار دیا کہ اگر سند الباب سیدنا قتادہؒ سے کلمہ عن سے مروی ہے۔ تو دوسری سند سے یہی روایت کلمہ سمعتُ سے منقول ہے۔ لہٰذا سیدنا قتادہؒ مُدلس کا عنعنہ معتبر ہے۔

امام شعبہ کی روایت بیان کر کے امام ابوداؤدؒ سند اور متن میں موجود اختلافات کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں۔۔۔۔ وہ یوں کہ عبداللہؒ بن عیسیٰ کی روایت کلمہ عنعنہ سے اور امام شعبہ کی روایت کلمہ حدثنی اور سمعت سے مروی ہے۔ نیز ابن عیسیٰ کی روایت میں عبداللہ اپنے دادا کی جانب جبکہ شعبہ کی روایت میں اپنے باپ کی جانب منسوب ہیں۔۔ ابن عیسیٰ کی روایت میں متن یسَع رطلین کا جملہ موجود ہے۔ جبکہ امام شعبہ کی روایت میں یہ جملہ موجود نہیں۔

نیز امام ابوداؤد مزید اپنے اقوال کے ذریعے شریکؒ اور امام سفیانؒ کی روایات کا مذکورہ روایات سے جو تضاد ہے اُس کو بیان کررہے ہیں۔ کہ شریکؒ نے عبداللہ بن عیسیٰ کے نام کو سند میں چھوڑ دیا ہے۔ اور امام سفیانؒ کی روایت مقلوب الأسماء میں سے ہے کہ انہوں نے دادا کو پوتا اور پوتا کو دادا بنادیا اور کہا حدثنی جبرُبنُ عبدِالله جب کہ عبداللہ پوتے ہیں اور جبر دادا۔۔۔ سیدنا احمدؒ بن حنبل کا فرمان ''کہ صاع پانچ رطل کا ہے'' کو بیان کررہے ہیں۔۔۔ نیز صاع ابن ابی ذئب کو حضور اکرم ﷺ جیسا قرار دے رہے ہیں (جبکہ تاریخ، حدیث اور سیرت میں ابن ابی ذئب، غیر معروف شخصیت ہیں)۔

۲۔ **اساتذہ کا اجمالی تعارف**: امام ترمذیؒ کی حدیث الباب کے اساتذہ کا اِجمالی تعارف درج ذیل ہے:

احمدؒ بن منیع البغویؒ: کنیت ابو جعفر بغداد میں سکونت رہی۔ حافظ حدیث اور مستند امام ہیں۔ سیدنا امام احمدؒ بن حنبل کے ہم زمانہ اور ہم سبق ہیں۔۔۔ بعمر ۸۴ سال، سن ۲۴۴ ھجری میں وصال فرمایا۔۔

علیؒ بن حجر السعدی المَروزیؒ: بغداد پھر صوبہ مرو میں اُستادِ حدیث رہے۔ حافظ اور ثقہ تبع تابعی ہیں۔ سو سال سے زیادہ عمر پا کر سن ۲۴۴ ھجری میں وفات پائی۔

ابوریحانہ البصریؒ: نام عبداللہ بن مطر مستند محدث اور تابعی ہیں البتہ بڑھاپے میں بیان کردہ روایات ،ضعیف ہیں امام ترمذیؒ آپ کے تعارف میں فرماتے ہیں وابوریحانہ اسمہ عبداللہ بن مطر..

سیدنا سفینہؓ: نام مہران ۔کنیت ابو عبدالرحمن ۔حضورِ انور ﷺ کے غلام ہیں ۔جلیل القدر صحابیؓ ہیں ۔سفر اور غزوات میں اپنے ہم سفر سادات صحابہؓ کے سامان اور وزن اٹھانے کے سبب لفظ سفینہ (کشتی) سے معروف ہوئے .... صاحب کرامت ،ولی صحابی ہیں ۔دریا اور پانی آپ کیلئے مُسخر تھے ۔بارہا اپنے شریک سفر احباب کے ہمراہ بغیر کشتی کے دریا عبور فرما لیتے تھے ..... کتب احادیث میں بہت سی روایات آپؓ سے مروی ہیں ۔